

مؤسس

وارثِ علومِ اعلیٰ حضرت نبیرۂ حجۃ الاسلام جانشین مفتیِ اعظم ہند جگر گوشۂ مفسرِ اعظم شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ

حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا خان قادری ازہری رحمۃ اللہ علیہ

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

فائل 2008ء

اگست، اکتوبر و نومبر، دسمبر

www.muftiakhtarrazakhan.com

پیشکش

تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

0092 303 2886671 /makhtarraza1011

وارثِ علومِ اعلیٰ حضرت نبیرۂ حجۃ الاسلام جانشینِ مفتیٔ اعظم ہند جگر گوشۂ مفسرِ اعظم شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ

حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا خان قادری ازہری

اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے دیگر علمائے کرام کی تصنیفات اور حیات و خدمات کے مطالعہ کے لئے وزٹ کریں

Waris e Uloom e Alahazrat, Nabirah e Hujjat ul Islam, Janasheen e Mufti e Azam Hind, Jigar Gosha e Mufassir e Azam Hind, Shaikh ul Islam Wal Muslimeen, Qazi ul Quzzat, Taj ush Shariah Mufti

Muhammad Akhtar Raza Khan

Qadiri Azhari Rahmatullahi Alihi

Or Khaanwada e Alahazrat k Deegar Ulama e Kiram Ki Tasneefat Or Hayaat o Khidmaat k Mutaluah k Liyae Visit Karen.

To discover about writings, services and relical life of the sacred heir of Imam Ahmed Raza, the grandson of Hujut-ul-Islam, the successor of Grand Mufti of India, his Holiness, Tajush-Shariah, Mufti

Muhammd Akhter Raza Khan

Qadri Azhari Rahmatullahi Alihi

the Chief Islamic Justice of India, and other Scholars and Imams of golden Razavi ancestry, visit

www.muftiakhtarrazakhan.com

Taaj-al-Shari'ah Foundation, Karachi, Pakistan.

تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

0092 303 2886671 /makhtarraza1011



زیرِ سرپرستی
قاضی القضاۃ جانشین مفتی اعظم
حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری
مرکز سوادِ اعظم اہلِ سنت وجماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی و اصلاحی ترجمان
سنّی دنیا
مالک ونگراں:
مولانا محمد عسجد رضا قادری
ناظمِ اعلیٰ جامعۃ الرضا
21.9.08
مدیر:
یونس رضا مونس اویسی
وائس پرنسپل جامعۃ الرضا
اگست ۲۰۰۸ء
معلم کائنات کی شادیوں کے پاکیزہ مقاصد
گلشن تاج شریعت میں ایک شگفتہ پھول کھلا
صحابہ کرام کا عشق رسول
مرحبا! حسام رضا

16.9.08

مرکز سوادِ اعظم اہل سنت وجماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ

علمی دینی اور اصلاحی ترجمان

ماہنامہ سنی دُنیا

جلد: ۲۸ — شمارہ: ۸

اگست ۲۰۰۸ء

زیر سرپرستی: جانشین مفتی اعظم قاضی القضاۃ فی الہند حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری

مالک و نگراں: مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

مدیر: یونس رضا مونس اویسی

☆فی شمارہ: ۱۵روپے☆زر سالانہ: ۱۵۰روپے☆بیرونی ممالک: ۴۵۰روپے☆لائف ممبری: ۳۰۰۰روپے☆

رابطہ کا پتہ

دفتر ماہنامہ سنی دُنیا ۸۲ ر سوداگران بریلی شریف (یوپی) فون: 0581-3291453 فیکس: 0581-2458543

W.site: markazeahlesunnat.com
W.site: hazrat.org

چیک یا ڈرافٹ بنام "اختر رضا خاں" یا "امام احمد رضا ٹرسٹ" ہی بنائیں۔ مرکزی دارالافتاء کے لئے جوابی لفافہ ضرور روانہ فرمائیں۔

E-mail: akhtarrazakhan@yahoo.com☆atiq_shujamalik@yahoo.com

ادارہ کا مضمون نگار کی ہر رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں

☆کمپوزنگ: عتیق احمد حشمتی (شجاع مَلِک)09719918868☆

اَللّٰہُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا

اللہ اکبر

نَحْنُ عِبَادُ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا

اشاریات

گلشن تاج شریعت میں ایک شگفتہ پھول کھلا

اداریہ .... یونس رضا مونس اویسی

۴؍رجب المرجب ۱۴۲۹ھ مطابق ۸؍جولائی ۲۰۰۸ء بروز منگل بوقت ڈیڑھ بجے دن وہ خوش بخت تاریخ ہے جس میں گلشن اعلیٰ حضرت کا ایک مہکتا پھول معرض وجود میں آیا اور گلشن اس کی بھینی بھینی خوشبو سے معطر ہو گیا۔ یعنی استاذی الکریم قاضی القضاۃ تاج الشریعہ، بدرالطریقہ قدوۃ الفقہاء، سند الاصفیاء، عمدۃ الاتقیاء، سماحۃ الشیخ جانشین مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی شاہ محمد اختر رضا خاں ازہری دام ظلہ کے شہزادہ گرامی وقار حضرت علامہ مولانا محمد عسجد رضا قادری صاحب ناظم اعلیٰ ''مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا'' بریلی کے یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے صدقہ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طفیل بزرگان دین علیہم الرحمہ کی عنایت سے چار شہزادیوں کے بعد لڑکا عطا فرمایا۔

حضور تاج الشریعہ سمیت پورے خانوادۂ اعلیٰ حضرت میں خوشیوں کا ماحول قائم ہے، بلکہ دنیائے سنیت میں مسرت کی لہر دوڑ گئی ہے اور جگہ جگہ سے مبارک بادی کے فون آرہے ہیں اور بہت سے عقیدت مند بریلی شریف پہنچ کر مبارک بادی کے سوغات پیش کررہے ہیں۔

اس وقت حضور تاج الشریعہ دام ظلہ النورانی مختلف مقامات کے تبلیغی دورے پر تھے۔ چنانچہ ۱۱؍جولائی بروز جمعۃ المبارک جھارکھنڈ بمقام ''گھاٹو'' جہاں ایک نئی مسجد تعمیر ہوئی ہے اس کے افتتاح کے لئے تشریف لے گئے راقم الحروف مونس اویسی اور مفتی محمد شعیب رضا صاحب حضرت تاج الشریعہ مدظلہ کے ہمراہ تھے، مسجد افتتاح کرنے کے بعد ہفتہ کو بائی ایروپلین واپس دہلی لوٹے اور اسی دن بریلی شریف تشریف لے آئے عقیدت مندوں نے بریلی شریف میں شاندار استقبال کیا۔ پیدائش کے ساتویں دن ۱۱؍رجب المرجب بروز پیر ''محمد'' نام پر عقیقہ ہوا اور پکارنے کے لئے حضرت تاج الشریعہ مدظلہ نے ''حسام احمد رضا'' نام تجویز فرمایا، حسام احمد رضا کی پیدائش سے بے پناہ مسرتوں کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ حسام احمد رضا کی دادی محترمہ حضور پیرانی امی جان مدظلہا العالیہ نے انعامات تقسیم فرمائے اور پورے شہر میں مٹھائیاں تقسیم کروائیں، اور جہاں جہاں عقیدت مندوں کو معلوم ہوا ان حضرات نے اس علاقے میں مٹھائیاں تقسیم کیں اور آپس میں ایک دوسرے کو مبارکبادیاں دیں۔ ممبئی، حیدرآباد، جھارکھنڈ، بنگال، بہار، اترپردیش، اتراکھنڈ، دہلی چھتیس گڑھ، ایم پی، اے پی، کیرالہ، مدینہ منورہ، مکہ معظمہ، دبئی، لنکا، افریقہ، امریکہ، ہرارے، زمبابے، انگلینڈ، لندن، ملیشیا، یمن، مصر کے عقیدت مندوں نے آپس میں مٹھائی تقسیم کی اور مبارکبادی دیگر مسرتوں کا اظہار کیا اور دنیا بھر میں حسام احمد رضا کے لئے دعائیں ہوئیں کہ یا اللہ اسے آسمانی اور زمینی بلاؤں سے محفوظ رکھ اور اعلیٰ حضرت، مفتی اعظم، حجۃ الاسلام، مفسر اعظم علیہم الرحمۃ والرضوان، تاج الشریعہ مدظلہ کا صحیح سچا وارث و جانشین بنا اور اس سے دین اسلام کا کام لے اللہ تعالیٰ حسام احمد رضا کو لمبی عمر عطا فرمائے اور اس سے دین اسلام کا کام لے اور اپنے اجداد کرام کا علمی و روحانی وارث و جانشین بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ اجمعین۔

تجلّیاتِ نعت

آقائے نعمت دریائے رحمت مجدّدِ دین وملت سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ

نہ آسماں کو یوں سرکشیدہ ہونا تھا
کنارِ خاکِ مدینہ میں راحتیں ملتیں
حضور خاکِ مدینہ خمیدہ ہونا تھا
دل حزیں تجھے اشک چکیدہ ہونا تھا
اگر گلوں کو خزاں نارسیدہ ہونا تھا
لاملئن جھنم تھا وعدۂ ازلی
کنارِ خارِ مدینہ دمیدہ ہونا تھا
نہ منکروں کا عبث بد عقیدہ ہونا تھا
حضور ان کے خلافِ ادب تھی بیتابی
رضا جو دل کو بنانا تھا جلوہ گاہِ حبیب
مری امید تجھے آرمیدہ ہونا تھا
تو پیارے قید خودی سے رہیدہ ہونا تھا

تاجدار اہلسنّت حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ

پڑھوں وہ مطلع نوری ثنائے مہر انور کا
ہو جس سے قلب روشن جیسے مطلع مہر محشر کا
سر عرش علا پہنچا قدم جب میرے سرور کا
زبان قدسیاں پر شور تھا اللہ اکبر کا
بنا عرش بریں مسند کفِ پائے منور کا
خدا ہی جانتا ہے مرتبہ سرکار کے سر کا
دوعالم صدقہ پاتے ہیں مرے سرکار کے در کا
اسی سرکار سے ملتا ہے جو کچھ ہے مقدر کا
بڑے دربار میں پہنچایا مجھ کو میری قسمت نے
میں صدقے جاؤں کیا کہنا مرے اچھے مقدر کا
ہے خشک وتر پہ قبضہ جس کا وہ شاہِ جہاں یہ ہے
یہی ہے بادشاہِ بر کا یہی سلطاں سمندر کا
مٹے ظلمت جہاں کی نور کا تڑکا ہو عالم میں
نقابِ روئے انور اے مرے خورشید اب سر کا
کمی کچھ بھی خزانے میں تمہارے ہو نہیں سکتی
تمہیں حق نے عطا فرما دیا جب چشمہ کوثر کا
جو آب و تابِ دندانِ منور دیکھ لوں نوری
مرا بحرِ سخن سر چشمہ ہو خوش آبِ گوہر کا

قاضی القضاۃ حضور تاج الشریعہ مدظلہٗ

مصطفائے ذاتِ یکتا آپ ہیں
یک نے جس کو یک بنایا آپ ہیں
آپ جیسا کوئی ہو سکتا نہیں
اپنی ہر خوبی میں تنہا آپ ہیں
آب و گلِ نور کی پہلی کرن
جانِ آدم جانِ حوا آپ ہیں
حسن اوّل کی نمود اوّلیں
بزم آخر کا اُجالا آپ ہیں
لامکاں تک جس کی پھیلی روشنی
وہ چراغ عالم آرا آپ ہیں
ہے نمک جس کا خمیر حسن میں
وہ ملیح حسن آرا آپ ہیں
آپ کی طلعت خدا کا آئینہ
جس میں چمکے حق کا جلوہ آپ ہیں
آپ کو رب نے کیا اپنا حبیب
ساری خلقت کا خلاصہ آپ ہیں
بر درت آمد گدا بہر سوال
ہو بھلا اختؔر کا داتا آپ ہیں

ضیائے قرآن

(کنزالایمان) اعلیٰ حضرت **امام احمد رضا** فاضل بریلوی علیہ الرّحمۃ والرّضوان

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

اور ڈرو اس دن سے جس دن کوئی جان دوسرے کا بدلہ نہ ہو سکے گی ﴿۸۰﴾ اور نہ (کافر کے لئے) کوئی سفارش مانی جائے اور نہ کچھ لے کر (اس کی) جان چھوڑی جائے اور نہ ان کی مدد ہو ﴿۸۱﴾ (۴۸) اور (یاد کرو) جب ہم نے تم کو فرعون والوں سے نجات بخشی ﴿۸۲﴾ کہ تم پر عذاب کرتے تھے ﴿۸۳﴾ تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے ﴿۸۴﴾ اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی بلا تھی (یا بڑا انعام) ﴿۸۵﴾ (۴۹)

(خزائن العرفان) صدر الافاضل **مولانا نعیم الدین** مرادآبادی علیہ الرّحمۃ والرّضوان

وہ روز قیامت ہے آیت میں نفس دو مرتبہ آیا ہے پہلے سے نفس مؤمن دوسرے سے نفس کافر مراد ہے (مدارک) ﴿۸۱﴾ یہاں سے رکوع کے آخر تک دس نعمتوں کا بیان ہے جو ان بنی اسرائیل کے آباء کو ملیں ﴿۸۲﴾ قوم قبط و عمالیق سے جو مصر کا بادشاہ ہوا اس کو فرعون کہتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے فرعون کا نام ولید بن مصعب بن ریان ہے یہاں اسی کا ذکر ہے اسکی عمر چار سو برس سے زیادہ ہوئی آل فرعون سے اس کے متبعین مراد ہیں (جمل وغیرہ) ﴿۸۳﴾ عذاب سب برے ہوتے ہیں، سوٓء العذاب وہ کہلائے گا جو اور عذابوں سے شدید ہو اس لئے حضرت مترجم قدس سرہٗ نے (برا عذاب) ترجمہ کیا (کما فی الجلالین وغیرہ) فرعون نے بنی اسرائیل پر نہایت بے دردی سے محنت و مشقت کے دشوار کام لازم کئے تھے پتھروں کی چٹانیں کاٹ کر ڈھوتے ڈھوتے ان کی کمریں گردنیں زخمی ہو گئیں تھیں غریبوں پر ٹیکس مقرر کئے تھے جو غروب آفتاب سے قبل بجبر وصول کئے جاتے تھے جو نادار کسی دن ٹیکس ادا نہ کر سکا اس کے ہاتھ گردن کے ساتھ ملا کر باندھ دیئے جاتے تھے اور مہینہ بھر تک اسی مصیبت میں رکھا جاتا تھا اور طرح طرح کی بے رحمانہ سختیاں تھیں (خازن وغیرہ) ﴿۸۴﴾ فرعون نے خواب دیکھا کہ بیت المقدس کی طرف سے آگ آئی اس نے مصر کو گھیر کر تمام قبطیوں کو جلا ڈالا بنی اسرائیل کو کچھ ضرر نہ پہنچایا اس سے اس کو بہت وحشت ہوئی کاہنوں نے تعبیر دی کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تیرے ہلاک اور زوال سلطنت کا باعث ہوگا یہ سن کر فرعون نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل میں لڑکا پیدا ہو قتل کر دیا جائے دائیاں تفتیش کے لئے مقرر ہوئیں بارہ ہزار و بروایتے ستر ہزار لڑکے قتل کر ڈالے گئے اور نوے ہزار حمل گرا دیئے گئے اور مشیت الٰہی سے اس قوم کے بوڑھے جلد جلد مرنے لگے قوم قبط کے رؤساء نے گھبرا کر فرعون سے شکایت کی کہ بنی اسرائیل میں موت کی گرم بازاری ہے اس پر ان کے بچے بھی قتل کئے جاتے ہیں تو ہمیں خدمت گار کہاں سے میسر آئیں گے فرعون نے حکم دیا کہ ایک سال بچے قتل کئے جائیں اور ایک سال چھوڑے جائیں تو جو سال چھوڑنے کا تھا اس میں حضرت ہارون پیدا ہوئے اور قتل کے سال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔



بہار حدیث



فرامین رسالت کی تشریحات

پیشکش: شہزادۂ حضور تاج الشریعہ حضرت مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری بریلی شریف

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد، جس نے اس دین میں نئی چیز پیدا کی، جو اس دین سے نہیں ہے پس وہ چیز مردود ہے، اس حدیث کے تحت میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا ہے۔ مالیس منہ کے شرح میں، چیزے راکہ نیست ازیں دین یعنی احداث کرد چیزے کہ نیست از کتاب وسنت صریحاً ونہ مستنبط از وے نہ حکم کرد بصحت وی کتاب، پس شامل شد اجماع وقیاس راو مراد چیزے است کہ مخالف ومغیر آں باشد۔

ترجمہ: یعنی وہ نئی چیز کہ نہیں ہے کتاب وسنت سے صریحاً اور نہ اس سے نکالی گئی ہے، مستنبط ہے اور نہ کتاب اس کی صحت پر حکم کرتی ہے، پس شامل ہوا کتاب و سنت میں اجماع و قیاس، (مگر یہ موافقت دین میں ہے اگرچہ نئی چیز ہے) مراد وہ چیز ہے کہ مخالف اور بدلنے والی دین کی ہو۔ (یہاں یہ چیز یاد رہے کہ اصول دین چار ہیں، کتاب، سنت، اجماع، قیاس،

پیش لفظ

الحمد للہ حمدا یرتضی والصلاۃ والسلام علی حبیبہ المصطفی وعلی آلہ واصحابہ واولیآئہ ذوی العلم والفضل والحلم والنھی صلوٰۃ دائمۃ نورا منیرا علی الصراط والظلمات وفی اللیل اذا سجی اضؤ من الشمس الضحی

اما بعد!

عرصہ سے ارادہ تھا کہ مشکوۃ شریف کے باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ کی احادیث کا مکمل ترجمہ طبع کرایا جائے اس باب کے اکثر احادیث کا ترجمہ مع دیگر احادیث کے اضافہ مفیدہ مع تشریحات کے یہ مجموعہ اردوداں طبقہ کی ہدایت ونفع کے لئے شائع کیا جارہا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور اس کو میرے لئے دین ودنیا میں اپنی رضا ومغفرت کے حصول کا ذریعہ بنائے اور ان کو جو اس سے مستفید ہوں اسے شائع کریں کرائیں، مولیٰ تعالیٰ ان کو عافیت، مغفرت عطا فرمائے اور اپنی رضا وجنت کا مستحق بنادے۔ وجلعت ثواب ھذہ لجمیع المومنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات الاحیاء منھم والاموات برحمتك یا ارحم الراحمین آمین آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

محمد ابراہیم رضا جیلانی عفی عنہ

یعنی جو چیز کتاب میں نہ ہووہ حدیث میں ہوگی وہاں بھی نہ ہوتو اس کا حکم اجماع امت سے معلوم ہوگا یا پھر قیاس کریں گے، کتاب پر یا سنت پر یا اجماع امت پر، اور ظاہر ہے کہ نہیں ہے اجماع اور قیاس مگر بدعت حسنہ، اس کا انکار اتباع غیر سبیل مومنین ہے۔ تو یہی وہ کر رہے ہیں جو آیات متشابہات کی پیروی کرتے ہیں اور اسی کی مثل ہے یہ حدیث منقول از اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ تصنیف حضرت شیخ دہلوی۔عن جابر قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم گفت جابر، گفت پیغمبر خدا ﷺ یعنی درخطبہ بعد از حمد وصلوٰۃ چنانکہ آنحضرت بود، اما بعد فان خیر الحدیث کتاب اللہ بہترین سخنہا کتاب خدا است کہ فرقان مجید است وخیر الہدی ہدی محمد و بہترین طریقہ ہا وسیرت ہا ونیک طریقہ وسیرت محمد است ﷺ وشر الامور محدثا تھا وبدترین چیز ہا چیز یست کہ نو پیدا کردہ شدہ است در دین کہ بدعت عبارت از آنست وکل بدعۃ ضلالۃ، وہر بدعت سبب گمراہی ست رواہ مسلم، بدانکہ ہر چیز پیدا شدہ بعد از پیغمبر ﷺ بدعت است وازانچہ موافق اصول وقواعد اوست وقیاس کردہ شدہ است براں، آں را بدعت حسنہ گویند وآں چہ مخالف آں باشد بدعت وضلالت خواند، وکل بدعۃ ضلالۃ محمول برایں ست، وبعض بدعتہا است کہ واجب است چنانچہ تعلیم وتعلم صرف ونحو کہ بداں معرفت آیات واحادیث حاصل گردد وحفظ غرائب بکتاب وسنت ودیگر چیز ہائیکہ حفظ دین و ملت براں موقوف بود وبعض مستحسن ومستحب مثل بنائے رباطہا ومدرسہ ہا، وبعض مکروہ مانند نقش ونگار مسجد ومصاحف بقول بعض وبعض مباح مثل فراخی طعام لذیذ ولباسہائے فاخرہ بشرطیکہ حلال باشد باعث طغیان وتکبر ومفاخرت نشوند و مباحات دیگر کہ در زبان آں حضرت ﷺ نبودند چنانکہ بیری وغرباں ومانند آں وبعض حرام چنانکہ مذاہب اہل بدع و اہوا، برخلاف سنت وجماعت وآنچہ خلفاء راشدین کردہ باشند اگرچہ بایں معنی کہ در زمانِ آنحضرت ﷺ نبودہ بدعت است ولیکن از قسم بدعت حسنہ خوانند، بلکہ در حقیقت سنت است زیرا کہ آنحضرت فرمودہ است برشما باد کہ لازم گیرید سنت مراد سنت خلفاء راشدین مرا، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔انتہی

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے خطبہ میں بعد حمد وصلاۃ کے، بہترین کلام کلام الٰہی ہے اور بہترین سیرت سیرت محمد ہے، (ﷺ) اور بدترین چیزیں نو پیدا چیزیں ہیں، دین میں کہ بدعت اسی کو کہتے ہیں اور ہر بدعت سبب گمراہی ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے، جان تو کہ جو چیز کہ پیدا ہوئی بعد پیغمبر ﷺ کے وہ بدعت ہے (یہ بدعت کی صحیح تعریف ہے یہ کہنا جو قرون ثلٰثہ میں نہ تھا وہ بدعت ہے، یہ تعریف ہی بدعت ہے، یہ غلط ہے، جیسا حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے تحریر فرمایا) اس میں سے وہ جو موافق اصول دین کے ہے اور اس پر قیاس کی گئی ہے وہ بدعت حسنہ ہے اور جو موافق اصول دین کے نہیں بلکہ اس کے مغائر ومخالف ہے بدعت سیئہ ہے بدعت ضلالت ہے، اور کل بدعۃ ضلالۃ اس پر محمول ہے، بدعت حسنہ واجب بھی ہوتی ہے (جیسے رد فرق باطلہ نو پیدا) اور بعض مستحب اور بعض مباح، اور بدعت سیئہ حرام جیسے مذاہب جدیدہ برخلاف سنت وجماعت وخلفاء راشدین اگرچہ حضور کے زمانہ میں خلفائے راشدین کے زمانہ کی چیزیں نہ تھیں (جیسے نماز تراویح باجماعت قرآن شریف کا مجموعہ کتابی شکل میں ایسے ہی قرآن کی آیات ورکوعات و نشانات رموز واوقاف وترجمہ وتفاسیر وغیرہ) اور اذان اولیٰ جمعہ وغیرہ وغیرہ بدعت ہیں لیکن بدعت حسنہ ہیں۔ بلکہ درحقیقت سنت ہیں، اس لئے کہ حضور نے فرمایا: لازم پکڑو میری سنت کو اور خلفائے راشدین کی سنت کو (اس حدیث

ے بدعت حسنہ کا ثبوت واضح ہے) مسند امام اعظم کی حدیث ہے: ان من السنۃ ای من سنۃ الصحابۃ، سنت سے ہے یعنی سنت صحابہ سے ہے کہ جب حضور ﷺ کے روضہ پر حاضر ہوتے تو قبلہ کو پیٹھ کرتے اور حضور کی قبر شریف کی طرف منہ کرتے اور کہتے السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اس حدیث سے سنت ثابت ہوئی کہ سنت یہ ہے، علامہ علی قاری نے شرح میں لکھا یعنی سنت صحابہ، اس کو کہتے ہیں سنت جاریہ، تو سنت وہی نہیں جو حضور علیہ السلام سے مروی وثابت ہے بلکہ جو صحابہ کرام کا معمول ہے وہ بھی سنت ہے، اسی طرح مابعد جو سنت وقاعدہ جاری و رائج ہے، وہ سنت جاریہ ہے، یہی ہے سبیل مومنین جس کا ذکر آیۂ کریمہ میں آیا، ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولّی سنت جاریہ، صحت احادیث کی معیار وکسوٹی ہے، سنت جاریہ کے خلاف حدیث کی صحت مسلم ومعتبر نہیں، یہ اصل ہے یہ سنت ہے، سنت جاریہ، اس اصل کا خلاف بدعت ہے، بدعت سیئہ وغیر سبیل مومنین، اور یہ اصل اساس دین ہے، موضوعات ملا علی قاری میں ہے۔ص۶ مطبع مجتبائی دہلی۔

قال المقنع فلم احدث بحدیث عنہ علیہ السلام الاحدیث نطق بہ کتاب اوجرت بہ سنۃ یکذب علیہ علیہ السلام فی حیاتہ فکیف بعد مماتہ مقنع نے کہا کہ ہم حدیث نہیں بیان کرتے مگر جو موافق کتاب کے ہو یا سنت جاریہ کے موافق ہو۔ اس کی مؤید یہ احادیث ہیں۔

لایجتمع امتی علی الضلالۃ رواہ ابن ابی عاصم فی السنۃ من انس نہیں مجتمع ہوگی میری امت ضلالت پر گمراہی پر۔ وفی الترمذی من ابن عمر رضی اللہ عنھا، لایجمع اللہ ھذہ الامۃ علی ضلالۃ ابدا۔ اللہ اس امت کو ضلالت پر جمع نہیں فرمائے گا کبھی بھی۔ وفی المستدرک للحاکم عن ابن عباس قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اوکما قال بل رفعہ) لایجمع اللہ ھذہ الامۃ علیٰ ضلالۃ وید اللہ مع الجماعۃ، نہیں جمع فرمائے گا اللہ تعالیٰ اس امت کو ضلالت پر (بدعت ضلالۃ پر جیسا زعم کیا اہل بدع واہوا نے) اور اللہ کا ہاتھ جماعت کے ساتھ ہے ورواہ احمد فی مسندہ والطبرانی فی الکبیر عن ابی نضرۃ الغفاری مرفوعا فی حدیث فیہ ، سالت ربی ان لایجتمع امتی علی ضلالۃ فاعطانیھا۔

حضور نے فرمایا میں نے اپنے رب سے سوال کیا یہ کہ میری امت ضلالت وگمراہی پر مجتمع نہ ہو تو قبول فرمالیا رب نے میری دعا کو، تو یہ ہے سنت جاریہ کا حق ہونا، اور اس کا ہر گز ضلالت نہ ہونا۔ اس کے خلاف تو احادیث کی صحت بھی معتبر نہیں، اب جو کہتے ہیں کہ بدعت حسنہ بھی بدعت ضلالت میں داخل ہے اور امت کا اجماع میلاد وقیام ونداء و استعانت انبیاء واولیاء وزیارت قبور پر ہے اس کو شرک و بدعت وضلالت کہنا سنت جاریہ کے خلاف ہے، تو یہ ہے سنت، سنت جاریہ، اسی پر ہے جماعت یہ ہیں اہل سنت و جماعت، اس کے مخالف کس طرح اہل سنت و جماعت یہ ہیں اہل سنت و جماعت، اس کے مخالف کس طرح اہل سنت و جماعت ہو سکتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو وہ اہل سنت و جماعت کہتے ہیں تو یہ فرمان رسول کے مطابق ہے، عنقریب میری امت میں دجال وکذاب پیدا ہوں گے کہیں گے وہ جو تم نے اور تمہارے باپوں نے نہ سنا، (نئی نئی باتیں یہ بدعت ہے یہ شرک ہے) ان سے بچو ان کو اپنے سے دور کرو ایسا نہ ہو تمہیں فتنہ میں ڈالدیں، اور تمہیں گمراہ کردیں۔ نعوذ باللہ منھم

☆☆☆

☆☆☆ صدقہ ☆☆☆
حضور مفتی اعظم ہند
علیہ الرحمۃ والرضوان

فتاویٰ مرکزی دارالافتاء

حضرت علامہ مفتی قاضی محمد عبدالرحیم صاحب بستوی مدظلہ، صدر مفتی مرکزی دارالافتاء بریلی شریف

اپنی حیات میں جائداد کی تقسیم کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

کہ میرے وارثان میں اس وقت ۴ رلڑکیاں ایک لڑکا ایک بیوی زندہ سلامت ہے میں نے تین لڑکیاں اور ایک لڑکے کی شادی کردی ہے ایک لڑکی کی شادی کرنا ابھی باقی ہے لڑکے نے اپنی کمائی کا پیسہ علی محمد کو کبھی نہیں دیا بلکہ میرے بچوں اور بیوی کو تنگ کرتا رہا آخر اپنی بیوی اور سسرال والوں کے اشارہ پر مجھ سے الگ ہو گیا میں نے چھت پر کوٹھا دالان صحن غسل خانہ پائخانہ بیٹھک جو چھت ہی پر ہے لڑکے اور بہو کو دی اور میں نیچے کے حصہ میں رہتا ہوں اس کے علاوہ میرے قبضہ میں بھائی مرحوم کا دوسرا مکان بھی ہے اس میں میری ہمشیرہ بھی حصہ دار ہے اب لڑکے اور بہو اور بہو کے میکہ والے برابر زور دے رہے ہیں کہ لڑکے اور بہو کے لئے ایک مکان قطعی طور پر علیحدہ دے دیا جائے بہو نے آج تک کوئی خدمت ساس اور سسر کی نہیں کی بلکہ زیادہ تر میکہ ہی میں رہی ایسی صورت میں آپ فتویٰ مرحمت فرمائیں کہ میں اور میری بیوی دونوں زندہ اور سلامت ہیں اس وقت لڑکی اور بہو کو دونوں مکانوں میں سے ایک مکان قطعی دیدینا شریعت محمدی سنت وجماعت کی رو سے کہاں تک درست ہے اور دوسرے وارثان کو حصہ وراثت سے محروم کردینا کہاں تک درست ہے میری زندگی میں میری ملکیت تقسیم کرادینا کہاں تک ٹھیک ہے جب کہ دونوں مکانوں کے بغیر میری ضروریات پوری نہیں ہوسکتی علیحدگی پسندی کے لئے سوائے چھت والے مکان کے اور کوئی جگہ نہیں ہے۔

فقط والسلام

الجــــــــــواب: ملک ایک اختصاص حکمی ہے کہ مالک کو اس مال میں ہر جائز تصرف کا ثمرہ دیتا ہے آپ اپنی جائداد کے مالک ہیں اپنی زندگی میں جسے چاہیں دیں جسے چاہیں محروم کردیں، بہرصورت جائز ہے مگر بلا وجہ شرعی کسی وارث کو محروم کرنا گناہ ہے اور وجہ شرعی ہو تو کوئی حرج نہیں حدیث میں ہے: من فر عن میراث وارثه قطع الله میراثهٗ فی الجنة یوم القیمة جو اپنے وارث کی میراث سے بھاگے اللہ تعالیٰ جنت سے اس کی

میراث قطع فرمائے گا رواہ ابن ماجہ وغیرہ ہاں اگر وہ وارث فضول خرچ ہے کہ مال فضول تباہ و برباد کریگا یا فاسق ہے کہ مال ملنے سے اس کو فسق و فجور میں مدد ملے گی یا بدمذہب ہے تو ان صورتوں میں اس وارث کو محروم کرنا جائز ہے خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے لواعطی بعض ولدہ شئیا دون البعض لزیادہ رشدہ لا باس بہ وان کان سواء لاینبغی ان یفضل ولوکان ولدہ فاسقا فاراد ان یصرف مالہ الی وجوہ الخیر ویحرمہ عن المیراث ھذا اخر من ترکہ لان فیہ اعانۃ علی معصیۃ ولوکان ولدہ فاسقا لا یعطی لہ اکثر من قوتہ اھ پھر جب وہ مکان آپ کی ضرورت سے فاضل نہیں تو آپ پر لازم نہیں کہ خواہی نخواہی وہ مکان لڑکے کو دیدیں زندگی میں اگر ترکہ تقسیم کرنا چاہیں تو اولاد ذکور واناث کو برابر برابر دیں واللہ تعالیٰ اعلم

اللہ تعالیٰ کے لئے حاضر و ناظر کہنا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادہ ہے کیا اسی طرح ذات محمدی ﷺ ہے یا اس میں کچھ فرق ہے اور میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات ہے ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اسی طرح حضور کی ذات ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اور ہر شخص کی مدد آنجناب کرتے ہیں کچھ لوگوں کا خیال اس کے برعکس ہے انکا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اور حضور کو بذریعہ فرشتہ اطلاع دیجاتی ہے اور آپ ان کی مدد فرماتے ہیں بحوالہ کتب بالتفصیل مطلع فرمائیں۔

الجواب: اللہ عزوجل بے ہمتا ہے وہ شریک ومماثل بننے سے پاک ہے منزہ ومبرا ہے سوال میں یہ کیا لکھا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات عالم الغیب والشہادہ ہے کیا اسی طرح ذات محمدی ﷺ ہے یا اس میں کچھ فرق ہے نیز میرا عقیدہ تو یہ ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اسی طرح حضور کی ذات ہر جگہ حاضر و ناظر ہے حق تبارک وتعالیٰ اس سے پاک ہے کہ کوئی اس کی طرح ہو کوئی اس کی کسی صفت میں کوئی اس کا مانند ہو ہی نہیں سکتا ہے حضور علیہ الصلاۃ والسلام اس کے اعلیٰ ترین مخلوق ہیں جنہیں رب العزت نے وہ قدرت بخشی وہ فضائل عطا فرمائے جس میں ان کا کوئی شریک نہیں ہوسکتا انہیں مخلوق میں شریک ومماثل ومانند سے پاک ومنزہ ومبرا بنایا ع

منزہ عن شریک فی محاسنہ
فجوھر الحسن فیہ غیر منقسم
(قصیدہ بردہ)

تو اس کی طرح کوئی نہیں اور اس کی ہر صفت ذاتی ہے کسی کی دی ہوئی بخشی ہوئی نہیں۔ اس کی ہر صفت قدیم ہے واجب ہے حقیقی ہے غیر متناہی ہے غیر مخلوق ہے، ناممکن الزوال غیر محدود ہے حضور مخلوق ہیں حضور کی ہر صفت مخلوق ہے حضور کا علم عطائی ہے کتنا ہی بڑھتا جائے کسی حد پر نہ رکے لوح وقلم کا علم حضور کی کتاب علم کی ایک سطر حضور کے بحر علم کی ایک نہر ہے قال الامام بوصیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فان من جودک الدنیا وضرتھا
ومن علومک علم اللوح والقلم
(قصیدہ بردہ)

بیشک حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے تمام اولین وآخرین کے علوم سے زیادہ علم بخشا حضور کو ماکان ومایکون کا علم عطا فرمایا۔ حضور کا علم آنا فانا بڑھ ہی رہا ہے حضور کا علم نامحدود بمعنی لاتقف عند حد، بیشک اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو سکھایا جو کچھ نہیں جانتے تھے اور حضور پر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو علم غیب والشہادۃ عطا فرمایا حضور کے طفیل اوروں کو جتنا جتنا جس کو چاہا بخشا۔

حضور پر نور آئینۂ ذات الٰہی مظہر صفات خداوندی ہیں، آئینہ ومظہر ذات کی طرح نہیں ہوتا۔ عالم الغیب الشہادۃ یہ لفظ اللہ عزوجل کے لئے خاص ہے اسکا اطلاق حضور علیہ الصلاۃ والسلام پر بھی جائز نہیں جیسے عزوجل جیسے تعالیٰ شانہ، عز جلالہ، تبارک وتعالیٰ اگرچہ بلاریب وشک حضور کو اللہ تعالیٰ نے بینظیر عزت وجلالت بخشی۔ حضور کو بے مثال علوشان عنایت کیا۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے طفیل انبیاء واولیاء علیہم الصلاۃ والسلام۔ اولیاء تو اولیاء علیہم الرضوان من ربهم الملك المنعام بلکہ ہر مسلمان عزت بخشی قال تعالیٰ ولله العزة ولرسوله وللمومنين۔ باوجود اس کے جیسے عوام مسلمین سے کسی کو کوئی غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حضور خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا اور کسی ولی کی طرح عزت والا کہے تو بے ادب وگستاخ قرار دیا جائے گا، اور کسی نبی خصوصاً حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی طرح عزیز بتائے تو اور زیادہ تنبیہ کا مستحق ہوگا۔ یونہیں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ کی طرح، اس لفظ سے رجوع کیجئے اگرچہ آپ کا مطلب شریک و مماثل ٹھہرانا نہیں، وہابی مسخرہ شیطان دزد دین و رہزن ایمان آیت عالم الغيب والشهادة وغیرہ بعض آیات قرآن سے مطلق علم غیب کو خدا کے ساتھ خاص بتا کر مسلمان کو دھوکہ دیتا ہے وہ بے ایمان ہے وہ اس آیت کے لفظ عالم الغیب سے جب علم غیب کو خدا کے ساتھ خاص بتاتا ہے تو علم شہادت کو بھی خدا کے لئے خاص ماننا اس کے طور پر واجب۔ علم غیب پر مسلمانوں سے بحث کرتا ہے مگر علم شہادت پر نہیں۔ اور کے لئے علم غیب کی نفی کھلم کھلا کرتا ہے۔ وہابیہ دیوبندیہ کے سورداس گنگوہی نے لکھ دیا کہ "اثبات علم غیب غیر خدائے تعالیٰ کو شرک صریح ہے"۔ تو جس بنا پر وہ اثبات علم غیب غیر حق تعالیٰ کو شرک کہتا ہے علم شہادت کو کیوں نہیں کہتا۔ وہابیوں پر لازم کہ جو کسی قسم کا علم کسی کے لئے مانے اسے مشرک مانیں۔ رشید احمد وغیرہ جن کو وہ عالم اور بڑا عالم مانتے ہیں انہیں جاہل مانیں اور اب تک جو عالم مانتے رہے اس سے توبہ کریں۔ اور رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھوی کو جس نے ملک الموت اور شیطان کے علم کو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے علم پاک سے زیادہ مانا اور نص سے مثبت جانا اور فخر عالم علیہ الصلاۃ والسلام کے لئے مانا مگر شیطان سے کم۔ ان کو پکا کٹا مشرک یقین کریں اور اس سے بڑھ کر تھانوی اکفر کو جس نے کہا، "پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے" اس نے تو علم شہادت تو علم شہادت علم غیب کو ہر کتے لومڑی کے لئے مان لیا۔

اللہ سمیع وشہید وخبیر وبصیر ہے اسے حاضر ناظر کہنا جائز نہیں۔ بیشک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے حاضر وناظر بنایا يا يها النبى انا ارسلناك شاهدا ومبشرا ونذيرا. الآية اے غیب کی خبر دینے والے نبی بیشک ہم نے تمہیں حاضر وناظر اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا شفا شریف میں امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ان لم يكن فى البيت احد فقل السلام عليك ايها النبى ورحمة الله و بركاته جب گھر میں کوئی نہ ہو تو کہو کہ اے نبی تم پر سلام اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں اس کے تحت ملا علی قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں: لان روح النبى عليه السلام حاضر فى بيوت اهل الاسلام کیوں کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی روح مبارک مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہے۔ امام ابن الحاج مدخل اور امام قسطلانی مواہب الدنیہ جلد دوم ص ۳۸۷ فصل ثانی زیارت قبر شریف میں

فرماتے ہیں وقد قال علماؤنا لا فرق بین موته و حیاته علیه الصلاۃ والسلام من مشاهدته لامته و معرفته باحوالهم و نیاتهم وعزائمهم وخواطرهم وذلك جلی لا خفاء به ہمارے علمانے فرمایا: حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی حیات اور وفات میں کوئی فرق نہیں اپنی امت کو دیکھتے ہیں اور ان کے حالات و نیات اور ارادے اور ان کے دل کی باتوں کو جانتے ہیں اور یہ بالکل ظاہر ہے اس میں کوئی پوشیدگی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم جل مجدہ اتم واحکم

طلاق کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

کہ مسمی عبدالسمیع نے اپنی بیوی کو یہ کہا کہ تجھے طلاق دے چکا کئی مرتبہ کہا اور یہ بھی کہا کہ تو میری ماں بہن ہے دونوں ساس بیوی میں نا اتفاقی تھی جہاں تیرا جی چاہے چلی جا اور جتنے تیرے مہر ہیں اس سے زیادہ اور اپنا کپڑا اور زیور سب لے جا دریافت طلب امر ہے کہ آیا عبدالسمیع مذکورہ الفاظ کے کہہ دینے سے طلاق ہوگئی یا نہیں اس کی بیوی کو اگر طلاق ہوگئی تو کون سی یعنی طلاق رجعی یا بائن یا مغلظ ہوئی براہ کرم صحیح مسئلہ شرعی سے مطلع کیا جائے۔

الجــــــــــواب: میں تجھے طلاق دے چکا کئی مرتبہ کہا ہر بار طلاق جدید واقع کرنے کی نیت سے کہا تو عورت پر تین طلاقیں واقع ہوگئیں عورت فوراً اس کے نکاح سے باہر ہوگئی اب بغیر حلالہ اس کے لئے حلال نہ ہوگی اور اگر یہ جملہ ہر بار طلاق جدید واقع کرنے کی نیت سے نہیں کہا ہے تو ایک طلاق اس جملہ سے واقع ہوگئی اور اس جملہ کو اگر بہ نیت طلاق کہا ہے جہاں ترا جی چاہے چلی جا تو ایک بائن اس جملہ سے واقع ہوئی کہ دو بائن طلاق کا حکم ہوگا واللہ تعالٰی اعلم

کتبہ عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

الجــــــــــواب صحیح: مولٰی تعالٰی علیم وخبیر شہید و سمیع وبصیر سے کچھ چھپا نہیں حلال وحرام اسی کے احکام ہیں جو حرام ہو چکی وہ جھوٹ بولنے سے حلال نہ ہوگی جھوٹ کا دبال ہی اور بڑھے گا کئی مرتبہ کہا ہر بار جدا طلاق کی نیت کی تھی اور اب ظاہر ایک کی نیت کرے تو اس سے وہ تین طلاقیں مٹ نہ جائے گی جھوٹ کی لعنت ہی کا اضافہ اور ہوگا۔ مولٰی تعالٰی سے ڈرے اس سے کچھ چھپا نہیں والمولٰی تعالٰی اعلم وھو الہادی وھو تعالٰی اعلم

فقیر مصطفٰے رضا غفرلہ

شافعی امام کی اقتداء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہماری مسجد میں حنفی مصلّی کے یہاں ہمیشہ حنفی امام نماز پڑھایا کرتے ہیں اب مجبوراً شافعی امام کو مقرر کیا گیا ہے شرعاً یہ فعل جائز ہوگا یا نہیں (۲) شافعی امام وتر نماز دو سلام سے پڑھتے ہیں اور قنوت بعد رکوع کے ایسی صورت میں حنفی مقتدی کیا کریں اگر امام شافعی کے طریقہ کو چھوڑ کر صرف وتر میں ایک ہی سلام سے نماز پڑھائے تو ان کی اقتدا درست ہوگی یا نہیں علاوہ ازیں شوافع کے نزدیک نصف مہینہ کے بعد قنوت پڑھی جاتی ہے پہلے نصف میں قنوت نہیں اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو قنوت چھوڑ دیا جائے یا امام مقتدیوں کی رعایت کرتے ہوئے تھوڑا خاموش رہے کہ کونسی صورت جواز کی ہو سکتی ہے۔

۲-عیدین کی نماز میں شافعی پہلی رکعت میں سات تکبیریں قرأت سے قبل اور پانچ تکبیریں دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے ہی پانچ تکبیریں پڑھتے ہیں اس طرح کل بارہ تکبیریں پڑھتے ہیں حنفی کیا کرے خصوصاً دوسری رکعت میں جبکہ قرأت سے قبل ہی تکبیریں پڑھتے ہیں حنفی کیا کرے براہ کرم جلد جواب عنایت فرمائیں کہ رمضان شریف میں اختلاف پیدا ہونے کا اندیشہ ہے فقط والسلام

الجواب: اگر شافعی طہارت ونماز میں فرائض وارکان میں مذہب حنفی کی رعایت کرے تو اس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے اگرچہ حنفی کے پیچھے افضل ہے اور اگر حال رعایت وعدم رعایت معلوم نہ ہو یعنی حالت شک میں اقتدا مکروہ ہے اور اگر عادت عدم رعایت معلوم ہو تو کراہت شدید اور اگر معلوم ہو کہ خاص اس نماز میں رعایت نہ کی تو حنفی کو اس کی اقتدا جائز نہیں اس کے پیچھے نماز نہ ہوگی۔ صورت اول و دوم میں شریک ہوجائے اور صورت سوم میں شریک نہ ہو اور چہارم میں تو نماز باطل ہے۔ درمختار میں ہے: ان تیقن المراعاۃ لم یکرہ او عدمها لم یصح وان شك کرہ، غرض جب وہ ایسے امور سے بری اور اس کی اقتدا صحیح ہو اس وقت بھی ان باتوں میں اس کی متابعت نہ کرے جو اپنے مذہب میں یقیناً ناجائز و نامشروع قرار پاچکی ہیں۔ اگر متابعت کرے گا تو اس کی نماز اس نامشروع کی مقدار کراہت پر مکروہ تحریمی یا تنزیہی ہوگی کہ پیروی مشروع میں ہے غیر مشروع میں نہیں رد المحتار میں ہے: تکون المتابعة غیر جائزۃ اذا کانت فی فعل بدعة او منسوخ اوما لا تعلق له بالصلاۃ اسی میں ہے: انما یتبعه فی المشروع دون غیرہ، لہٰذا اگر شافعی امام وتر دو سلام سے پڑھے یا فجر میں قنوت کرے تو اس کی متابعت نہ کی جائے، لہٰذا جب تک نماز فجر میں وہ قنوت پڑھے مقتدی ہاتھ چھوڑے چپکا کھڑا رہے۔ درمختار میں ہے: یاتی الماموم بقنوت الوتر ولو بشافعی یقنت بعد الرکوع لانه مجتهد فیه لا الفجر لانه منسوخ بل یقف ساکتا علی الاظهر مرسلا یدیه۔ اور اگر امام وتر دو ٹکڑے کرکے پڑھائے، تو اس میں حنفی ہوں تو نہ پڑھے اور اگر ایک سلام سے پڑھائے تو اقتدا کرسکتا ہے درمختار میں ہے: صح الاقتداء فیه بشافعی لم یفصله بسلام لا ان یفصله علی الاصح اھ ملخصا قنوت وتر میں امام کی متابعت کریں گے ہدایہ میں ہے: ودلت المسئلة علی جواز الاقتداء بالشفعویة وعلی المتابعة فی قراءۃ القنوت فی الوتر۔ قنوت فجر ہمارے ائمہ کے نزدیک منسوخ یا بدعت ہے، بہرحال یقیناً غیر مشروع ہے لہٰذا اس میں پیروی ممنوع ہے واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) تکبیرات عیدین میں متابعت کرسکتا ہے جبکہ امام تیرہ سے زیادہ تکبیریں نہ کہے، درمختار میں ہے: ولو زاد تابعه الی ستة عشر لانه ماثور، ردالمحتار میں ہے: لانه تبع امامه فیجب علیه متابعته ویترك رأیه برائی الامام لقوله علیه الصلاۃ والسلام انما جعل الامام لیؤتم به فلا تختلفوا علیه فلم یظهر خطؤه بیقین کان اتباعه واجبا والا یظهر الخطاء فی المجتهدات فاما اذا خرج عن اقوال الصحابة فقد خطؤه بیقین فلا یلزمه اتباعه قوله الی ستة عشر کذا فی الفجر عن المحیط وفی الفتح قیل یتابعه الی ثلاث عشر وقیل الی ستة عشر اھ قلت ولعل وجهه القول الثانی حمل الثلاث عشر المرویة عن ابن عباس علی الزوائد کما مر عن الشافعی وهی مع الثلاث الاصلیة تصیر ستة عشر والالم او من قال ان الزوائدست عشر فلیراجع اھ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

اکابر واعاظم علماء ومشائخ اہل سنت اور اصطلاح مسلک اعلیٰ حضرت

از ۔ ضیغم اہل سنت علامہ محمد حسن علی قادری رضوی میسلی پاکستان

اللہ رب محمد صلی اللہ علیہ وسلما
نحن عباد محمد صلی اللہ علیہ وسلما

ہماری حیرت اور تعجب کی انتہا نہ رہی کہ جب ہم نے علاقہ یوپی کے بعض ایسے جدّت پسند وفیشن ایبل ماڈرن محققین کی بعض تحریریں پڑھیں جو سیدنا امام اہل سنت سرکار اعلیٰ حضرت مجدد اعظم دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو امام ومجدد اور سچا عاشق رسول بھی مانتے ہیں لیکن وہ مسلک اعلیٰ حضرت کی اصطلاح کو بزعم خود مسلک امام اعظم امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف تصور کرتے ہیں خیال خام ان کا یہ کہنا ہے کہ بریلوی مسلک یا مسلک اعلیٰ حضرت کا نام ہمیں مخالفین اہل سنت نے دیا ہے اس موضوع پر انہوں نے اپنی پوری توانائیاں اور زور قلم صرف کردیا، اور اس باب میں انہوں نے اپنے آباواجداد اکابر اسلاف کی روشن تحریروں اور واضح بیانات کی بھی مطلقاً پرواہ نہ کی۔ اس کے بعد ایک تحریک سبزی منڈی کراچی اٹھی اس کے امیر بانگ دہل میرے آقا اعلیٰ حضرت میرے آقا اعلیٰ حضرت اور عاشق اعلیٰ حضرت عاشق اعلیٰ حضرت کے بلند بانگ نعروں سے منظر عام پر آئی اور سیدنا مجدد اعظم سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے نام پاک کی برکت سے پروان چڑھی لیکن اب پانچ چھ سال سے من مانی کررہے ہیں نام اعلیٰ حضرت کا لیتے ہیں لیکن ٹی وی مووی تصاویر فوٹو، لاؤڈ اسپیکر پر نماز نفلی نمازوں کی جماعت وغیرہ مسائل میں سیدنا اعلیٰ حضرت اور ان کے جلیل القدر شہزادگان اور عظیم المرتبت خلفاء کرام کے متفقہ فتویٰ کی بجائے اپنے مریدوں کی خود ساختہ مجلس شرعی کے فتاویٰ پر عمل کرتے ہیں اس خفیہ انداز میں پس پردہ مسلک اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے عملاً روگردانی شروع کی مگر بحمدہ تعالیٰ علماء اکابر اہل سنت کے بروقت اقدام دنیائے سنیت بیدار ہوگئی اب نوجوان قلمکار صاحبان نے اپنے ماڈرن صحافتی ذہن سے اپنی جدت پسندی کا مظاہرہ شروع کیا اور بڑے پر اسرار انداز میں مسلک اعلیٰ حضرت سے بغاوت کی ناصحانہ تحریک شروع کردی ماہنامہ میں کسی بد مذہب بددین کا محققانہ وفاضلانہ رد وابطال ہو نہ ہو مسلک اعلیٰ حضرت سے عوام اہل سنت کو بدظن و منحرف کرنے کا بزعم خود اہم فریضہ انجام دے رہے ہیں اور اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی چلانے کے فن کا عملی مظاہرہ کررہے ہیں اور ماہنامہ جاری کرکے اہل سنت کی قسمت کے فیصلے کرنے لگے ہیں کہ یہ غلط ہے وہ غلط ہے یہ نہیں ہونا چاہئے وہ نہیں ہونا چاہئے اور بڑھتے ہی جارہے ہیں غصہ ہے کہ تھمتا نظر نہیں آتا اور ع

شاخ پہ بیٹھ کے جڑ کاٹنے کی فکر میں ہیں

بہر حال مسلک اعلیٰ حضرت کے اطلاق واستعمال اور اصطلاح مسلک اعلیٰ حضرت پر قلمکاروں کی لن ترانیوں اور عقل شکن ومن گھڑت مفرضوں اور بے بنیاد خدشات کا جواب تو انشاء المولیٰ تعالیٰ العزیز عنقریب کسی دوسری فرصت میں نذر قارئین کیا جائے گا سردست اصطلاح مسلک اعلیٰ حضرت کے حوالہ سے اکابر اعاظم علماء ومشائخ اہل سنت کے ارشادات وفرمودات اور اقوال زریں پیش کئے جاتے ہیں جو مشعل راہ ہیں۔

مسلک کے معنیٰ کی تحقیق

مسلک کا لغوی معنی عربی کتب لغت میں راستہ ہے دیکھئے المنجد میں ہے۔ المسلک، راستہ (المنجد) مسلک (عربی، اردو، مذکر) (۱) راستہ، (۲) قاعدہ (۳) دستور، (فیروز اللغات اردو) مسلک (عربی، اردو، مذکر) راہ راستہ، طریقہ، دستور۔ (علمی اردو لغت)

ایسا ہی مصباح اللغات اور امیر اللغات میں ہے تو مسلک اعلیٰ حضرت کے معنیٰ ہوئے اعلیٰ حضرت کا راستہ یا راہ اعلیٰ حضرت یا قاعدہ اعلیٰ حضرت یا دستور اعلیٰ حضرت یا طریقہ اعلیٰ حضرت۔ لہٰذا مذکورہ معنوں میں کسی بھی معنیٰ کے اعتبار سے مسلک اعلیٰ حضرت کہنے میں کوئی شرعی ممانعت یا قباحت نہیں۔ مسلک اعلیٰ حضرت کہنا ایسا نہیں کہ جس طرح علیہ السلام یا علیہ الصلوۃ والسلام کا اطلاق واستعمال حضرات انبیاء ورسل وملائکہ علیہم السلام کے لئے مختص ہے اور غیر انبیاء ورسل ملائکہ کے لئے مکروہ وممنوع یا خلاف اولیٰ ہے اگر ایسا بھی ہوتا تو محض مکروہ وممنوع یا خلاف اولیٰ ہی ہوتا ناجائز وحرام نہ ہوتا بہر حال مسلک اعلیٰ حضرت کہنے کی ممانعت پر قطعاً کوئی دلیل شرعی موجود نہیں۔ محض اتنا کہہ دینا کہ مسلک امام اعظم ابوحنیفہ کہا جاتا مسلک امام شافعی کہا جاتا ہے اس لئے مسلک اعلیٰ حضرت کہنا صحیح نہیں یہ کوئی ممانعت کی شرعی دلیل نہیں جس دلیل سے مسلک امام ابوحنیفہ کہنا یا مسلک امام شافعی کہنا جائز ہے اسی دلیل سے مسلک اعلیٰ حضرت کہنا بھی جائز ہے ورنہ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی وغیرہ کے سوا کسی کو یا سیدنا امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کو امام احمد رضا کل کو کوئی زیادہ ماڈرن محقق منع قرار دے گا۔ ان حضرات کی ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ کیا مسلک اعلیٰ حضرت سے مسلک امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ ہے تو پھر مسلک امام اعظم ہی کیوں نہ کہا جائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اسی نوع کا اعتراض غیر مقلدین یا دوسرے فرقہائے باطلہ عناصر بھی کر سکتے ہیں کہ تم مسلک امام اعظم ابوحنیفہ یا مسلک امام شافعی کیوں کہتے ہو کیا مسلک صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا مسلک فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کافی نہیں کیا مسلک امام اعظم یا مسلک حنفی مسلک صدیق اکبر یا مسلک فاروق اعظم سے زیادہ ہے۔ بہر حال اس وہمی خیالی دلیل میں کچھ وزن نہیں نہ مسلک امام اعظم مسلک صدیق اکبر سے جدا وعلیحدہ نہ مسلک اعلیٰ حضرت مسلک امام اعظم سے جدا وعلیحدہ ہے تو پھر وہ لوگ معترض ہوتے ہیں تو پھر مسلک امام اعظم ابوحنیفہ ہی کیوں نہ کہا جائے تو ہم عرض کریں گے کہ اس دور میں دیوبندی وہابی بھی حنفی کہلاتے ہیں تبلیغی وہابی الیاسی بھی حنفی کہلاتے ہیں بیشتر مودودیے بھی حنفی کہلاتے ہیں، اور خدا جانے کتنی نسلوں کے بدمذہب حنفی کہلاتے ہیں سیدنا اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

سنی حنفی اور چشتی، بن بن کے بہکاتے یہ ہیں

ثابت ہوا بے شمار فرقے فرقیاں حنفیت بطور جال اور دام استعمال کر رہے ہیں اور مسلمانوں کے دین وایمان پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے حنفی اور حنفیت کا استعمال کر رہے ہیں لہٰذا حقیقی سنیت اصلی حنفیت کا خصوص وامتیاز برقرار رکھنے کے لئے مسلم اکابر اہل سنت اعاظم مشائخ طریقت نے مسلک اعلیٰ حضرت کا استعمال شروع فرمایا اور اب یہ خالص سنیت اصلی حنفیت کا علامتی نشان بن گیا ہے اور اصطلاح مسلک اعلیٰ حضرت کی افادیت واہمیت اپنی جگہ مسلم ہے۔ ورنہ ہر بدمذہب بدعقیدہ ومصنوعی اور بناسپتی حنفی خود کو حنفی بنا کر ہماری مسجدوں میں امام وخطیب اور ہمارے مدرسوں میں مدرس وشیخ الحدیث بن جائے گا۔ ایسے نازک دور اور سنگین ترین حالات میں جبکہ ع

آنکھ سے کاجل صاف چرالیں یاں وہ چور بلا کے ہیں

اب ضرورت ہوئی اور اب حالات کا تقاضا ہوا کہ محض کسی کے حنفی اور سنی کہلانے کا اعتبار نہ کریں۔ اب مسلک

اعلیٰ حضرت کی سند چلے گی اس کا سنی حنفی ہونے کے ساتھ ساتھ بریلوی مسلک ہونا پوچھا جائے گا اگر کوئی مکاری عیاری اور کیادی سے خود کو حنفی سنی اور سنی کہلانے کا اعتبار نہ کریں، اب مسلک اعلیٰ حضرت کی سند چلے گی اس کا سنی حنفی ہونے کے ساتھ ساتھ بریلوی مسلک ہونا پوچھا جائے گا اگر کوئی مکاری عیاری اور کیادی سے خود کو حنفی سنی کہلاتا ہے تو اس کی مصنوعی سنیت حنفیت کو ننگا اور بے نقاب کرنے کے لئے مسلک اعلیٰ حضرت یا بریلوی مسلک کی سند کام دے گی اس لئے اصطلاح مسلک اعلیٰ حضرت گذشتہ سو سال سے جاری ہے جب ہم کسی سے اس کا مسلک اعلیٰ حضرت پر ہونا دریافت کریں گے تو اس کا مطلب یہی ہو گا کیا تم اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے راستہ پر ہو، کیا تم مجدد اعظم اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی راہ اور ان کے طریقہ پر ہو بتایئے اس میں کیا خرابی ہے؟ اللہ جل جلالہٗ کے نیک اور صالح متقی و پرہیزگار بندوں کے طریقہ اور راستہ پر چلنے کا قرآن عظیم نے حکم دیا۔ اِھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم ہم کو سیدھا راستہ چلا راستہ ان کا جن پر تو نے انعام (یا احسان) کیا، وہ منعم علیہ محبوبان خدا کون ہیں۔

قرآن عظیم میں دوسری جگہ ہے

اولٰئک مع الذین انعم اللہ وعلیھم من النبین والصدیقین والشھدآء والصالحین. وہ چار ہیں جن کے طریقہ یا راستہ یا مسلک پر چلنے کی دعا کی تعلیم دی جارہی ہے (۱) حضرات انبیاء کرام علیہم السلام (۲) صدیقین شہداء اور صالحین اللہ عزوجل کے نیک بندے، حضرات انبیاء علیہم السلام کے علاوہ صدیقین سچے لوگوں شہداء اللہ کی راہ میں جان دینے والوں اور صالحین متقی پرہیزگار اللہ کے نیک بندوں کے راستہ اور طریقہ پر چلنے کی تعلیم دی جارہی ہے کیوں کہ ؏

تیرے غلاموں کا نقش قدم ہے راہ خدا
وہ کیا بہک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

لہٰذا اللہ کے نیک صالح پرہیزگار بندوں کا راستہ و طریقہ راہ خدا ہے صراط مستقیم ہے اسی کو مسلک کہا گیا ہے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی بھی شہید عشق مصطفیٰ ﷺ ہیں نہ صرف صالح صالحین کے امام و مجدد ہیں بلکہ سچے ہیں حق گو حق ہیں حق شناس ہیں۔ لہٰذا ان کے مسلک پر ہونا اور مسلک اعلیٰ حضرت پر کہلانا تعلیم قرآنی اور احکام خداوندی کے عین مطابق ہے۔

قرآن عظیم ہی میں ہے

اطیعو اللہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو رسول پاک ﷺ کی اور جو تم اولی الامر ہوں اولی الامر اس دور میں علماء ربانیین وفقہاء و محدثین ہیں اور سیدنا امام اہل سنت مجدد اعظم دین وملت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ علماء ربانیین کے پیشوا و سرتاج ہیں۔

قرآن عظیم میں ارشاد فرمایا:

یوم ندعو کل اناس بامامھم جس دن ہر جماعت کو ہم اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے تفسیر روح البیان میں امام المفسرین علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ نے اس کے تحت فرمایا: او مقدم فی الدین فیقال یا حنفی یا شافعی، یا امام دینی پیشوا ہے پس قیامت میں پکارا جاوے گا، اے حنفی، اے شافعی، سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی بھی امام اہل سنت علی الاطلاق ہیں انہیں اکابر علماء وائمہ عرب وعجم حرمین طیبین نے امام و پیشوا اور مجدد برحق تسلیم کیا ہے، ان کے نام نامی کی نسبت اور تعلق بھی صحیح ہے اور ان سے منسوب ہو کر اعلیٰ حضرت کا پیروکار کہلانا جائز ہے، جب بقول صاحب روح البیان قیامت میں اللہ عزوجل لوگوں کو ان کے ائمہ کے نام سے پکارے گا۔

(بقیہ ان شاء اللہ اگلے شمارہ......)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

از:- مولانا محمد تنویر عالم برکاتی مصباحی، متعلم شعبہ تخصص فی الفقہ جامعۃ الرضا بریلی شریف یوپی

عشق رسول صحابۂ کرام کا قیمتی سرمایہ ہے ان کی زندگی کا لمحہ لمحہ عشق رسول سے لبریز ہے ان کا عشق صادق اور مستحکم اور ایمان افروز تھا اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ وہ درس گاہ نبوت سے براہ راست فیضان پا رہے تھے اور ماتھے کی نگاہوں سے کمالات کا مشاہدہ فرما رہے تھے چنانچہ نبی کریم علیہ السلام سے محبت کے معنی اور حقیقت کے بارے میں اہل علم حضرات نے مختلف انداز ہائے فکر اختیار فرمائے ہیں۔ ہر شخص نے اپنے انداز کے مطابق مختلف الفاظ میں اپنا مفہوم بیان کیا ہے۔

چنانچہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اتباع رسول علیہ السلام کا نام محبت ہے اور اپنے دعوے کے سلسلے میں ان کی دلیل ہے "قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ الایۃ" چند اصحاب محبت نے فرمایا کہ ذکر محبوب کے دوام کا نام محبت ہے، بعض نے فرمایا کہ محبوب پر جاں نثاری کو محبت کہتے ہیں، بعض نے کہا کہ محبت محبوب کے شوق کا دوسرا نام ہے، بعض حضرات نے کہا کہ موافقت کی جہت پر دل کے میلان کا نام محبت ہے۔ محبت کی تشریح کرتے ہوئے قرآن عظیم کیا فرماتا ہے ملاحظہ فرمائیں:

آپ ان لوگوں سے فرمادیجئے اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے خاندان کے لوگ اور وہ مال جو تم کھاتے ہو اور وہ تجارت جس کے نقصان کا تمہیں خوف ہے اور وہ مکانات جو تم پسند کرتے ہو تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو تم منتظر رہو۔ یہاں تک کہ اللہ اپنا عذاب بھیجے اور خوب سمجھ لو کہ اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی توضیح میں فرماتے ہیں کہ زیر نظر آیت حضور علیہ السلام کی محبت کے لازم ہونے اور اس کی اہمیت کے اظہار کے لئے کافی ہے، نیز اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ اس محبت کے اصل مستحق ذات نبوی علیہ السلام ہی ہے اور مزید اس آیت سے یہ ترغیب وترہیب بھی ملتی ہے کہ جن لوگوں نے اپنی اولاد اور اپنے مال کی محبت کو اللہ اور اس کے رسول علیہ السلام پر فوقیت دی ان کو رب کریم نے سرزنش اور تنبیہ بھی فرمائی ہے ع

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

یہی وجہ ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پروانہ وار آپ پر نثار ہوتے رہے اور آپ کے قدموں پر جان نچھاور کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ انہیں اصحاب رسول علیہ السلام کی زندگی سے محبت کی صحیح تعبیر ہوتی ہے، ان کی لازمانی محبت، دائمی عقیدت آج بھی تاریخ کے زریں صفحات پر سنہرے حرفوں میں ثبت ہے اس اجمال کی مختصر تفصیل ان کی زندگی کے آئینے میں دیکھی جائے تو استعارہ اور کنایہ کے حجابات اٹھ جائیں گے اور ان کے جذبۂ عشق کے مقدس داستان ابھر

کرسامنے آجائیں گے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر کے فرزند حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ بدر میں مشرکین مکہ کے ہمراہ کفار قریش کی جانب لشکر اسلام سے زور آزمائی میں مصروف تھے، مشرف باسلام ہونے کے بعد ایک روز شفیق وصدیق باپ کی خدمت اقدس میں عرض کرتے ہیں پدر بزرگوار جنگ بدر میں ایک ساعت ایسی بھی آئی کہ آپ میری تلوار کے زد میں آگئے تھے اگر میں چاہتا تو بڑی آسانی سے آپ کو تہ تیغ کرسکتا تھا، لیکن رشتۂ پدری نے میری کلائی تھام لی اور میں نے آپ کی طرف سے روگردانی کرلی، تاجدار صداقت حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جذبۂ عشق نے انگڑائی لی، محبت رسول اللہ ﷺ نے تیور بدلا، عشق رسول ﷺ میں ڈوبی ہوئی ایک پرجلال آواز ابھری، وہ تمہارا کفر تھا جس نے تمہیں رشتۂ پدری یاد دلائی اور تم میں خونی رشتہ غالب آگیا، واللہ اگر میرے ساتھ یہی معاملہ پیش آتا اور تم میری تلوار کی زد میں آجاتے تو محبت رسول ﷺ غالب آتی اور تلوار اپنا کام کرگزرتی۔ چشم فلک بھی دیکھ لیتی کہ عقیدت رسول میں ایک باپ نے اپنے بیٹے کی گردن اڑادی۔

تاجدار عدالت حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت بھی تاریخ کے آئینے میں ملاحظہ فرمائیں:

حضرت فاروق اعظم بارگاہ رسالت میں حاضر ہیں اور عرض کررہے ہیں یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے میرے عزیز جان کے علاوہ کائنات کی ہر نعمت سے زیادہ عزیز ہیں۔ ارشاد ہوا: لایومن احد کم حتی اکون احب الیه من ولده ووالده والناس اجمعین. یہیں پر بس نہیں بلکہ مزید ارشاد ہوا تم میں سے کوئی مومن کامل ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ میں اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں اے عمر ابھی تمہاری محبت نامکمل ہے، اس میں کمال پیدا کرو ارشاد نبی نے گردن فاروقی خم کردی۔ اب عرض کرتے ہیں یارسول اللہ ﷺ آپ تو مجھے میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔

تاجدار سخاوت حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ضیائے محبت بھی ملاحظہ کرتے چلیں آپ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابولہلہ کا بیان ہے کہ ایک بار ہم نے دیکھا کہ سرکار دوعالم ﷺ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرگوشی فرمارہے ہیں۔ حضرت ذوالنورین کے گوش اقدس میں کچھ ایسی باتیں پہنچی جس سے آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا۔ پھر ایک زمانے کے بعد وہ مہیب ساعت آئی کہ حضرت ذوالنورین کو بلوائیوں نے ان کے کاشانۂ اقدس میں محصور کردیا۔ ہم نے آپ سے عرض کیا اب پانی سر سے اونچا ہوگیا ہے پیمانہ صبر لبریز ہوگیا ہے، اب ان کی سرکوبی کی اجازت دیجئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے یہ نہیں ہوسکتا کیوں کہ میرے آقا نے مجھے مقابلے کی نہیں بلکہ صبر وشکر کی وصیت فرمائی ہے۔

حضرت عثمان غنی کی یہ محبت ہی تو تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک اشارے پر اپنے اونٹوں کی ایک کثیر جماعت، دیناروں کے کھنکتے ہوئے ہزاروں سکے مسجد نبوی کی تعمیر کے لئے ارض بئر رومہ خرید کر قدم نبی میں نچھاور کردیا۔

تاجدار شجاعت فاتح خیبر حضرت سیدنا مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات طیبہ عشق رسول سے معمور ہے۔ انکا ایک ہی فرمان اتنی جامعیت کا حامل کہ محبت کے تمام شعبے اس میں سمٹ آتے ہیں۔ آپ سے کسی نے سوال کیا کہ آپ حضرات رسول عربی ﷺ سے کس انداز کی محبت کرتے تھے، آپ کے جذبۂ عشق کے کیا تیور تھے؟ ارشاد

فرمایا لوگوں کو اپنا مال بہت عزیز ہوتا ہے مگر ہم رسول اللہ ﷺ کے سامنے مال کو ٹھوکر مارتے ہیں اپنی اولاد سے سب کو پیار ہوتا ہے مگر ہماری اولاد رسول اللہ ﷺ کی محبت کی بھینٹ چڑھتی ہیں، والدین سے یک گونہ محبت ہوتی ہے مگر محبت رسول کے سامنے والدین کی محبت بھی دم توڑتی نظر آتی ہے، سخت پیاس کے وقت ٹھنڈا پانی جتنا محبوب ہوتا ہے اس کا اندازہ ایک پیاسا ہی کر سکتا ہے، مگر شدت تشنگی میں ہم سے پوچھا جائے کہ حضور علیہ السلام کو اختیار کرتے ہو یا فرحت، بخش ٹھنڈے پانی کو تو قسم ہے خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی! ہم سکون بخش ٹھنڈے پانی کو ٹھوکر مار کر اپنی جان قربان کر دیں گے، مگر ہم یہ کبھی گوارہ نہیں کر سکیں گے کہ محبوب رب العالمین کو چھوڑ کر سرد پانی کی طرف نگاہ اٹھا دیں، یہ مختصر خلفائے راشدین کی محبت کا نمونہ میں نے پیش کیا، صرف اس لئے کہ اگر آپ صحابۂ کرام کی محبت کا دم بھرتے ہیں تو وہ محبت رسول ﷺ اپنے اندر پیدا کیجئے جس محبت نے صحابۂ کرام کو چاند اور ستارے کے مانند بنا دیا اور محبوب رب العالمین کے ایک اشارے پر اپنی جان قربان کر دینے میں ذرہ برابر جھجھک محسوس نہیں کی۔

محبوب رب العالمین سے محبت کا دعویٰ کرنے والا اتباع نبوی ﷺ نہیں کرتا ہے تو وہ اپنے دعویٰ محبت میں سچا نہیں ہے۔ بلکہ دعویٰ محبت میں سچا ہونے کی علامت یہ ہے کہ سب سے پہلے حضور علیہ السلام کی اتباع کی جائے اور ان کی سنتوں پر عمل کیا جائے تمام افعال واقوال میں ان کی اتباع کرے اور آپ کے ہر حکم کی تعمیل کرے اور جن افعال واقوال پر آپ نے عمل کی ممانعت فرمائی ان سے پرہیز کرے۔ عیش وآرام اور عشرت و پریشانی ہی میں نہیں بلکہ ہر حال میں حضور علیہ السلام کے طرز عمل سے نصیحت وموعظت حاصل کرے کہ اس سلسلہ میں قرآن عظیم کی آیات کثیرہ شاہد وناطق ہیں۔ محبت کے سلسلے میں بعض ذی علم حضرات نے بہت ہی پیاری بات کہی ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص کسی کو محبوب رکھتا ہے کثرت کے ساتھ ان کا ذکر کرتا ہے۔ علامہ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ اس کثرت کے ساتھ ذکر کرنے کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ: حضور علیہ السلام کی یاد میں محافل میلاد منعقد کرنا، ان کی صفات جلیلہ کا تذکرہ کرنا اور ان کے کمالات کا چرچا کرنا اسی علامت کے ذیل میں آتا ہے یہ وہ چند روایات ہیں جن میں حضور علیہ السلام سے محبت کرنے والے جاں نثار صحابہ کی کیفیات جذب مستی اور قابل رشک احساسات پر مبنی حالات بیان ہوئے ہیں، ہم نے ان چند حقائق ومعارف صرف اور صرف اس لئے منتخب کئے ہیں تا کہ قارئین کو مادہ پرستی کے اس دور میں پھر سے اپنے پیغمبر اعظم ﷺ کی صورت وسیرت کے وہ دلفریب انداز اپنی طرف متوجہ کریں جو خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بیقراریوں کا مداوا تھے۔

(......بقیہ ص ۲۳ کا) سیدی اعلیٰ حضرت نے اپنی تحریر اور فتاویٰ میں حسب موقع وضرورت بارہا اجمیر مقدس، خواجہ غریب نواز اور آپ کے کشف وکرامات وخدمات کا تذکرہ فرمایا ہے۔ نیز اپنے عقیدت مندوں، مریدوں اور رشتہ داروں اور اپنے دامن سے وابستہ رہنے والوں کو ہمیشہ درخواجہ سے وابستہ رہنے کا درس دیا اور خود بھی تادم حیات اسی پر قائم ودائم رہے اور آج ہم اپنے سر کی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں کہ اعلیحضرت سے عقیدت رکھنے والا دنیا کے جس گوشہ میں ہو وہ خواجہ غریب نواز سے ضرور وابستہ ہے اور اس در کی حاضری کو اپنے لئے دنیاوی واخروی سعادت محسوس کرتا ہے۔ (بشکریہ ماہنامہ ضیائے صابر نمبی)

(ایک غلط فہمی کا ازالہ ص ۴، ۵)

خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ والرضوان اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی نظر میں

از: ڈاکٹر محمد اعجاز انجم لطیفی ایم اے، پی ایچ ڈی۔ استاذ جامعہ منظر اسلام بریلی شریف

خواجۂ ہند وہ دربار ہے اعلیٰ تیرا
کبھی محروم نہیں مانگنے والا تیرا

قارئین کرام! یہ امر باعث مسرت و شادمانی ہے کہ امسال عرس خواجہ کے حسین و پر بہار موقع پر عروس البلاد ممبئی سے جاری شدہ ''ماہنامہ ضیائے صابر'' خواجہ غریب نواز نمبر نکال رہا ہے، ماہنامہ کے ایڈیٹر و چیف ایڈیٹر دونوں حضرات نے مجھے مشترکہ دعوت نامہ بھیجا اور مضمون لکھنے کی فرمائش کی۔ عنوان کی نشاندہی نہ کرنے کی وجہ سے میں کسی نا کسی عنوان پر کچھ نہ کچھ ضرور لکھتا، لیکن برادر گرامی وقار جناب مولانا ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی صاحب نے بذریعہ فون ارشاد فرمایا کہ کچھ لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ اعلیٰ حضرت کی نظر میں خواجہ ہند کی کوئی خاص عظمت و رفعت نہیں تھی اس لئے اعلیٰ حضرت نے اپنے شعری مجموعہ حدائق بخشش میں خواجہ صاحب کی شان میں کوئی منقبت تحریر نہیں کی اسی پر بس نہیں بلکہ دو تین سال قبل کسی بدخواہ حاسد و معاند نے فرضی انجمن ''رضوی کمیٹی دودھ ساگر راجکوٹ'' کی جانب سے ایک بے بنیاد فرضی اشتہار شائع کر کے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی بے داغ شخصیت کو داغدار اور ان کی علمی شوکت و عظمت کو گھٹانے اور کم کرنے کی ناپاک سازش رچی تھی۔

جس کا جواب نبیرۂ اعلیٰ حضرت حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں ازہری میاں قبلہ دام ظلہ علینا نے اسی وقت پمفلٹ اور کتابچہ کی صورت میں دیدیا تھا۔ لیکن اس تخریبی اشتہار کے کچھ مضر اثرات اب بھی پائے جاتے ہیں لہٰذا اس تخریبی مہم کی ناقہ بندی اور سد باب کے لئے نیز اس طرح کی غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے میں نے مولانا غلام جابر شمس مصباحی صاحب کے منتخب کردہ عنوان پر کچھ لکھنے کی کوشش کی ہے۔ ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی نظر میں خواجہ ہند کی عظمت و ولایت و بزرگی کا اندازہ لگانا ہو تو اس کا مکمل اظہار اس فتوے سے ہوتا ہے کہ جب اجمیر مقدس سے متعلق ایک شخص نے استفتاء کیا تو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے کس بے باکی حوصلہ مندی اور حق گوئی کے ساتھ اس کا جواب دیا ہے، استفتاء اور جواب ملاحظہ فرمائیں۔

اگر مولوی اپنے مدرسہ کے دروازہ پر اور خلافت کے بورڈ پر خلافت کی ٹوپی پر اور خلافت کی رسید پر فقط اجمیر لکھے۔ کیا اجمیر کے ساتھ لفظ شریف نہ لکھنا اور اصلی نام غلام معین الدین پر غلام نہ لکھنا خلاف عقیدۂ اہل سنت ہے یا نہیں بنیوا توجروا۔

المستفتی: حکیم غلام علی
۶ رشوال ۱۳۳۹ھ لنگر گلی، اجمیر مقدس

الجواب: اجمیر شریف کے نام پاک کے ساتھ لفظ شریف نہ لکھنا اور ان تمام مواضع میں اس کا التزام کرنا اگر اس بنیاد پر ہے کہ حضور سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جلوہ افروزی حیات ظاہری و مزار پر انوار کو (جن کے سبب مسلمان اجمیر شریف کہتے ہیں)۔ وجہ شرافت نہیں جانتا

تو گمراہ بلکہ عدو اللہ ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب۔ اور اگر یہ ناپاک التزام بربنائے کسل وکوتاہ قلمی ہے تو سخت بے برکتی اور فضل عظیم و خیر جسیم سے محروم ہے اور اگر اس کا مبنیٰ وہابیت ہے تو وہابیت کفر ہے اس کے بعد ایسی باتوں کی کیا شکایت۔ ع: ما علی مثلہ یعد الخطا۔ اپنے نام سے لفظ غلام کا حذف اگر اس بنا پر ہے کہ حضور خواجہ خواجگان رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم کا غلام بننے سے انکار واستکبار رکھتا ہے تو بدستور گمراہ اور بحکم حدیث مذکور عدو اللہ ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم، قال تعالیٰ الیس فی جہنم مثوی للمتکبرین اور اگر بربنائے وہابیت ہے کہ غلام اولیائے کرام بننے والوں کو مشرک اور غلام محی الدین و غلام معین الدین کو مشرک جانتا ہے تو وہابیہ خود زندیق بیدین کفار ومرتدین ہیں۔ وللکافرین عذاب مھین، واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۱۸۷-۱۸۸، ناشر رضا اکیڈمی ممبئی)

کسی سائل نے امام احمد رضا سے حضور غوث پاک کی دستگیری اور خواجہ غریب نواز کی غریب نوازی سے متعلق سوال کیا تھا اس کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضرور دستگیر ہیں اور حضرت سلطان الہند معین الحق والدین ضرور غریب نواز ہیں سیدنا امام ابو الحسن نور الدین بہجۃ الاسرار شریف میں سیدنا ابو القاسم عمر بزار قدس سرہ سے روایت فرماتے ہیں: قال سمعت السید الشیخ عبد القادر الجیلانی رضی اللہ تعالی عنہ یقول غیر مرۃ عثر اخی حسین الحلاج فلم یکن فی زمانہ من یاخذ بیدہ ولو کنت فی زمانہ لا خذت بیدہ وانا لکل من عثر بہ مرکوبہ من اصحابی ومریدی ومحبی الی یوم القیمۃ آخذ بیدہ۔

یعنی میں نے اپنے مولیٰ حضرت سید شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارہا فرماتے سنا کہ میرے بھائی حسین حلاج کا پاؤں پھسلا ان کے وقت میں کوئی ایسا نہ تھا کہ ان کی دستگیری کرتا اس وقت میں ہوتا تو انکی دستگیری فرماتا اور میرے اصحاب اور میرے مریدوں اور مجھ سے محبت رکھنے والوں میں قیامت تک جس سے لغزش ہوگی میں اس کا دستگیر ہوں والحمد للہ رب العالمین

(فتاویٰ رضویہ نہم ص ۹، ناشر مکتبہ رضویہ بیسلپور)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنے والد ماجد حضرت علامہ مولانا مفتی نقی علی خاں علیہ الرحمہ کے رسالہ ''احسن الوعا فی آداب الدعا'' کی جو شرح فرمائی ہے اور اس میں جو اضافہ کیا ہے اس کا نام ہے ذیل المدعا لاحسن الوعا اس کے فصل ''درامکنہ اجابت'' میں جہاں مدینہ طیبہ، مکہ معظمہ اور دوسرے مقامات مقدسہ پر دعا کی قبولیت کا ذکر ہے وہیں پر امام احمد رضا فاضل بریلوی نے قال الرضا لکھ کر آستانہ اقدس حضرت خواجہ غریب نواز معین الحق والدین قدس سرہ کا اضافہ کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اپنی تصنیف ''حیات الموات فی بیان سماع الاموات'' میں ایک مقام پر یوں رقمطراز ہیں۔ کہ متعصبان طائفہ حضرت خواجہ اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت غریب نواز کہنے سے چڑھتے ہیں۔

(ص ۱۵۸)

۱۳۲۵ھ میں سیدی اعلیحضرت جب زیارت حرمین شریفین سے ہندوستان واپس تشریف لائے تو ممبئی کی بندرگاہ سے آپ سیدھے اجمیر شریف خواجہ ہند کی بارگاہ ناز میں حاضری دینے گئے۔ وابستگان واہل عقیدت کا ایک ہجوم سیدی اعلیٰ حضرت کو لیکر سب سے پہلے اپنے شہر یا اپنے قصبہ یا اپنے گھر کو انکے وجود سے مشرف کرنے کی سعادت حاصل کرنے کا اصرار کرتا رہ گیا۔ مگر آپنے سارے عقیدت

مندوں کی عقیدت پر حضرت خواجہ غریب نواز کے ساتھ اپنی عقیدت و شیفتگی کو ترجیح دی۔

چنانچہ وہاں کے خدمت گزار سید حسین علی اجمیری نے لکھا ہے کہ یہ حاضری ایسی عقیدت و محبت کی حامل تھی کہ ہم خدام آستانہ اور تمام مسلمانان اجمیر کے دلوں میں نقش ہو گئی۔ (ایک غلط فہمی کا ازالہ ص ۴)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سلطان الہند خواجہ غریب نواز کی ولایت و بزرگی نیز ان کی کرامت اور غریب نوازی کے کس طرح قائل تھے اس کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے الملفوظ میں تحریر کیا ہے۔

حضرت خواجہ کے مزار سے بہت کچھ فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں۔ مولانا برکات احمد مرحوم جو میرے پیر بھائی اور والد ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد تھے۔ انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک ہندو جس کے سر سے پیر تک پھوڑے تھے۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ کس قدر تھے۔ ٹھیک دوپہر کو آتا اور درگاہ شریف کے سامنے گرم کنکروں اور پتھروں پر لوٹتا اور کہتا خواجہ اگن لگی ہے۔ تیسرے روز میں نے دیکھا کہ بالکل اچھا ہو گیا ہے۔ پھر فرمایا بھاگل پور سے ایک صاحب ہر سال اجمیر شریف حاضر ہوا کرتے۔ ایک وہابی رئیس سے ملاقات تھی۔ اس نے کہا میاں ہر سال کہاں جایا کرتے ہو۔ بیکار اتنا روپیہ صرف کرتے ہو۔ انہوں نے کہا چلو اور انصاف کی آنکھ سے دیکھو پھر تم کو اختیار ہے۔

خیر ایک سال وہ ساتھ میں آیا دیکھا کہ ایک فقیر سونٹا لئے روضہ شریف کا طواف کر رہا ہے اور یہ صدا لگا رہا ہے خواجہ پانچ روپیہ لوں گا اور ایک گھنٹہ کے اندر لوں گا اور ایک ہی شخص سے لوں گا۔ جب اس وہابی کو خیال ہوا کہ اب بہت وقت گزر گیا ایک گھنٹہ ہو گیا ہوگا۔ اور اب تک اسے کسی نے کچھ نہ دیا۔ جیب سے پانچ روپیہ نکال کر ان کے ہاتھ پر رکھے اور کہا لو میاں تم خواجہ سے مانگ رہے تھے بھلا خواجہ کیا دیں گے۔ لو ہم دیتے ہیں۔ فقیر نے وہ روپیہ تو جیب میں رکھے اور ایک چکر لگا کر زور سے کہا "خواجہ تورے بلہاری جاؤں دلوائے بھی تو کیسے خبیث منکر سے"۔

(الملفوظ حصہ سوم ص ۴۴، مکتبہ قادریہ اٹوا بازار سدھارتھ نگر یوپی)

اب رہ گیا سوال اس بات کا کہ "حدائق بخشش" میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے تمام اشعار اور منظوم سارے کلام جمع نہیں کئے جا سکتے ہیں۔ اس لئے یہ کہنے میں کوئی دریغ یا مضائقہ نہیں کہ حدائق بخشش نعت و منقبت کا منتخب مجموعہ ہے۔ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کی شعر و شاعری کا مکمل مجموعہ یا دیوان نہیں۔ اس کے علاوہ بھی بہت سارے کلام مطبوعہ اور غیر مطبوعہ ہیں۔ ممکن ہے انہیں غیر مطبوعہ کلام میں خواجہ غریب نواز کی منقبت شائع ہونے سے رہ گئی ہو۔

خطیب اہل سنت، شیر قادریات، حضرت علامہ قاری عبدالرحمن خاں قادری بریلوی مدرس جامعہ منظر اسلام بریلی شریف نے راقم الحروف سے ارشاد فرمایا کہ "صوفی عزیز احمد صاحب جو خانوادۂ رضویہ کے عقیدتمند اور جاں نثار تھے، حضور مفتی اعظم ہند کی حیات میں کاشانہ رضویہ میں مستقل میلاد شریف پڑھا کرتے تھے انہوں نے کئی بات کا اظہار کیا کہ کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی جب ۱۳۲۵ھ میں دوسری بار حج سے وطن واپس تشریف لا رہے تھے تو سب سے پہلے خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کے مزار پر حاضری دینے کی غرض سے ممبئی سے سیدھے اجمیر شریف تشریف لے گئے دوران سفر خواجہ غریب نواز پر ایک منقبت تحریر کی جو تقریباً سو اشعار پر مشتمل تھی۔ خدا جانے وہ منقبت کہاں رہ گئی۔ اور کیسے ضائع ہو گئی؟

صوفی عزیز احمد صاحب کے اس بیان سے میرے دعوے کی تائید ہوتی ہے۔ مارہرہ شریف کی ایک عظیم

شخصیت حضرت نوری میاں علیہ الرحمہ پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے مشرقستان قدس کے عنوان سے ایک قصیدہ لکھا تھا جو ایک سو ساٹھ اشعار پر مشتمل ہے۔ وہ قصیدہ رضا لائبریری رامپور میں اب بھی موجود ہے۔ اسی طرح سے اور بھی بہت سے منظوم کلام اور اشعار حدائق بخشش میں موجود نہیں ہیں۔ جیسا کہ ''المیزان'' کے امام احمد رضا نمبر میں اعلیحضرت فاضل بریلوی کی تصنیفات وتالیفات کی فہرست سے ظاہر ہوتا ہے۔ فہرست میں شعر وشاعری کے حوالے سے حدائق بخشش کے علاوہ بہت سے کلام اور مجموعہ کا ذکر ہے۔ مثلاً دیوان القصائد، فضائل فاروق، چراغ انس، نعت واستعارات، حمائد فضل رسول، مدائح فضل رسول مطبوعہ بنام قصیدتان رائعتان وغیرہم۔

اسی طرح سے ۱۹۲۱ء میں سر زمین بلگرام کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے اعلیحضرت فاضل بریلوی رقم طراز ہیں۔

اللہ اللہ عزوشان و احترام بلگرام
عبدواحد کے سبب جنت ہے نام بلگرام

روز عرس آوارگان دشت غربت کیلئے
من و سلویٰ ہیں مگر خبز وادام بلگرام

آسماں عینک لگا کر مہر و ماہ کی دیکھ لے
جلوۂ انوار حق ہے صبح و شام بلگرام

تھا بما انجبت بلدہ پانچ بلگرام
مرکز دین مبیں ٹھہرا یہ نام بلگرام

یادگار اب تک ہیں اس گل کی بہار فیض کے
خنداں ہائے گل رخاں ولالہ فام بلگرام

لائی ہے اس آفتاب دین کی تحویل جلیل
ساغر مارہرہ میں صہبائے جام بلگرام

یہ اشعار اور اس طرح کے بہت سے اشعار حدائق بخشش میں موجود نہیں ہیں۔

لہٰذا ان تمام حوالہ جات سے یہ بات آفتاب نیم روز کی طرح عیاں ہوگئی کہ ''حدائق بخشش'' میں اعلیحضرت کے سارے کلام موجود نہیں ہیں۔ جب سارے کلام موجود نہیں ہیں تو بلا ثبوت شرعی یہ دعویٰ کرنا کہ اعلیحضرت نے خواجہ غریب نواز پر کوئی منقبت نہیں لکھی پھر اسی کو بنیاد بنا کر طرح طرح کا پروپیگنڈہ کرنا اور لوگوں میں غلط فہمی پیدا کرنا اعلیحضرت کی شخصیت کو بدنام کرنا شرعاً درست وروا نہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے کردار وعمل اور تصنیفات وتالیفات سے صاف ظاہر ہے کہ فاضل بریلوی خواجہ غریب نواز کی ولایت و بزرگی کے ہمیشہ قائل رہے۔ تعظیم وتوقیر اور مدح وثنا کرنے میں وہ کسی سے پیچھے نہیں رہے۔

یہاں پر یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ بلگرام کو بلگرام شریف اعلیحضرت نے نہیں لکھا لیکن جب بات اجمیر کی آئی تو اعلیحضرت نے بالتزام اجمیر شریف لکھا اور اجمیر کے ساتھ شریف نہ لگانے والوں کو گمراہ بلکہ عدو اللہ کہا اس پر بس نہیں کیا بلکہ مزید یہ بھی لکھا کہ اگر یہ ناپاک التزام بر بنائے کسل اور کوتاہ قلمی ہے تو سخت بے برکتی اور فضل عظیم اور خیر جسیم سے محرومی ہے۔

ان تمام باتوں سے واضح ہوگیا کہ اعلیحضرت فاضل بریلوی کی نظر میں خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کے بے حد احترام اور عزت تھی فاضل بریلوی ان کو ہندوستان کا سب سے بڑا ولی بزرگ مانتے تھے۔ ان کے عقیدتمند اور جاں نثار تھے۔ اس لئے آپ اکثر اجمیر شریف جایا کرتے تھے اور اپنے مریدین ومعتقدین کو بھی وہاں جانے کی تاکید کیا کرتے تھے۔

تاج الشریعہ حضرت علامہ مولانا مفتی اختر رضا خاں ازہری میاں صاحب قبلہ رقمطراز ہیں:

(بقیہ ص ۱۹ پر..........)

حضور تاج الشریعہ
کشف و کرامات کے آئینے میں

☆ مولانا منصور فریدی ایم اے، چیف ایڈیٹر سہ ماہی فیض الرضا دار العلوم فیض الرضا تالا پارہ بلاسپور ۳۶ گڑھ ☆

مصدر علم وحکمت، پیکر جام الفت، سراج بزم طریقت، تاج الحکمت، نیر برج ولایت، واقف سرّ شریعت، پیر طریقت، وارث علم مصطفیٰ، مظہر علم رضا، میر بزم اصفیا، صاحب زہد وتقویٰ، عاشق شاہ ہدیٰ، غلام خیر الوریٰ، حامل علم نبویہ، سیدی آقائی حضور تاج الشریعہ، حضرت علامہ مولانا مفتی الحاج الشاہ محمد اختر رضا خاں ازہری مدظلہ النورانی اس عظیم حامل شخصیات کا نام ہے جن کی زندگی کے کسی ایک گوشے پر اگر سیر حاصل گفتگو کی جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ ہزاروں صفحات کی ضرورت ہے اور وہ صلاحیت مجھ کم علم میں نہیں البتہ اپنے پیر و مرشد جنہوں نے اپنے دامن کرم میں لیکر مجھ کو قادری رضوی برکاتی بنایا بلکہ میری زندگی میں ایک نئی روشنی دے کر جگنوؤں سے مقابلے کی صلاحیت بھی بخشی، میں آج کچھ حقائق پر مبنی مشاہدات کے حوالے سے کچھ سپرد قرطاس کر رہا ہوں۔

دراصل تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں ازہری ایک ایسا نام ہے اور اس نام میں اتنی برکت اور اپنائیت ہے کہ زمانہ صرف نام سن کر ہی آپ کے اوصاف وکمالات حسنہ کو اپنے ذہن ودل پر ترتیب دینا شروع کر دیتا ہے یہ سب فضل خداوند کریم اور رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خصوصی عنایت اور رحمت بیکراں ہے جس نے حضور علامہ اختر رضا ازہری مدظلہ کو اپنے دامن کرم میں رکھ لیا ہے آپ کے خصوصی امتیازات کچھ اس طرح سے ہیں، آج ہندوستان میں بے شمار فاضل ازہر موجود ہیں، مگر جب بھی لفظ ''ازہری'' بولا گیا یا بولا جاتا ہے یا بولا جائے گا تو پردۂ ذہن پر صرف ایک تصویر ابھرتی ہے صرف ایک شخصیت کا جمال جہاں آرا نگاہوں کے سامنے موجود ہوتا ہے اور وہ حضور علامہ ازہری میاں کی ذات اقدس ہے۔

اسی طرح علمائے اور فضلائے عظام کی ایک فہرست ہے مفتیان کرام کی ایک طویل لسٹ ہے خلفائے سرکار حضور مفتی اعظم وعالم کی بھی ایک طویل فہرست اور معتبر نام نگاہوں کے سامنے ہے، مگر عالم کی بات کی جائے تو علماء کے درمیان آفاقیت کے حامل اگر کسی فرد کو تسلیم کیا جاتا ہے تو دنیائے علم وفن اور دانشوران وقت مفکران ملت انہیں علامہ ازہری میاں کہتے ہیں، درمیان فضلا آپ کی فضیلت مسلم الثبوت ہے، مفتیان کرام کے درمیان آپ کی بات قول فیصل کی حیثیت رکھتی ہے، معتبر اور تاج الشریعہ کے حوالے سے جانے مانے اور پہچانے جاتے ہیں، ان تمام فضائل و کمالات کے درمیان جہاں اپنی ذاتی کوششوں کی شمولیت ہے اس سے کہیں زیادہ اور بے پناہ فضل ربی کی تائید ہے اور تائید غیبی ہی کی برکت ہے کہ آج آسمان علم وفن پر آفتاب و ماہتاب کی مانند درخشاں وتاباں ہیں وہیں شریعت کے راز داں اور طریقت کے پاسباں اس طرح نظر آتے ہیں، کہ مسند شریعت وطریقت پہ بیٹھ کر اپنی ضیابار کرنوں سے لوگوں کے دلوں کو منور و مجلی اور مستفیض و مستنیر فرما رہے ہیں۔

آج پیران عظام کی حالت وکیفیت کچھ اس طرح ہے کہ اپنے حلقہ کی توسیع کے لئے تابڑ توڑ محنتیں اور کوششیں جاری ہیں، اپنے مریدین کی تعداد بڑھانے کی فکریں ہمہ دم دامن گیر ہیں، اگر ہم اس تناظر میں سرکار ازہری میاں مدظلہ کا جائزہ لیں تو پوری دنیا میں تنہا آپ کی شخصیت انفرادی نوعیت کی حامل نظر آتی ہے، جن کے پیچھے زمانہ دوڑ رہا ہے جب کہ اکثر پیروں کے حالات برعکس ہیں آپ جس علاقہ و دیار میں تشریف لے جاتے ہیں اس پورے علاقے کے مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کے ضامن بن جاتے ہیں دراصل اس عہد قحط الرجال میں قدسی صفات بشر کی کمی ہے، اگر کسی میں کچھ خوبی ہے بھی تو وہ انانیت خود نگر کے شکار نظر آتے ہیں، الحمد للہ ثم الحمد للہ ان تمام تر اخلاق سوز حرکات وسکنات اور عادات قبیحہ سے حضور علامہ ازہری میاں مدظلہ کی شخصیت دور اور کوسوں دور نظر آتی ہے۔

آپ اعلائے کلمۃ الحق اور ابطال باطل میں کسی بھی فرد سے رورعایت کبھی نہیں کرتے بلکہ احکام شرع فوراً بیان کردیتے ہیں اور بوقت ضرورت سختی سے عمل پیرا ہونے کی ترغیب بھی دیتے ہیں آپ کی اسی پابندئی شریعت اور اعلائے کلمۃ الحق کا نتیجہ ہے کہ آپ کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا حاصل ہے اور اسی رضائے خداوندی کا ثمرہ ہے کہ کروڑوں کے درمیان آپ کو انفرادیت حاصل ہے، آپ کے اندر صدق مقال کا عالم یہ ہے کہ مظہر صدیقیت کا پرتو نظر آتے ہیں عدل میں فاروقی تیور جہاں نظر آتا ہے، وہیں حیائے عثمانی کا عکس جمیل آپکی شخصیت سے نمایاں ہے تو ایک طرف علم وحکمت میں باب العلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا مظہر اتم نظر آتے ہیں۔

مجھے آج بھی وہ دن یاد ہے جب میں جامعہ فیض العلوم جمشید پور میں زیر تعلیم تھا آپ کی تشریف آوری ''گنبد خضریٰ کانفرنس'' گاندھی میدان میں شرکت کی غرض سے ہوئی تھی اس وقت مسلمانان جمشید پور کی خوشی کا عالم عید کی خوشی سے کم نہیں بھیڑ کے منظر سے ایسا معلوم ہوتا کہ رجال الغیب کی آمد آمد ہے پورا شہر اس جانب دیوانہ وار دوڑ رہا تھا جس جانب سرکار ازہری میاں کی سواری جاتی ان کیفیات سے خالی تو میں بھی نہیں تھا جب حضرت کی سواری دارالعلوم غوثیہ نظامیہ ذاکر نگر کی طرف چلنے لگی تو میں بھی ادھر ہی چل پڑا، حضرت قاری فضل حق عزیزی نے نماز مغرب پڑھانے کی اور دارالعلوم کے معائنہ کی دعوت دی تھی بعد نماز مغرب لوگوں نے حلقہ میں شامل ہونے کی خواہش کا اظہار کیا تو آپ اسی جگہ تشریف فرما ہوگئے حلقۂ ارادت میں شامل ہونے والوں کی تعداد بے شمار تھی، توبہ واستغفار کے بعد اہلسنّت والجماعت پہ قائم رہنے کے قول وقرار کے بعد دعا فرمائی بعدہ مصافحہ کا دور چلا مصافحہ کرنے والوں میں ایک صاحب جن کا نام سلطان احمد تھا جب قریب پہنچے تو حضور علامہ ازہری میاں نے اپنے ایک ہاتھ سے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اب کیا تھا تمام حاضرین کے چہرے کی ہوائیاں اڑی اڑی سی نظر آنے لگیں کہ اب کیا ہوگا پتہ نہیں ان سے کیا غلطی ہوگئی ابھی ہم تمام لوگ اسی کشمکش میں تھے کہ حضرت کا دوسرا ہاتھ سلطان صاحب کے چہرے اور داڑھی کی طرف اٹھا اور نہایت مشفقانہ انداز میں محبت بھرے لہجے سے آپنے فرمایا رخسار سے داڑھی کا بال اتنا نہیں اتارا جاتا یہ بھی داڑھی کے حکم میں ہے اس کو آئندہ تراش خراش نہ کرنا، میں حیرت میں تھا کہ آپ کے جاہ وجلال اور رعب کا یہ عالم کہ زمانہ آپ کے قریب آنے سے گھبراتا ہے، مگر شریعت کا حکم نافذ کرنے کے لئے آپ کا جمال اور آپ کی شفقت کا وہ منظر میں اپنی زندگی کی کسی بھی موڑ پر نہیں بھول سکتا۔

اسی وقت میں نے بھی اپنے ہاتھوں کو آپ کے ہاتھوں دیکر غلامی کا پٹہ گلے ڈالا تھا بیعت سے پہلے کا عالم یہ تھا کہ میں کبھی مائک پر کچھ بولنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا کھڑا

ہوتے ہی پورے بدن پر رعشہ طاری ہوجاتا تھا بولنا کچھ چاہتا تھا اور زبان سے کچھ نکلتا تھا مگر میری قسمت نے آپ کو پاکر خود کو تابناک کرلیا تھا بیعت ہونے کے ٹھیک تیسرے دن میرے ایک دوست نے بضد ہوکر اپنی سسرال کے ایک میلاد میں شرکت کی غرض سے لے گیا اور جب میں نے اپنے پیرومرشد کو تصور میں لاکر تقریر شروع کیا تو اپنی زندگی میں پہلی بار ڈھائی گھنٹے کی تقریر کی اور نہایت کامیاب تقریر ہوئی تب سے اب تک بحمدہٖ تعالیٰ اپنے پیرومرشد کے کرم سے لاکھوں کا مجمع بھی مجھے مرعوب نہیں کرسکتا۔

۱۹۹۵ء دارالعلوم فیض الرضا بلاسپور کا رسم سنگ بنیاد کے لئے حضور تاج الشریعہ تشریف لائے آپ کی تشریف آوری سے قبل حاسدین میں سے کسی نے راستے میں گٹی ڈال دیا تاکہ اس راہ سے گاڑی نہ نکل پائے اور اس طرح سے ہم کامیاب ہوجائیں کہ دارالعلوم کی بنیاد کے لئے علامہ ازہری میاں تشریف نہ لاسکیں مگر جب عزم جواں ہوتا ہے اور بزرگوں کا فیضان جاری ہوتا ہے تو خالد وطارق سا جانباز بھی اللہ بھیج دیتا ہے اور اس سے اپنے دین کا کام لے لیتا ہے اس منظر کو دیکھ کر حضرت مولانا جہانگیر رضا نوری پریشان ہوجاتے ہیں مگر چونکہ آپ عزم وارادہ کے پختہ چٹان ٹھہرے اتنی جلدی ہمت کیسے ہارتے آپ نے مکمل تدبر جہانگیری کو اپناتے ہوئے ایک مزدور سے بات کی کہ اس کو کتنی دیر میں ہٹا سکتے ہو چونکہ گٹی کی تعداد بے شمار تھی یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا کہ ایک دو گھنٹے میں راستہ صاف کیا جاسکتا ہے مگر اس مزدور نے صرف اتنا کہا آپ کے حضرت کے آنے سے پہلے ہم راستہ صاف کردیں گے آپ ادھر کی فکر چھوڑ دیں اور اپنا کام کریں اور اس بندے نے یہ طے کئے بغیر کہ آپ کتنا دیں گے کام شروع کردیا جب حضرت کی گاڑی پہنچی اس سے قبل پورا راستہ فیض الرضا کی رسم سنگ بنیاد کے لئے تشریف لے آئے آپ کی گاڑی کے پیچھے پیچھے حاسدین جو بدنیتی لئے ہوئے آگے بڑھ کر حضرت کو روکنا ہی چاہ رہے تھے کہ مگر آپ کے چہرۂ پرانوار سے عیاں رعب وجلال کی تاب نہ لاسکے اور فوراً الٹے پاؤں لوٹ گئے اور اس طرح سے دارالعلوم فیض الرضا کی بنیاد حضور علامہ ازہری میاں کے مقدس ہاتھوں سے رکھی گئی الحمد للہ آج یہ وہی فیض الرضا اپنے دامن میں ۸۵؍ مہمان رسول کی میزبانی کا شرف حاصل کررہا ہے جہاں سے حفظ وقراءت کے علاوہ درجۂ رابعہ تک کی تعلیم وتربیت کا معقول انتظام ہے۔

کبھی ننھے پرندے جھیل کے اس پار جاتے ہیں
ہے ان کا حوصلہ اکثر یہ میداں مار جاتے ہیں
کبھی کاغذ کی کشتی تیرتی ہے پانی پر
اور اس کے عزم کامل سے سمندر ہار جاتے ہیں

کا مصداق بن گئے اور اس طرح سے ایک دیوانے نے عقل کے پجاری کو مات دیکر عمر بھر کے لئے روتا چھوڑ دیا۔

اسی سفر کا واقعہ ہے کہ محب مکرم حضرت حافظ وقاری محمد صادق حسین فرماتے ہیں کہ میں حضور علامہ ازہری میاں کی خدمت کے لئے معمور تھا اور آپ الحاج غلام سرور کے گھر آرام فرما تھے میں حضرت کے سر میں تیل مالش کررہا تھا اور اپنے مقدر پہ ناز کررہا تھا کہ ایک ذرۂ ناچیز کو فلک کی قدمبوسی کا شرف حاصل ہورہا تھا اچانک میری نگاہ حضور والا کی ہتھیلیوں پہ پڑی میں ایک لمحہ کے لئے ٹھہر گیا آخر یہ کیا ہو رہا ہے میری نگاہیں کیا دیکھ رہی ہیں مجھے یقین نہیں ہورہا ہے، آپ تو گہری نیند میں ہیں پھر آپ کی انگلیاں حرکت میں کیسے ہیں؟ میں نے مولانا عبدالوحید فتحپوری جو اس وقت موجود تھے اور دیگر افراد کو بھی اس جانب متوجہ کیا تمام کے تمام حیرت واستعجاب میں ڈوب گئے تھے، معاملہ یہ ہے کہ آپ کی انگلیاں اس طرح حرکت کررہی تھیں گویا آپ تسبیح پڑھ رہے ہوں اور یہ منظر میں اس وقت تک دیکھتا رہا جب

تک آپ بیدار نہیں ہو گئے ان تمام تر کیفیات کو دیکھنے کے بعد دل پکار اٹھتا ہے کہ ع

سوئے ہیں یہ بظاہر دل ان کا جاگتا ہے

۲۰۰۳ء میں عرس حضور مفتی اعظم کے موقع پر میں دہانو روڈ ممبئی میں ایک سرائے کی بنیاد رکھی جاتی تھی جس میں حضور علامہ ازہری میاں، علامہ سید محب الحق آسوی اور مولانا شعیب رضا مدعو تھے بحیثیت سامع راقم الحروف بھی موجود تھا اچانک دل میں خیال آیا کہ کاش حضور علامہ ازہری میاں کے ساتھ ایک دستر خوان پر بیٹھنے کا موقع مل جاتا تو قسمت سنور جاتی اسی تصور میں غرق قیام گاہ کے دروازہ پر کھڑا تھا میری طرح سیکڑوں مشتاقان دید قلب وجگر فرش راہ کئے ہوئے تھے اچانک دروازہ کھلا اور ایک صاحب نے آواز لگائی منصور فریدی کون ہے اندر آیئے مجھے اس وقت اپنی سماعت پہ یقین نہیں ہو رہا تھا کہ وہ تمہیں ہو جسے آواز دی جارہی ہے مگر دل کہہ رہا تھا ہاں تمہیں ہو اور پھر کیا تھا فرط مسرت سے میری آنکھیں بھیگ چکی تھیں آنسو پوچھتے ہوئے میں اندر گیا سلام و مصافحہ سے سرفراز ہو کر گھنٹوں حضرت کی خدمت میں لگا رہا، آج بھی تصور کرتا ہوں تو اس کیف زا کیفیت سے قلب و روح کو ٹھنڈک کا احساس ہوتا ہے میری تمنا کیا پوری ہوئی میرے اعتقاد کی دنیا نے ایک ٹھوس اور مستحکم قلعے کو گویا تسخیر کرلیا تھا جہاں سے آج بھی تصور شیخ میری رہنمائی کرتا نظر آتا ہے، یہ جتنی باتیں لکھی گئی ہیں حقائق پر مبنی ہیں اس کے علاوہ بھی بے شمار آپ کی کرامتیں اور تصرفات کا ذکر ملتا ہے جس کا احاطہ اس مضمون میں ممکن نہیں رب کریم اپنے لبیب حبیب علیہ السلام کے صدقے وطفیل اس مضمون کو شرف قبولیت کا تمغہ عطا فرمائے اور حضور علامہ ازہری میاں کی عمر اور صحت میں برکتیں عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

☆☆☆

تضمین بر کلام حضور تاج الشریعہ

از: مولانا منصور فریدی ۔ ایم اے ۳۶۰ گڑھ

صف محشر ذرا اعلان میرے مصطفیٰ کردیں
جو دوزخ میں پھنسے ہیں ان کو اب مالک رہا کردیں
گنہ گاروں کی بخشش کا وہ پروانہ بڑھا کردیں
جہاں بانی عطا کردیں بھری جنت ہبہ کردیں
نبی مختار کل ہیں جس کو جو چاہیں عطا کردیں

سخن دانی عطا کردیں ہمیں نغمہ سرا کردیں
ہمارے دل کو پر دیدیں ہواؤں کو ہوا کردیں
وہ ذروں کو اٹھا کر چاند سا مکھڑا عطا کردیں
جہاں میں ان کی چلتی ہے وہ دم میں کیا سے کیا کردیں
زمیں کو آسماں کردیں ثریا کو ثریٰ کردیں

مریض لادوا کی جنبش لب سے دوا کردیں
وہ جس مٹی کو چھوڑالیں اسے خاک شفا کردیں
سکون زندگی دیدیں مصیبت سے رہا کردیں
مری مشکل کو آساں یوں مرے مشکل کشا کردیں
ہراک موج بلا کو میرے مولیٰ نا خدا کردیں

تجلی رخ زیبا سے پیدا آئینہ کردیں
جمال عارض انور سے اپنے آشنا کردیں
لب و دنداں کے جلووں کی چمک سے خوشنما کردیں
منور میری آنکھوں کو مرے شمس الضحیٰ کردیں
غموں کی دھوپ میں وہ سایہ زلف دوتا کردیں

ہماری قوم کے بچوں کا زندہ حوصلہ کردیں
ہر اک پرچم سے اونچا آج پرچم دین کا کردیں
نبی کے عشق کا دنیا کو ایسا رعب جاکر دیں
جہاں میں عام پیغام شہ احمد رضا کردیں
پلٹ کر پیچھے دیکھیں پھر سے تجدید وفا کردیں

مسیحائے دو عالم کا فریدی دیکھ کر تیور
مزاج گردش دوراں بدل جاتا ہے گھبرا کر
نظام زندگی ہے ان کی انگلی کے اشارے پر
مجھے کیا فکر ہو اختر مرے یاور ہیں وہ یاور
بلاؤں کو جو میری خود گرفتار بلا کردیں

☆☆☆

آخری قسط

معلم کائنات ﷺ کی شادیوں کے پاکیزہ مقاصد

از: مولانا تاج محمد خان ازہری جامعۃ البرکات علی گڑھ

سماجی مقاصد:

وفاداری اہم ترین انسانی خصوصیات میں سے ایک ہے۔ دوست کا حق دوستی ادا کرنے کی کوشش کرنا، محسن کے احسان کو یاد رکھنا، خادم کی خدمات کو فراموش نہ کرنا، یہ ایسی خصوصیات ہیں جو انسانیت کا زیور شمار ہوتی ہیں، اسلام وفا کا دین ہے اور اسلام کا پیغمبر وہ عظیم الشان پیغمبر ہے جسے دنیا میں تو کیا قیامت کے روز بھی اپنے غلاموں کی فکر ہوگی۔ حضور نے جب شرک کی ظلمتوں میں نعرۂ توحید بلند کیا تھا اس وقت آپ کی دعوت کو قبول کرنا موت کو دعوت دینے کے مرادف تھا۔ ان مشکل ترین حالات میں بھی کچھ نفوس قدسیہ ایسے تھے جنہوں نے حضور کی دعوت قبول کرنے میں ذرا بھی تامل وتاخیر نہیں کی اور پھر اس کٹھن ترین مشن کے ایک ایک مرحلے پر وہ آپ کے دست وبازو بنے رہے۔ اس راستے میں انہوں نے حضور اور آپ کی دعوت کے لیے جو قربانیاں دیں وہ تاریخ میں جاں نثاری کا ایک زریں باب ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فداکاروں کے اس مقدس قافلے کے سرخیل ہیں اور اس قافلے میں جو نفوس قدسیہ شامل تھے ان میں عمر فاروق، عثمان غنی، حیدر کرار اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم اجمعین جیسی مقدس ہستیوں کے نام آتے ہیں۔ ہجرت کے بعد انصار مدینہ نے حضور کے مشن کے لیے جو قربانیاں دی تھیں، ان کی مثال بھی پیش کرنے سے تاریخ عالم عاجز وقاصر ہے۔

حضور کے غلاموں کی ان جاںنثاریوں کا اصل صلہ تو قیامت کے دن ان کو اللہ تعالی خود عطا فرمائے گا لیکن حضور نے اس دنیا میں بھی ان غلاموں کو نوازنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ انصار کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے حقوق کا خیال رکھنے کی جو تاکید امت کو حضور نے بار بار فرمائی ہے، وہ آپ کی شان پیغمبری کا اظہار ہے۔ اپنے خادموں کو نوازنے کے لیے حضور نے ایک اسلوب یہ اپنایا کہ آپ نے ان کے ساتھ رشتۂ مصاہرت قائم کیا۔ آپ نے حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی صاحبزادیوں کو اپنے نکاح میں لیا۔ حضرت علی اور عثمان غنی رضی اللہ عنہما کے نکاح میں اپنی صاحبزادیاں دیکر ان کے ساتھ رشتۂ مصاہرت قائم کیا، ان غلاموں کے لیے حضور کی اس عطا سے بڑی کسی نعمت کا تصور بھی ناممکن تھا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضور کو اپنے باپ پر ترجیح دی تھی اور حضور کی غلامی کو آزادی اور ناز ونعمت کی زندگی سے بہتر سمجھا تھا اور پھر تبلیغ حق کے کٹھن فریضے میں قدم قدم پر جاں نثاری کے مظاہرے کئے تھے۔ حضور نے اپنی پھوپھی کی بیٹی کا نکاح ان کے ساتھ کر کے ان کی عزت افزائی فرمائی۔

جن لوگوں کے ساتھ حضور نے اپنی شادیوں کے ذریعہ رشتۂ مصاہرت قائم کیا تھا، انہیں بھی اس بات کا علم تھا کہ حضور نے ان کی دلجوئی کی خاطر یہ رشتہ قائم فرمایا ہے۔ وہ اس رشتے کے قیام پر نبی پاک ﷺ کے ممنون واحسان مند تھے۔

حضرت صدیق اکبر کو تو حضور کی غلامی پر ناز تھا۔

انہوں نے حضور کے لیے سب کچھ قربان کردیا تھا،اس کے باوجود ان کے دل میں کبھی یہ خیال پیدا نہیں ہوا تھا کہ انہوں نے حضور کے احسانات کا حق ادا کردیا ہے ۔لیکن حضور نے ان کی ان قربانیوں کو فراموش نہ کیا جو انہوں نے آپ کے مشن کی خاطر دی تھیں ۔آپ اپنے صدیق کے متعلق ان جذبات کا اظہار فرماتے تھے:(ہم پر جس کسی نے کوئی احسان کیا ہے ہم نے اس کا بدلہ چکا دیا ہے،سوائے ابوبکر صدیق کے،کیوں کہ ان کے ہم پر وہ احسانات ہیں جن کا بدلہ انہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہی عطا فرمائے گا۔ مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں پہنچایا جتنا نفع مجھے ابوبکر کے مال سے پہنچا ہے۔میں نے جس کسی کو بھی اسلام کی دعوت دی،اس نے قبول کرنے میں تردد کیا لیکن ابوبکر نے بغیر کسی تردد کے میری دعوت کو قبول کرلیا۔اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر صدیق کو ہی خلیل بناتا۔سنو!تم اس بات سے آگاہ رہو کہ تمہارے نبی خدا کے خلیل ہیں)جس شخص کے متعلق حضور کے دل میں اس قسم کے جذبات تھے،اس کو آپ دنیا میں جو سب سے بڑا معاوضہ عطا کرسکتے تھے،وہ یہ تھا کہ آپ اس کے ساتھ رشتۂ مصاہرت قائم فرماتے۔یہ اعزاز آپ نے اپنے صدیق کو عطا فرمایا اور ان کی صاحبزادی کو اپنی زوجیت میں لے لیا۔

جن نفوس قدسیہ نے دبستان نبوت میں تربیت حاصل کی تھی ان کے درمیان مال و دولت،جاہ وحشمت اور اس قسم کی عارضی چیزوں میں تو باہم مقابلہ ہی نہیں ہوتا تھا البتہ نیکی کے کاموں میں وہ باہم مسابقت ضرور کرتے تھے۔دین اسلام کے لیے حضرت فاروق اعظم کی خدمات کو کون نہیں جانتا۔ان کو صحابہ کرام میں بہت بلند مقام حاصل تھا لیکن انہیں شدت سے اس بات کا احساس تھا کہ وہ نیکیوں میں صدیق اکبر کا مقابلہ نہیں کرسکتے ۔اپنے اس احساس کا انہوں نے کئی بار اظہار بھی فرمایا تھا۔حضور نے جب صدیق اکبر کو اپنے ساتھ رشتۂ مصاہرت میں منسلک کیا تو آپ نے اپنے اس دوسرے مخلص ترین صحابی کو بھی وہ اعزاز عطا فرمانا چاہا جو صدیق اکبر کو عطا فرمایا تھا۔

حضرت فاروق اعظم کی صاحبزادی بیوہ ہوگئیں۔اپنی بیٹی کے مستقبل کے لیے ان کا فکرمند ہونا قدرتی بات تھی۔ حضور نے ان کی بیوہ بیٹی کو اپنی زوجیت میں قبول فرما کر ایک طرف تو ان کی پریشانی دور فرمائی اور دوسری طرف ان کو وہ اعزاز عطا فرمایا جو ان کے لیے حاصل حیات تھا۔جس طرح صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کی صاحبزادیوں کے ساتھ حضور کی شادیوں کے مقاصد میں سے ایک مقصد اپنے غلاموں کی دلجوئی تھا اسی طرح آپ کی دیگر کئی شادیوں میں بھی سماجی مقاصد سرفہرست تھے۔

سیاسی اہداف:

حضور کی شادیوں کے متعدد مقاصد میں سے ایک مقصد دشمنوں کے دل جیتنا،اسلام کے ساتھ ان کی مخالفت کو کم کرنا،قبائل کو اس رشتہ کے ذریعہ اپنے قریب تر کرنا اور اس طرح نور حق کو پھیلانے کے لیے راستہ ہموار کرنا بھی تھا۔ہم یہاں چند مثالیں سپرد قرطاس کرتے ہیں جن سے پتہ چلے گا کہ حضور کی شادیوں کے ذریعہ کتنے سیاسی فوائد حاصل ہوئے۔

☆ بنو مصطلق کا قبیلہ اسلام اور پیغمبر اسلام کی دشمنی میں پیش پیش تھا۔اس قبیلے کا سردار حارث اسلام کا جانی دشمن تھا۔غزوۂ بنی مصطلق میں اس قبیلے کو شکست ہوئی،اور اس قبیلے کے متعدد لوگ مسلمانوں کے ہاتھوں اسیر ہوئے۔ ان قیدیوں میں بنی مصطلق قبیلہ کے سردار حارث کی بیٹی جویریہ بنت حارث بھی تھیں۔انہوں نے اپنے اسیر کنندہ سے مکاتبت کا معاہدہ کیا اور زر مکاتبت ادا کرنے کی خاطر حضور سے مدد کی درخواست کی۔حضور کو جب یہ پتہ چلا کہ یہ سردار قبیلہ کی بیٹی ہیں تو آپ نے ان کے سامنے یہ پیش کش

کی کہ اگر انہیں منظور ہو تو آپ ان کا زر فدیہ ادا کر کے ان کے ساتھ نکاح کر لیں۔ حضرت جویریہ نے حضور کی اس پیش کش کو قبول کر لیا۔ حضور نے ان کا زر مکاتبت ادا کر کے ان کے ساتھ نکاح کر لیا۔ جب مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ حضور نے حضرت جویریہ سے نکاح کر لیا ہے تو انہوں نے بنو مصطلق قبیلے کے تمام اسیروں کو یہ کہہ کر رہا کر دیا کہ یہ لوگ حضور کے سسرالی رشتہ دار ہیں ہمارے لیے مناسب نہیں کہ ان کو اپنی قید میں رکھیں۔ اس طرح آزاد ہونے والے کوئی ایک دو آدمی نہ تھے بلکہ حضرت جویریہ کی برکت سے آزادی کی نعمت تقریباً سو گھرانوں کو حاصل ہوئی۔ بنو مصطلق نے جب حضور کی اس عالی ظرفی اور مسلمانوں کے دلوں میں موجزن حب رسول کے جذبے کا مشاہدہ کیا تو وہ سارا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔

یہ بات معمولی نہیں کی ایک شادی کی برکت سے اسلام کے ایک کٹر دشمن قبیلے نے اسلام اور پیغمبر اسلام کی دشمنی چھوڑ کر حضور کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈال لیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: (فما رأینا امراۃ کانت اعظم برکۃ علی قومھا منھا۔ ہم نے کسی عورت کو نہیں دیکھا جو اپنی قوم کے لیے اس سے زیادہ برکت کا باعث بنی ہو جتنی برکت کا باعث جویریہ اپنی قوم کے لیے بنیں)۔

☆ حی بن اخطب بھی بنو مصطلق کے سردار حارث کی طرح اسلام کا زبردست دشمن تھا۔ اس کی بیٹی صفیہ بنت اخطب غزوۂ خیبر میں مسلمانوں کے ہاتھوں اسیر ہوئی، حضور نے انہیں پاس بلایا اور ان کے سامنے دو صورتیں رکھیں: پہلی صورت یہ تھی کہ وہ اسلام قبول کریں اور آپ انہیں آزاد کر کے اپنی زوجیت کا شرف بخشیں۔ دوسری صورت یہ تھی کہ اگر وہ یہودیت پر قائم رہنا چاہیں تو آپ انہیں آزاد کر دیں اور وہ اپنی قوم کے پاس واپس چلی جائیں۔ انہوں نے اسلام قبول کر کے حضور کی زوجیت میں آنا پسند کیا۔

حضرت صفیہ سے حضور کا نکاح اس لحاظ سے انتہائی مفید تھا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان سے حضور کے نکاح سے قبل یہودی مسلمانوں کے خلاف ہر جنگ میں کسی نہ کسی شکل میں شریک نظر آتے تھے لیکن اس نکاح کے بعد اسلام کی ابتدائی تاریخ میں یہودی کسی جنگ میں مسلمانوں کے مدمقابل نظر نہیں آتے۔

☆ ابوسفیان کی اسلام دشمنی سے کون واقف نہیں۔ قریش کا نشان جنگ ابوسفیان کے گھر میں رہتا تھا۔ جب یہ نشان باہر کھڑا کیا جاتا تو قوم کے ہر فرد پر آبائی ہدایات اور قومی روایات کے اتباع میں لازم ہو جاتا تھا کہ سب کے سب اس جھنڈے کے نیچے فوراً جمع ہو جائیں۔ اسلام کے خلاف اکثر جنگوں میں ابوسفیان ہی نے لشکر قریش کی قیادت کی۔ حضور نے اسلام کے اس کٹر دشمن کی لخت جگر ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان کو اپنی زوجیت میں لے لیا۔ اس رشتہ کا اثر یہ ہوا کہ ابوسفیان کی اسلام دشمنی کا زور ٹوٹ گیا اور بہت جلد وہ اسلام کے جھنڈے تلے اپنی جان کی بازی لگانے کے لیے تیار کھڑے نظر آئے۔ کیا وہ نکاح حضور کی ایک انتہائی کامیاب سیاسی تدبیر نہ تھی؟ جس نے اسلام کے سب سے بڑے دشمن کو اسلام کی صفوں میں لا کھڑا کیا تھا؟ حضور کی تمام شادیوں کے پس منظر میں اسی قسم کے عظیم مقاصد کارفرما تھے۔

اسلام کے نزدیک کسی عام مسلمان کی شادی کا مقصد بھی جنسی خواہشات کی تسکین تک محدود نہیں ہوتا بلکہ ہر شادی کے متعدد مقاصد ہوتے ہیں جن میں سے جنسی خواہش کی جائز اور منظم تسکین بھی ایک مقصد ہے لیکن مسلمان صرف اس ایک مقصد کے لیے شادی نہیں کرتا۔ حضور بھی بحیثیت افضل البشر ہونے کے، انسانی فطرت کے اس تقاضے سے مستثنیٰ نہ تھے لیکن اس مقصد کے لیے آپ کو

ایک سے زیادہ بیویوں کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔اسی لیے پچاس بلکہ پچپن سال کی عمر تک، جواس قسم کی خواہشات کے عروج کا زمانہ ہوتا ہے،آپ نے صرف ایک زوجہ پر اکتفاء کیا۔اس کے بعد آپ نے جو شادیاں کیں ان کے پیچھے تعلیمی،سماجی،تشریعی اور سیاسی مقاصد کارفرما تھے۔ہم یہاں ذیل میں تمام ازواج مطہرات کے متعلق فرداً فرداً کچھ حقائق تحریر کرتے ہیں جن کے مطالعے کے بعد انسان کو ذرہ برابر شک نہیں رہتا کہ ان شادیوں کے مقاصد انتہائی اعلیٰ تھے اور ان شادیوں کی وجہ سے مستشرقین نے حضور پر جو الزامات لگائے ہیں وہ بدنیتی اور علمی خیانت پر مبنی ہیں۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا:

حضرت خدیجہ الکبریٰ وہ خوش نصیب خاتون ہیں جن کے ساتھ حضور نے اپنا عالم شباب گزارا تھا اور ان کے انتقال تک آپ نے کسی دوسری خاتون کو شرف زوجیت بخشنے کے بارے میں کبھی سوچا تک نہ تھا۔جب حضور کے ساتھ ان کی شادی ہوئی،اس وقت ان کی عمر چالیس سال تھی۔وہ اس سے پہلے دو بار بیوہ ہو چکی تھیں اور صاحب اولاد تھیں۔شادی کے وقت حضور کی عمر پچیس سال تھی لیکن عمر اور ازدواجی حالت کا یہ فرق اس مقدس جوڑے کے باہمی جذبات خلوص ومحبت میں حائل نہ ہوسکا۔بعثت کے بعد حضور کی پیغمبرانہ جدوجہد کے ایک ایک مرحلے پر اس شادی کی برکتیں پوری آب وتاب کے ساتھ عیاں نظر آئیں۔ حضور پر جب پہلی وحی نازل ہوئی تھی اور ثقل وحی سے مضطرب ہوکر حضور نے گھر پہنچنے پر اپنے اہل خانہ سے فرمایا تھا: زملونی زملونی یعنی مجھے کمل اوڑھادو؟ تو آپ کی اس محرم راز رفیقۂ حیات نے آپ کی کتاب حیات پر ایک نظر ڈال کر یہ نتیجہ فوراً نکال لیا تھا: ابشر کلا واللہ مایخزیك الله ابدا انك لتصل الرحم وتصدق الحدیث وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق۔آپ کو مبارک ہو! خدا کی قسم اللہ تعالیٰ کبھی آپ کو بے آبرو نہیں کریگا۔آپ قریبی رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرتے ہیں۔حق گوئی سے کام لیتے ہیں۔کمزوروں اور ناتواں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔مفلس اور نادار کو اپنی نیک کمائی سے حصہ دیتے ہیں۔ مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کی وجہ سے کسی پر کوئی مصیبت آجائے تو آپ اس کی دستگیری فرماتے ہیں:

حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی ذکاوت وفطانت اور خلوص وجاں نثاری کے سبب حضور کے دل میں وہ مقام حاصل کیا تھا جو اور کسی کو حاصل نہ ہوا۔جس خاتون کی شان یہ ہو کہ زمانۂ جاہلیت میں بھی قوم اسے عفیفہ وطاہرہ کہہ کر بلاتی ہو۔جس سے خدا بھی راضی ہو اور حبیب خدا بھی راضی ہو،اس خاتون سے شادی کا مقصد محض جنسی خواہش کی تسکین تک محدود قرار دینا پرلے درجے کی بے ذوقی اور انسانی اقدار سے لاعلمی کی دلیل ہے۔

حضرت سودہ بنت زمعہ:

حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تعلق قریش کے قبیلہ بنو عبدشمس سے تھا،جن کی اسلام دشمنی کو مستشرقین خوب جانتے ہیں اور تسلیم بھی کرتے ہیں۔یہ خاتون سکران بن عمرو بن عبدود کے عقد میں تھیں۔انہوں نے اسلام قبول کیا اور پھر ان کی ترغیب پر ان کے شوہر نے بھی اسلام کا طوق اپنے گلے کی زینت بنالیا۔دین کی جو دولت انہیں نصیب ہوئی تھی اس کی حفاظت کے لیے دونوں نے دو بار حبشہ کی طرف ہجرت کی۔حضرت سکران بن عمرو کا انتقال ہو گیا تو حضرت سودہ بے یارومددگار ہوگئیں۔ان حالات میں اگر وہ اپنے قبیلے میں واپس جاتیں تو اہل قبیلہ ان کے لیے زندگی کو اجیر بنادیتے اور دولت دین کی حفاظت ان کے لیے انتہائی مشکل ہوجاتی۔اس وقت ان کی عمر پچپن سال کے قریب تھی۔یہ عمر وہ تھی جس میں اس بات کا امکان بہت کم تھا کہ کوئی شخص ان

کے ساتھ نکاح کرکے ان کو پناہ گاہ فراہم کرتا۔ حضور نے دین کی اس مجاہدہ کے حالات کا جائزہ لیا۔ ان کے ایثار، استقلال اور ثابت قدمی کو دیکھا اور خدا کی اس نیک بندی کو دنیا اور دین کے فتنوں سے بچانے کے لیے، اسے اپنی زوجیت میں لینے کا فیصلہ فرمایا۔ یہ وہ وقت تھا جب حضرت خدیجہ الکبری انتقال فرما چکی تھیں اور حضور نے ابھی کسی دوسری خاتون سے شادی نہیں کی تھی۔ اس طرح حضور نے ان کے ساتھ نکاح کرکے ان کو پناہ گاہ مہیا فرمائی، ان کی قربانیوں اور ثبات واستقلال پر ان کو خراج تحسین پیش کیا، دشمنان دین سے ان کی جان کی بھی حفاظت فرمائی اور ان کے دین کی بھی، اور اپنے اس عمل کے ذریعہ انسانیت اور پیغمبری کی ایک ایسی عظیم الشان مثال قائم کی جس کی تاثیر سے کئی لوگوں نے اسلام قبول کرلیا۔

حضرت عائشہ بنت صدیق :

حضور ﷺ نے اپنی زندگی میں صرف ایک باکرہ خاتون سے نکاح کیا اور وہ خوش نصیب خاتون حضرت صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ ان کو زوجیت رسول کا شرف عطا ہونے کے بڑے بڑے سبب دو تھے: ایک آپ کی ذہانت، فطانت اور پاکبازی اور دوسرا آپ کے والد ماجد کا اسلام اور پیغمبر اسلام کے لئے ایثار۔ حضور نے جن مقاصد کے تحت متعدد خواتین کو شرف زوجیت عطا فرمایا تھا حضرت صدیقہ کے ساتھ نکاح سے وہ تمام مقاصد حاصل ہوئے تھے۔ اس نکاح کے ذریعہ حضور نے اپنے مخلص ترین صحابی کو اسکی جاں نثاریوں کا سب سے بڑا صلہ جو اس دنیا میں ممکن تھا، عطا فرمایا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور کی زوجۂ محترمہ ہونے کی وجہ سے کئی احکام کے نزول کا سبب بنی تھیں جو امت کے لیے رحمت تھے۔ حضرت صدیقہ نے دینی تعلیمات کی اشاعت کے لیے جو خدمات انجام دیں وہ آپ ہی کا حصہ ہیں۔

کون ذی شعور شخص یہ تسلیم کرسکتا ہے کہ پچاس سال سے اوپر کا ایک صاحب اولاد شخص ایک چھ سالہ بچی کے ساتھ محض اپنی خواہشات کی تسکین کی خاطر نکاح کرے؟ حق بات یہ ہے کہ حضور اپنے مخلص ترین صحابی کو شرف مصاہرت عطا کرنا چاہتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ گو بچی تھیں لیکن نگاہ نبوت نے یہ دیکھ لیا تھا کہ اس بچی میں وہ تمام صفات موجود ہیں جو دین اسلام کی ایک قابل فخر معلمہ اور مبلغہ کے لیے ضروری ہیں۔ نگاہ نبوت نے ان کی پاکیزگی فطرت اور ان کی عفت مآبی کا بھی اندازہ لگالیا تھا۔ تاریخ نے ثابت کردیا کہ حضور نے اس رشتے سے جو توقعات وابستہ کی تھیں وہ کماحقہ پوری ہوئی۔

علم میں حضرت عائشہ صدیقہ کا مقام نہ صرف امہات المؤمنین میں بلندترین تھا بلکہ اکثر اکابر صحابہ بھی آپ کے بحر علم سے استفادہ کرتے تھے۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مارأیت امرأة اعلم بطب ولافقه ولاشعر من عائشة میں نے کسی عورت کو طب، فقہ اور شعر کے علوم میں حضرت عائشہ سے بڑھ کر نہیں پایا)۔ حضرت امام زہری فرماتے ہیں: لوجمع علم عائشة الی جمیع امهات المؤمنین وعلم جمیع النساء لكان علم عائشة أفضل ۔ اگر حضرت عائشہ کے مقابلے میں تمام امہات المؤمنین بلکہ تمام عورتوں کے علوم کو رکھا جائے تو حضرت صدیقہ کے علم کا پلہ بھاری نکلے۔ حضرت عائشہ کی اسی علمی شان کو دیکھ کر حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو حکم دیا تھا: (خذوا نصف دینکم عن هذه الحمیراء، اپنے دین کا نصف علم اس حمیراء یعنی حضرت عائشہ سے سیکھو)۔

تیمم کی اجازت حضور کی امت کی خصوصیات میں سے ہے امت کو یہ نعمت حضرت صدیقہ کی وساطت سے عطا ہوئی تھی، اسی لیے حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے حضرت

عائشہ کو مخاطب کر کے کہا تھا: (جزاك الله خيرا مانزل بك امر الا جعل الله لك منه فرجا ومخرجا وجعل للمسلمين بركة ۔ اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، جب بھی آپ کو کوئی مشکل پیش آئی، اللہ تعالیٰ نے خود آپ کے لیے اس مصیبت سے نکلنے کا راستہ پیدا فرمادیا اور وہ مشکل عام مسلمانوں کے لیے باعث برکت بن گئی۔) حضرت عائشہ صدیقہ کی ان گنت خوبیوں کی ایک مختصر سی جھلک سطور بالا میں پیش کی گئی ہے۔ آپ کی یہی خوبیاں تھیں جن کی وجہ سے حضور آپ سے تمام ازواج مطہرات کی نسبت زیادہ محبت فرماتے تھے۔ محبت کے اس فرق کے باوجود آپ تمام ازواج مطہرات کے درمیان عدل قائم رکھتے تھے اور بارگاہ خداوندی میں عرض کرتے تھے: (اللهم هذا قسمي فيما أملك فلا تؤاخذني فيما لا املك. اے اللہ ازواج مطہرات کے درمیان جتنا عدل میرے بس میں ہے وہ تو میں کرتا ہوں، لیکن جو بات میرے بس میں نہیں اس پر میرا مواخذہ نہ فرما)

جب انسان حضرت عائشہ کے علمی کارناموں، آپ کے خلوص اور آپ کی ذکاوت وفطانت کو دیکھتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ نگاہ نبوت نے چھ سال کی عمر میں آپ کا انتخاب کیوں کیا تھا۔ محمد ﷺ جو اللہ کے حبیب ہیں اور حضرت عائشہ جن کی عظمتوں کی ایک جھلک سطور بالا میں پیش کی گئی ہے، ان دو عظیم ہستیوں کے عقد زوجیت کا مقصد کسی سفلی جذبے کو قرار دینا، کسی ایسے شخص کا کام ہی ہوسکتا ہے جسے ذوق کی لطافت سے ذرہ برابر حصہ نہ ملا ہو۔

حضرت حفصہ بنت عمر:

حضور کو جتنی محبت اپنے مشن کے ساتھ تھی اتنی کسی چیز سے نہ تھی اور انسانوں میں سے جو لوگ آپ کے اس مشن کے مخلص کارکن تھے ان سے زیادہ آپ کی نظروں میں کوئی محبوب نہ تھا۔ تمام صحابہ آپ کے مشن کے مخلص سپاہی تھے لیکن صدیق وفاروق اور عثمان وحیدر رضی اللہ عنہم کا اپنا ایک خاص مقام تھا۔ حضرت صدیق وفاروق کے بارے میں حضور نے ارشاد فرمایا تھا: ان الله ايدني من اهل السماء بجبريل وميكائيل ومن اهل الارض بابي بكر وعمر وراهما مقبلين فقال هذان السمع والبصر ۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اہل آسمان میں سے جبریل ومیکائیل اور اہل زمین میں سے صدیق وفاروق کے ذریعہ میری مدد فرمائی ہے۔ آپ نے اپنے ان دونوں صحابیوں کو آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: یہ میرے لیے آنکھ اور کان کے مانند ہیں)۔

یہ لوگ حضور کے اس احسان کو فراموش نہیں کر سکتے تھے کہ آپ نے ان کو کفر وشرک کی گمراہیوں سے نکال کر توحید کی لذتوں سے آشنا کیا۔ وہ حضور کے اس احسان کے بدلے میں آپ کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار تھے۔ ان کے خلوص اور جاں نثاری کو قائم رکھنے کے لئے آپ کو مزید کسی تدبیر کی ضرورت نہ تھی لیکن حضور ایسے آقا نہ تھے جو غلاموں سے صرف خدمت لینا جانتے ہوں اور ان کو نوازنے کی ضرورت محسوس نہ کرتے ہوں۔ آپ نے ان مخلصین کو دل کھول کر نوازا۔ حضرت عائشہ صدیقہ سے نکاح کے بعد حضور کو یہ بات پسند نہ تھی کہ مصاہرت رسول کا جو اعزاز حضرت صدیق اکبر کو عطا ہوا ہے فاروق اعظم اس اعزاز سے محروم رہیں۔ صدیق اکبر کو یہ اعزاز آپ نے ان کی کم سن بچی کو اپنی زوجیت میں قبول کر کے عطا فرمایا تھا اور حضرت فاروق کو یہ اعزاز عطا کرنے کے لیے آپ نے ان کی اس صاحبزادی سے نکاح کر لیا جو بیوہ ہو چکی تھیں۔

حضرت حفصہ کا پہلا نکاح حضرت خنیس بن حذافہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا تھا۔ یہ ایک بہادر جنگجو اور جاں نثار مجاہد تھے۔ اعلائے کلمۃ الحق کے لئے ہر مشکل کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ وہ جنگ بدر

میں شریک ہوئے، بے جگری سے دشمن کا مقابلہ کیا اور بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔ آپ کی زوجہ محترمہ حضرت حفصہ بنت عمر بھی اس جنگ میں زخمیوں کی دیکھ بھال اور مرہم پٹی کی خدمات سرانجام دینے میں مصروف تھیں۔ اپنے سہاگ کو شہادت کا تاج اپنے سر پر سجائے دیکھکر بھی انہوں نے صبر وشکر کے ساتھ اپنا کام جاری رکھا۔ جنگ ختم ہوگئی، حضرت حفصہ کے دل پر جو گزری ہوگی اس کا اندازہ وہی عورت لگا سکتی ہے جس کا سہاگ لٹ جائے۔

حضرت حفصہ پر جو کوہ الم ٹوٹا تھا اس کی ٹیسیں آپ کے والدین کیسے محسوس نہ کرتے۔ حضرت فاروق کو اپنی لخت جگر کے مستقبل کی فکر دامن گیر ہوئی، آپ نے اپنی صاحبزادی کے لیے کفوٗ میں رشتہ تلاش کرنا شروع کردیا۔ لہٰذا اس نکاح کے ذریعہ حضور نے حضرت عمر کی اس فکر کو دور کرنے کی ساتھ ساتھ رشتۂ مصاہرت میں حضرت صدیق اکبر کے برابر کردیا۔ اسلام کی ایک مخلص مجاہدہ جس نے دین کی خاطر میدان بدر میں خدمات سرانجام دیتے ہوئے اپنا سہاگ قربان کردیا تھا۔ اس نکاح کے ذریعہ حضور نے اس مجاہدہ کے زخموں پر مرہم رکھا۔ حضرت عمر کو اپنی لخت جگر کی بیوگی نے جس پریشانی میں مبتلا کررکھا تھا، حضور نے اس نکاح کے ذریعہ انہیں اس پریشانی سے نکالا۔ اور اس بات کی شہادت حضرت جبریل امین نے دی کہ حضرت حفصہ واقعی اس قابل تھیں کہ کاشانۂ نبوی کی زینت بنتیں۔ حضرت جبریل امین نے حضور کے سامنے حضرت حفصہ کی تعریف ان الفاظ میں کی: (فانها قوامه صوامه وانها زوجتك فى الجنة ۔ حضرت حفصہ عبادت میں مشغول رہنے والی اور روزے کی پابند ہیں۔ وہ جنت میں بھی آپ کی بیوی ہیں)۔

حضور کی عمر جب پچپن سال سے زیادہ تھی اس وقت آپ نے اس بیوہ خاتون سے نکاح کیا تھا اور اس نکاح کے ذریعہ بے شمار سماجی مقاصد پورے کیے تھے۔ حضور کے اس مشفقانہ اور حکیمانہ طرز عمل پر آپ کی عظمتوں کو سلام عقیدت پیش نہ کرنا اور اسے آپ کی عظمتوں کو گھٹانے کے لیے استعمال کرنا بدنیتی کی انتہا ہے۔ حضرت حفصہ سے نکاح حضور کو ایک عظیم مدبر مفکر آقا ثابت کرتا ہے نہ کہ ایک جنس پرست انسان۔

حضرت زینب بنت خزیمہ:

آپ کا نکاح اول طفیل سے ہوا تھا۔ اور نکاح ثانی اسلام کے بطل جلیل حضرت عبیدہ بن حارث سے ہوا، جنہوں نے جنگ بدر میں تاریخ وفا کا روشن ترین باب رقم کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا اور حبیب خدا کے زانوئے اقدس پر اپنا رخسار مبارک رکھ کر اپنے سر پر شہادت کا تاج سجایا۔ اس جنگ میں ان کی شریک حیات حضرت زینب بنت خزیمہ بھی مجاہدین اسلام کی خدمت میں مصروف تھیں۔ سہاگ دین کی آن پر قربان ہوگیا لیکن خدا کی یہ بندی زبان پر حرف اف تک نہ لائی۔ اس کے بعد ان کا نکاح حضرت عبداللہ بن جحش سے ہوا۔ جنگ احد میں انہوں نے بھی اپنے سر پر شہادت کا تاج سجایا اور حضرت زینب کو داغ مفارقت دے کر دار آخرت کو سدھار گئے۔ اسلام کی یہ مجاہدہ جس نے حق وباطل کے ابتدائی دو معرکوں میں اپنے دو سرتاج قربان کرکے انتہائی صبر واستقامت کا مظاہرہ کیا تھا، حضور نے ان کے زخموں پر مرہم رکھنے کے لیے ان کو اپنی زوجیت کا شرف عطا فرمایا۔ جب حضور نے ان سے نکاح کیا اس وقت ان کی عمر ساٹھ سال کے قریب تھی، اور نکاح کے بعد وہ بہت کم عرصہ باحیات رہیں۔

اس نکاح کے ذریعہ حضور نے اسلام کے سربکف مجاہدوں کو یقین دہانی کرائی کہ ان کی قربانیاں رائیگاں نہیں جائیں گی۔ خدا کی راہ میں ان کی شہادت کے بعد ان کے اہل وعیال بے یارومددگار نہیں رہنگے بلکہ زندگی کے ہر موڑ پر انہیں اس ہستی کا سایۂ عاطفت حاصل رہے گا جسے رب

قدیر نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔

مستشرقین حضور کی اس شادی کو بھی آپ کی خواہش پرستی کی دلیل قرار دیتے ہیں۔ منصف قارئین خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کیا مستشرقین کے اس الزام کو عقل سلیم تسلیم کر سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

حضرت ام سلمہ:

حضرت ام سلمہ ھند بنت ابی امیہ المخز ومیہ وہ خوش نصیب خاتون ہیں جن کو اللہ تعالی نے اسلام کے راستے میں بے پناہ قربانیاں دینے کی توفیق عطا فرمائی۔ ان کے خاوند ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد حضور کے پھوپھی زاد بھائی تھے اور آپ کے رضائی بھائی بھی۔ دونوں میاں بیوی نے اسلام کی خاطر حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی اور اسلام کی خاطر ہر سختی کو انتہائی صبر سے برداشت کیا تھا۔ غزوۂ احد میں حضرت ابوسلمہ نے اپنی تلوار کے جوہر دکھائے اور ان کی عظیم اہلیہ مجاہدین کی خدمت میں مصروف رہیں۔ اس جنگ میں حضرت ابوسلمہ شدید زخمی ہوئے۔ ان کا یہ زخم تو مندمل ہو گیا لیکن کچھ عرصہ بعد ایک اور مہم کے دوران ان کا پہلا زخم پھر کھل گیا اور وہ جانبر نہ ہو سکے۔ ان کے انتقال کے وقت نبی کریم ان کے پاس موجود تھے۔ ان کے انتقال کے بعد رسول پاک نے خود اپنے دست مبارک سے ان کی آنکھیں بند کی تھیں اور ان کے لیے دعاء مغفرت بھی فرمائی تھی۔

حضرت ابوسلمہ ایک بیوہ اور چار یتیم بچے چھوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ حضرت ام سلمہ کے سر سے خاوند کا سایہ اٹھ گیا تھا اور چار بچوں کی کفالت کا بوجھ ان کے کندھوں پر آ پڑا تھا۔ ایسے حالات میں ایک مشرقی عورت جس کرب والم سے گزرتی ہے اس کا اندازہ شائد وہ اہل مغرب نہ کر سکیں جن کی حکومتیں بچوں کو ان کے والدین کے مظالم سے بچانے کے لیے خصوصی محکمے قائم کرنے پر مجبور ہیں۔ اپنے رضائی بھائی کی بیوہ اور اس کے بچوں کو کسمپرسی کی حالت میں دیکھنا حضور کے شفیق دل پر شاق گزرا اور آپ نے ان کو اپنی رحمۃ للعالمینی کی چادر میں چھپانے کا فیصلہ کر لیا۔ عدت گزرنے کے بعد آپ نے حضرت ام سلمہ کو پیغام نکاح بھیجا لیکن انہوں نے معذرت کی اور اس کے تین سبب بتائے: پہلا سبب یہ بتایا کہ میں معمر ہوں۔ دوسرا یہ کہ میں چار یتیم بچوں کی ماں ہوں اور تیسرا یہ کہ میرے جذبات رقابت بہت شدید ہیں۔ حضور نے انہیں کہلا بھیجا کہ تمہارے یتیم بچوں کو میں اپنے بچوں کی طرح رکھوں گا اور خدا سے دعاء کروں گا کہ تمہارے جذبات رقابت کی شدت کم ہو جائے۔ حضور نے ان کی عمر زیادہ ہونے کی بھی پرواہ نہ کی اور ان سے نکاح کر لیا۔ اس طرح حضور نے اپنے رضائی بھائی کے یتیم بچوں کی کفالت کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھا لیا اور ان کی بیوہ کے اس گہرے زخم پر مرہم رکھا جو انہیں ابوسلمہ جیسے عظیم خاوند کی جدائی سے لگا تھا۔

حضرت ام سلمہ کے ساتھ نکاح کی ان تفصیلات پر غور کرنے والا انسان محسن اعظم ﷺ کی عظمتوں کا معترف ہو جاتا ہے کہ آپ نے اپنے رضائی بھائی اور اپنے مشن کے ایک عظیم مجاہد کی شہادت کے بعد ان کی بیوہ اور بچوں کو بے یار و مددگار نہیں رہنے دیا بلکہ اپنے کاشانۂ اقدس میں انہیں ایک باوقار زندگی گزارنے کا موقع فراہم کیا۔ حضرت ام سلمہ کی حضور کے ساتھ شادی انتہائی نیک مقاصد کے لیے عمل میں آئی تھی۔ کوئی انصاف پسند یہ نہیں کہہ سکتا کہ چار یتیم بچوں کی ماں جو بیوہ اور عمر رسیدہ تھیں، ان کے ساتھ حضور کے نکاح کا مقصد ان کی دلجوئی کے علاوہ کچھ اور تھا۔

حضرت رملہ بنت ابو سفیان:

اسلام لانے سے قبل حضرت ابوسفیان اسلام اور پیغمبر اسلام کے بہت بڑے دشمن تھے۔ کفار مکہ نے اسلام کے خلاف جو جارحانہ کاروائیاں کی تھیں ان میں سے اکثر کی قیادت ابوسفیان کے ہاتھ میں تھی۔ یہ اسلام کا معجزہ تھا کہ

دین کے اس سخت ترین دشمن کی بیٹی حلقہ بگوش اسلام ہوگئی۔

حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان کا نکاح عبیداللہ بن جحش سے ہوا تھا۔ یہ بھی مسلمان ہوگیے تھے۔

ابوسفیان کا قبیلہ حضور کے قبیلے بنوہاشم کا پرانا حریف تھا۔ ابوسفیان اس قبیلے کا سردار تھا۔ حضرت ام حبیبہ کو اپنے باپ کی طرف سے بھی یہ خوف تھا اور اپنے پورے قبیلے کی طرف سے بھی کہ وہ آپ کو دین عزیز سے پھیرنے کے لیے ہر حربہ استعمال کرینگے۔ ان حالات میں حضرت ام حبیبہ اپنے خاوند سمیت حبشہ ہجرت کرگئیں۔ حبشہ میں عبیداللہ بن جحش نے مرتد ہوکر دین عیسائیت قبول کرلیا۔ اس نے حضرت ام حبیبہ کو اپنے ساتھ رکھنے کے لیے بہت منت سماجت کی لیکن آپ نے اس سے برأت کا اظہار کردیا۔

حضرت ام حبیبہ نے دین عزیز کی خاطر اپنے والدین، قبیلہ، گھر، وطن اور خاوند سب کچھ چھوڑ دیا تھا اور اب دیار غیر میں بے یار و مددگار رہ گئی تھیں۔ مکہ واپسی کا وہ خیال بھی نہیں کرسکتی تھیں کیونکہ ان کے والد ابوسفیان اور ان کی والدہ ہندہ اسلام کے سب سے بڑے دشمن تھے۔ ان کے پاس واپس جانے کا مطلب یا تو دین سے ہاتھ دھونا تھا یا جان کی بازی ہارنا۔ حضور کو جب دین کی اس مخلص مجاہدہ کے حالات کا علم ہوا تو آپ نے ان کی بے کسی کو ختم کرنے اور انہیں ان کی قربانیوں کا صلہ دینے کا ارادہ فرمایا۔ آپ نے شاہ حبشہ نجاشی کے ذریعے حضرت ام حبیبہ کو نکاح کا پیغام بھجوایا۔ یہ نوید جانفزا سن کر حضرت ام حبیبہ کے دل کی جو کیفیت ہوگی اس کا اندازہ کوئی دوسرا نہیں لگا سکتا۔ انھوں نے اس پیش کش کو سعادت دارین سمجھ کر قبول کرلیا۔ نجاشی نے حضور کے حکم کے مطابق ان کا نکاح حضور کے ساتھ کردیا اور اپنے پاس سے چار سو دینار بطور مہر ادا کئے۔ نجاشی کی طرف سے جملہ حاضرین کو کھانا کھلایا گیا اور اس نے حضرت ام حبیبہ کو انتہائی عزت و احترام کے ساتھ حضرت شرحبیل بن حسنہ کے ساتھ مدینہ طیبہ روانہ کردیا۔

حضور کے اس نکاح سے نہ صرف ایک مخلص مؤمنہ کی شب غم سحر آشنا ہوئی بلکہ اس سے بے شمار سیاسی فوائد بھی حاصل ہوئے۔ ابوسفیان اور اس کا قبیلہ حضور کو نسب میں اپنا ہم پلہ سمجھتا تھا اس لیے آپ کے ساتھ حضرت ام حبیبہ کے نکاح پر انہیں کوئی اعتراض نہ تھا۔ بلکہ ابوسفیان نے اس نکاح کی خبر سن کر دشمنی کے باوجود، حضور کے ساتھ اس رشتے پر فخر کیا تھا۔ اگر ام حبیبہ دیار غیر میں کسی ایسے مسلمان سے نکاح کرلیتیں جس کو ان کا قبیلہ اپنا ہم پلہ نہ سمجھتا تو ان کی عداوت میں کئی گنا اضافہ ہوجاتا۔ وہ اسلام کے خلاف ایک نئے جوش کے ساتھ حرکت میں آتے لیکن ام حبیبہ کے ساتھ حضور کے نکاح کی وجہ سے ان کی مخالفت کی شدت میں کمی آگئی۔ یہ نکاح سات ہجری میں ہوا تھا، اس کے بعد ابو سفیان اسلام کے خلاف کسی کاروائی کی قیادت کرتے نظر نہیں آئے۔ حضرت ام حبیبہ کے ساتھ حضور کے نکاح نے ان کی مخالفت کے جوش کو ٹھنڈا کردیا۔ اس کے بعد وہ زیادہ عرصہ تک اسلام سے دور نہ رہ سکے اور کلمۂ توحید پڑھکر حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔ اس طرح حضرت ام حبیبہ کے ساتھ حضور کے نکاح نے پہلے کفار مکہ کی اسلام دشمنی کی شدت کو کم کیا، پھر اس نکاح کی برکت سے سردار قریش حلقہ بگوش اسلام ہوگیا اور اس کے نتیجے میں لوگ فوج در فوج دین اسلام میں داخل ہونے لگے۔

اس ازدواج کی ان متعدد برکتوں کو نظرانداز کر کے اس کو منفی زاویے سے دیکھنے کی کوشش وہی بدنصیب کرسکتے ہیں جن کے دل بھی بیمار ہوں، جن کی روحیں بھی بیمار ہوں اور جن کے ضمیر مرچکے ہوں۔ یہ حضور کی دوراندیشی، معاملہ فہمی، غریب نوازی اور رحمت کی دلیل ہے۔

حضرت جویریہ:

حضرت جویریہ اپنے قبیلے کے سردار کی بیٹی اور عرب کی

ایک معزز خاتون تھیں۔ جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھ اسیر ہوئیں تھیں۔ اس زمانے کے عربوں بلکہ ساری دنیا کے دستور کے مطابق جنگی قیدی غلام اور لونڈیاں بنا لیے جاتے تھے اور ان کی خرید وفروخت ہوتی تھی۔ عیسائیت اور یہودیت وغیرہ مذاہب نے اس رسم کو بدلنے کے لیے کچھ نہ کیا تھا۔ حضور ذلت کی پستیوں میں کراہتے ہوے انسانوں کو انسانی عظمتوں سے روشناس کرانے تشریف لائے تھے۔ آپ انسانوں کو انسانوں اور دوسری مخلوق کی بندگی سے آزاد کرا کے خدائے واحد کی بندگی پر جمع کرنے کے لیے تشریف لائے تھے۔ آپ اس لیے تشریف نہیں لائے تھے کہ معزز لوگوں کو ذلت کی پستیوں میں دھکیل دیں۔ قریش مکہ حضور رحمت عالم ﷺ کے خلاف اس لیے برسر پیکار تھے کہ انہیں خوف تھا کہ آپ کی تحریک کی کامیابی کی صورت میں ان کا وقار ختم ہو جائے گا۔ لیکن دنیا جانتی ہے کہ حضور اور آپ کی تحریک کی کامیابی کی وجہ سے ان کو عزت کا وہ بلند مقام ملا تھا جس کا انہوں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔

بنو مصطلق قبیلے کے کئی لوگ اسیر ہو کر غلام بن گئے تھے۔ ان میں سردار کی بیٹی بھی شامل تھی۔ گو وہ لوگ حضور کے کٹر دشمن تھے اور انہوں نے آپ کے مشن کو تباہ کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی تھی، لیکن حضور دنیوی بادشاہ نہ تھے کہ اپنے دشمن کو ذلت کے گڑھے میں دیکھ کر خوش ہوتے بلکہ آپ تو رحمت عالم بنکر تشریف لائے تھے۔ آپ نے ایک ایسی سنت قائم کی جس کے ذریعے شکست خوردہ دشمن کے لیے ذلتوں کے نہیں بلکہ رفعتوں کے راستے کھل گئے۔ آپ نے اس باندی کا زرمکاتبت ادا کیا جو سانحۂ اسیری سے پہلے اپنے قبیلے کی معزز ترین خاتون تھی، پھر آپ نے اس کے ساتھ نکاح کر کے اسے ان رفعتوں پر پہنچا دیا جس کا کبھی اس نے گمان بھی نہ کیا تھا۔ پہلے وہ صرف ایک قبیلے کے لیے محترم تھیں لیکن اس مقدس رشتۂ ازدواج میں منسلک ہونے کے بعد، اب وہ قیامت تک آنے والے تمام مسلمانوں کی ماں تھیں۔ حضور کی اس سنت کے ذریعہ مسلمانوں کو یہ سبق ملا کہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اگر کسی عارضی سبب سے کوئی انسان ذلت کے گڑھے میں گر جائے تو تمہارا کام خوشی کے شادیان بجانا نہیں بلکہ اس بدنصیب انسان کو ذلت کے اس گڑھے سے نکالنے کی کوشش کرنا تمہارا قومی فریضہ ہے۔

اس نکاح کی برکت سے بنو مصطلق قبیلہ کے تمام قیدیوں کو رہائی بھی ملی تھی اور تمام قبیلہ بتوں کی بندگی کا طوق اپنی گردن سے اتار کر خدائے واحد کی بندگی کی طرف مائل بھی ہوا تھا۔ خود حضرت جویریہ پر اس سلوک کا یہ اثر ہوا تھا کہ ان کے والد حضور کی خدمت میں حاضر ہوے اور عرض کی: سردار قوم کی بیٹی کو لونڈی بنانا اچھی بات نہیں اس لیے آپ میری بیٹی کو آزاد کر دیں۔ حضور نے فرمایا: اسے اختیار ہے چاہے تو تمہارے ساتھ چلی جاے اور چاہے تو میرے ساتھ رہے۔ لیکن جب اس نے اپنی لخت جگر سے بات کی تو انہوں نے حضور کی خدمت میں رہنے کو ترجیح دی۔

حضرت جویریہ کو تو حضور کے اس عمل میں آپ کی شان رحمت ورافت جلوہ گر نظر آئی۔ ان کے قبیلے نے بھی اس واقعہ کو حضور کی صداقت کا ناقابل تردید ثبوت سمجھا، لیکن مستشرقین کے نزدیک یہ واقعہ حضور کی خواہش پرستی کی دلیل ہے۔ یہ عجیب قسم کی وکالت ہے کہ جو لوگ بذات خود حضور کے اس عمل سے متاثر ہوے تھے، وہ تو مطمئن تھے، اور حضور کی رحمت وشفقت کے معترف تھے لیکن صدیوں بعد کچھ لوگ ان کے خیراتی وکیل بن بیٹھے ہیں اور وہ اس عمل کی وجہ سے حضور پر ایسے الزامات لگاتے ہیں جن کا ان لوگوں نے خود کبھی تصور بھی نہ کیا تھا۔

حضرت صفیہ بنت اخطب:

حضرت صفیہ کے ساتھ حضور کے نکاح کی حکمتیں بھی بعینہ وہی تھیں جو حضرت جویریہ کے ساتھ نکاح کرتے وقت

پیش نظر تھیں۔ یہ مشہور یہودی قبیلے بنونضیر کے سردار حی بن اخطب کی بیٹی تھیں۔ جنگ خیبر میں اسیر ہوکر لونڈی بنی تھیں، اور اس سے پہلے سالم بن مشکم اور کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح میں رہ چکی تھیں۔ یہ سب یہودیوں کے سردار تھے۔ مسلمانوں نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ صفیہ کے نسبی مقام کا تقاضا ہے کہ آپ خود ان کو اپنی زوجیت میں قبول فرمائیں۔ حضور نے اس تجویز کو پسند فرمایا لیکن پہلے ان کو اختیار دیا کہ اگر تم دین یہودیت پر قائم رہنا چاہو تو میں تمہیں آزاد کردیتا ہوں اور تمہیں تمہارے قبیلے والوں کے پاس واپس بھیج دیتا ہوں اور اگر تم اسلام قبول کرلو تو میں تمہیں آزاد کرکے تمہارے ساتھ نکاح کرنے کے لیے تیار ہوں۔ انہوں نے اپنے آباء واجداد کے دین پر اسلام کو ترجیح دی اور حضور نے انہیں اپنی زوجیت میں قبول فرمالیا۔

حضرت میمونہ بنت حارث الھلالیہ:

حضور کا نکاح ان کے ساتھ سن سات ہجری میں عمرۂ قضاء کے موقع پر ہوا۔ یہ پہلے حویطب بن عبد العزی کے نکاح میں تھیں اور اس کے بعد ان کا نکاح ابورھم بن عبد العزی سے ہوا تھا۔ عمرۂ قضاء کے موقع پر یہ بیوہ ہوچکی تھیں۔ حضور کو ان سے نکاح کی ترغیب آپ کے عم محترم حضرت عباس نے دی تھی۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ ان کی ایک بڑی بہن ام الفضل لبابہ الکبری حضرت عباس کی زوجہ محترمہ تھیں۔ حضرت میمونہ بڑھاپے کی عمر میں بیوہ ہوگئی تھیں اور حضرت عباس ان کی پارسائی اور ان کے ایثار کی وجہ سے انہیں اس قابل سمجھتے تھے کہ وہ حضور کی ازواج مطہرات میں شامل ہوں اور ام المؤمنین ہونے کی سعادت حاصل کریں۔

حضرت میمونہ کے ساتھ نکاح نے کئی لوگوں کو حضور کے ساتھ رشتۂ مصاہرت میں پرودیا تھا۔ عربوں کے نزدیک اس قسم کے تعلقات کی بڑی اہمیت تھی اس لیے ان تعلقات نے اسلام کی اشاعت میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ حضرت میمونہ کی آٹھ بہنیں تھیں جو بڑے اہم لوگوں کی زوجیت میں تھیں۔ ان کی ایک بہن حضرت عباس کی اہلیہ اور دوسری حضرت خالد بن ولید کی والدہ تھیں۔ اسی طرح ان کی دیگر بہنیں بھی بڑے اہم لوگوں کے گھروں میں تھیں۔ اس نکاح کی وجہ سے ان تمام لوگوں کے ساتھ حضور کا رشتہ قائم ہوا جس کے سبب آپ کی دعوت پر بڑے مثبت اثرات مرتب ہوئے۔

درحقیقت اس شادی کا مقصد ایک معمر بیوہ کی دلجوئی اور اس کے رشتہ داروں کے دلوں کو اسلام کی طرف مائل کرنا تھا۔ فریقین کی عمر کے جس حصے میں یہ شادی ہوئی اس عمر میں شادی کے مقصد وہ نہیں ہوتے جو مستشرقین کو نظر آتے ہیں۔

حضرت زینب بنت جحش:

حضور کی اس شادی پر آپ کے زمانے کے یہودیوں، منافقوں اور دیگر دشمنان اسلام کی طرح مستشرقین نے بھی بہت اعتراضات کئے ہیں۔ اس شادی کی اہمیت اتنی زیادہ تھی کہ اس کے اہم پہلوؤں پر قرآن حکیم نے خود روشنی ڈالی ہے۔ حضور کے معاصرین نے اس شادی پر اس لیے اعتراضات کئے تھے کہ حضرت زینب حضرت زید کی مطلقہ تھیں جو حضور کے منہ بولے بیٹے تھے۔ عربوں کے نزدیک منھ بولا بیٹا، حقیقی بیٹے کی ہی حیثیت رکھتا تھا اور ان کے نزدیک متبنی کی مطلقہ کے ساتھ شادی، حقیقی بیٹے کی مطلقہ کے ساتھ شادی کی طرح ہی ناپسندیدہ تھی۔

حضور کو اس شادی کا حکم دیکر اللہ تعالیٰ نے زمانۂ جاہلیت کی ایک نہیں بلکہ کئی ناپسندیدہ رسموں کو توڑا تھا۔ ان رسموں کو توڑنے کے خلاف جس زبردست سماجی ردعمل کا خطرہ تھا، اس کا مقابلہ کرنے کی ذمہ داری پروردگار عالم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے قریب ترین لوگوں کے کندھوں پر ڈالی تھی۔ لیکن مستشرقین نے اپنے دلوں کی آگ ٹھنڈی کرنے کے لیے اس تاریخی واقعے کو افسانوی رنگ دیکر لوگوں کے سامنے پیش کیا، (بقیہ ص ۴۰ پر……………)

مرحبا! حسام رضا

از: عتیق احمد حشمتی شجاع ملک

٦/رجب المرجب تاریخ ہندو پاک اور بنگلہ دیش ولنکا میں چھٹی شریف سے مشہور ومعروف ہے سلطان الہند خواجۂ خواجگان، تاجدار اولیاء، معین الملۃ والدین مجدد دین وملت حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمہ والرضوان کا عرس مقدس ہے، شہر بریلی میں جس کی چہل پہل الگ خصوصیت کی حامل تھی لوگ غریب نوازی فیضان کے حصول کے لئے اپنے حوائج سے فارغ ہوکر غریب نواز کی طرف متوجہ تھے۔ بالخصوص آرام گاہ اعلیٰ حضرت رضا نگر سوداگران کی گلیاں مسکرا رہی تھیں، اور کچھ خاص کیف ومستی میں مست تھیں حضرت تاج الشریعہ مدظلہ العالی کا مکان قمقمے اور رنگ برنگ کے بلب اور دیدہ زیب جھالروں سے مزین تھا، گو سوداگران کی گلیاں، بالخصوص حضرت تاج الشریعہ مدظلہ کا مکان دعوت نظارہ پیش کررہا تھا، ہرگزرنے والے کی نگاہیں سجاوٹوں پر قربان وفدا نظر آرہی تھیں، آج یہاں مسرت وشادمانی کا بازار تھا عقیدت مندان تاج الشریعہ ہار وپھول ہاتھوں میں لئے قطار میں کھڑے تھے، خدمان تاج الشریعہ کے چہروں پر آفتاب وماہتاب قربان ہورہا تھا جیسے کسی کا شدت کے ساتھ انتظار کیا جارہا ہو اور یہ ہار وپھول سے بجی قطار اس پر قربان ونثار ہونے کو تیار ہو اور معاملہ تھا بھی کچھ ایسا ہی کہ جوں ہی عقیدت مندوں کی نظر حضرت تاج الشریعہ مدظلہ کی گاڑی (کوئیلس) پر پڑی تو انتظار ختم اور نئے مہمان کے استقبال کے لئے آگے بڑھے پھر جوں ہی عارف ڈرائیور گاڑی لیکر سوداگران رضا نگر کی گلی میں داخل ہوئے ویسے ہی غلامان تاج الشریعہ نے نعرۂ تکبیر ورسالت کی صدائیں بلند کیں اور پھولوں کی برساتیں برسائیں نیز ایک دوسرے کو مبارکبادی پیش کیں یہ کون تھے جس کی بہار پر فضا قربان ہونے کو تیار تھی یہ کون تھے جس کے استقبال کے لئے عقیدتمندوں کا ہجوم بے قرار نظر آرہا تھا، ہاں یہ ممدوح گرامی ہمارے آقا ومولیٰ حضور تاج الشریعہ بدر الطریقہ علامہ محمد اختر رضا قادری ازہری دام ظلہ العالی کے پوتے اور اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام، مفتی اعظم، مفسر اعظم علیہم الرحمہ کے نبیرہ ہیں جو لبادۂ ہست پہن کر پہلی بار اپنے آباواجداد کے گھر پر تشریف لارہے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد گاڑی تاج الشریعہ مدظلہ کے دروازے سے آلگی اور اس شان کے ساتھ حسام احمد رضا شہزادۂ حضرت علامہ عسجد میاں کو اتار کر گھر کے اندر لے گئے۔

پھر غلامان تاج الشریعہ نے فقراء ومساکین کو عطیات وخیرات سے بھی نوازا اور ان فقراء ومساکین کو حسام احمد رضا کے گھر سے بھی عطیات وخیرات وافر مقدار میں ملے، نیز خدامان تاج الشریعہ کو حسام احمد رضا کی دادی محترمہ حضور امی جان صاحبہ مدظلہا نے انعامات تقسیم کیئے۔ حسام احمد رضا کا استقبال پرجوش انداز میں کیا گیا سبھی عقیدتمندان تاج الشریعہ نے اپنی اپنی خوشی کا اظہار کیا اللہ عزوجل شہزادۂ علامہ عسجد رضا مدظلہ حسام احمد رضا صاحب کو اپنے اجداد کرام کے نقش قدم پر چلائے اور ان کا سچا جانشین بنائے آمین۔

استقبال کرنے میں حضرت مفتی مظفر حسین صاحب

مرکزی دارالافتاء، حضرت مفتی محمد یونس رضا، مولانا محمد عابد خاں نوری، مولانا غلام مرتضیٰ، مولانا عبدالرحیم نشتر فاروقی، مولانا غلام مصطفیٰ، منشی اسرار احمد نائب منشی معین الدین، محمد صابر رضا، عارف رضا، محمد دانش، محمد خورشید رضا، عرفان رضا، قابل ذکر ہیں۔

حسام احمد رضا کی پیدائش کی خبر ملتے ہی میں (شجاع ملک) مٹھائی لیکر پہنچا، حضرت علامہ عسجد رضا مدظلہ العالی وہاں پہلے ہی سے موجود تھے اور شہزادہ کے کان میں اذان و اقامت پڑھ رہے تھے۔ حافظ غلام مرتضیٰ نے نیاز دی اور سب سے پہلے اس خوشی کے موقع پر میں نے اور حافظ غلام مرتضیٰ صاحب نے حضرت علامہ عسجد رضا صاحب کا منہ میٹھا کیا اور مبارکبادی پیش کی۔ مخدوم گرامی نے بھی ہمارا منہ میٹھا کیا اور مبارکبادی قبول فرمائی۔

اس کے بعد میں نے مختلف مقامات پر یاروں، دوستوں کو بذریعہ فون پیدائش کی خوش خبری دی، جنہیں بھی اطلاع دی انہوں نے بے پناہ مسرتوں کا اظہار کیا، اولاً جب میں نے جامعۃ الرضا میں اس کی خبر حضرت علامہ مفتی محمد یونس رضا مونس اویسی صاحب کو دی تو انہوں نے مبارکبادی قبول کرتے ہوئے مبارک بادی مجھے پیش کی اور فون ہی پر نعرۂ تکبیر و رسالت بلند کی پھر انہوں نے حضرت علامہ عسجد رضا مدظلہ کو فون پر مبارکباد دینے کے ساتھ ہی ملاقات کے لئے تشریف لے آئے۔

انہوں نے جامعہ میں اس کے بارے میں نہ صرف بتایا بلکہ اساتذہ کرام کے ساتھ دوسرے دن پانچ رجب المرجب کو تہنیت کی محفل منعقد کی۔ جس میں حضرت علامہ عسجد رضا صاحب مدظلہ شریک ہوئے۔ اس وقت حضرت تاج الشریعہ مدظلہ تبلیغی دورے پر تھے جب بریلی شریف تشریف لائے تو ان کا بھی زوردار استقبال کیا گیا۔ ساتویں روز صاحبزادہ کا ''محمد'' نام پر عقیقہ ہوا۔ اس تقریب میں شاکر صاحب نے شہزادہ کے سر سے بال اتارے عقیدت مندوں نے ان کو نذرانوں سے نوازا بلکہ اس دن حضرت تاج الشریعہ کا کرم جوش پر آیا اور اپنے ملازمین اور موجود عقیدتمندوں کو انعامات سے نوازا، خاندان سمیت معززین شہر نے عقیقہ میں شرکت کی اور شہزادہ کو دعائیں دیں، اللہ تعالیٰ گلشن تاج شریعت کو سلامت رکھے اور اس خانوادہ سے بالخصوص شہزادہ سے دین اسلام کا کام لے آمین آمین آمین بجاہ سید المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلم

☆☆☆

(............بقیہ ص ۳۸ کا)

اور اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دلوں سے حضور کی عظمتوں کے نقوش کو مٹانے کی ناپاک کوشش کی ہے۔

اگر انسان کی نیت میں فتور نہ ہوتو وہ حضور کی ان شادیوں میں آپ کی بے نظیر عظمتوں کا مشاہدہ کرتا ہے لیکن مستشرقین کی نیت اسلام اور پیغمبر کے متعلق لکھتے ہوئے صاف نہیں رہتی۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں حضور کی ان شادیوں میں جنس پرستی کا جذبہ کارفرما نظر آتا ہے۔ اگر بات وہی ہوتی جو مستشرقین کہتے ہیں تو حضور حضرت خدیجہ کے انتقال کے بعد، کسی حسین وجمیل دوشیزہ کو شرف زوجیت عطا فرماتے۔

آپ کا معمر اور بیوہ خواتین کا شرف زوجیت کے لیے منتخب فرمانا اور حضرت صدیقہ کی رخصتی تک کا عرصہ صرف ایک عمر رسیدہ خاتون (سودہ بنت زمعہ) کے ساتھ گزارنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کی ان شادیوں کا ہدف جنسی جذبات کی تسکین نہ تھا بلکہ آپ کے پیش نظر وہ عظیم انسانی مقاصد تھے جن کو صرف وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو انسان ہیں اور وہ بھی سلیم الفطرت انسان۔ (واللہ تعالیٰ اعلیٰ و اعلم)

اسلام کا تصورِ ریاست

﴿قسط یازدہم﴾

از: ڈاکٹر محمد ہارون صاحب کیمبرج، برطانیہ

اس طرح درحقیقت وہ قدیم اسلامی قانون سے جان چھڑاتے ہیں اور اس کی جگہ ریاست کھڑی کرتے ہیں۔ سیاسی جماعت کو مکمل آزادی حاصل ہوتی ہے کہ وہ جو چاہے کرے۔ بنیاد پرستوں کی یہ مطلق العنانیت بلاشبہ کوئی اتفاقی چیز نہیں ہے، ان سب نے براہ راست کمیونسٹوں اور فسطائیوں کی تقلید کی ہے اور خاص طور پر ہٹلر کی جس کی حسن البنا اور مودودی بہت تعریف کرتا ہے۔

بنیاد پرستوں نے حد درجہ کی ناشائستگی کا ارتکاب کیا ہے، انہوں نے ہٹلر ازم میں یہ اضافہ کیا ہے کہ یہ اللہ قادر مطلق کی رحمت ہے۔ انہوں نے اتنی جرأت یہ سوچ کر کی کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہٹلر اور اسٹالن کی طرح قبضہ کرنے اور ظلم کرنے کا اختیار دے گا۔ بلاشبہ یہ کہنا ایک انتہائی غلیظ گستاخی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے خوفناک فعل میں برکت دے۔

بلاشبہ یہ ان گمراہ لوگوں کے سبب سے ہے کہ اسلام بطور ایک مطلق العنان مذہب مشہور ہو گیا ہے اور یہ شہرت اسلام کے لئے کتنی نقصان دہ ہے۔ اسلام کا سارا حسن، اس کا زرخیز ماضی اور تمدن بھلا دیا گیا ہے اور سب لوگوں کے سامنے یہی ہولناک لوگ ہیں۔ اس وجہ سے مجھ سے یہ سوال کیا گیا جو مجھے اس باب کی طرف لے گیا۔ ان گمراہ لوگوں کو اتنے بڑے نقصان کا احساس کرنا چاہئے جو انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کا کیا۔

پوچھنے کے لئے ایک عام سا سوال یہ ہے کہ اسلام کیوں مطلق العنان نہیں؟ ایک حکمراں کے لئے یہ امر کیوں ناممکن ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کو مجبور کرے کہ وہ نیک بن جائیں۔ ہم جس عجلت سے یہ سوال کرتے ہیں اس کا جواب بھی اتنا ہی واضح ہے کیوں کہ ایسا کبھی بھی نہیں ہوا۔

اسلام کی تاریخ ایسے لوگوں سے بھری ہوتی ہے جنہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ نیک ہیں اور ہر فرد کو نیک بنانے کی مہم پر نکلے ہیں۔ لیکن یہ دعویٰ ہمیشہ ناکام ہوا اور وہ بدعنوان بن کر سامنے آئے۔ جب بھی انسانوں پر حکومت کی گئی وہ ہمیشہ ناکام ہوئی۔

ابتدا سے ہی اسلام کی تعمیر اس عقیدے پر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت واجب ہے اور انسان کی حاکمیت بذات خود برائی ہے۔ اسلام ابتدا سے ہی حکمرانوں اور ریاست کے خلاف اٹھنے والی تحریکوں کا مقابلہ کرتا آیا ہے۔ اس کے بجائے اسلام امت کو پہلی ترجیح دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ حکمراں کی تعظیم بت کی طرح نہیں کی جاتی اور امت کو اولیت دی جاتی ہے۔

مسلمانوں کے حقیقی راہنما کبھی بھی حکمراں اور سیاستداں نہیں تھے بلکہ دانا اور پاکیزہ شخصیتیں علماء اور اولیاء تھے۔ شروع دن سے ہی اسلام نے ہمیشہ معاملات کو اس طرح چلایا ہے کہ وہ مطلق العنانیت کی طرف کوئی تحریک بننے سے مجتنب رہیں۔

بنوامیہ، بنوعباس اور بعد کے حکمرانوں کی پوری تاریخ اسی نقطہ نظر سے سمجھی جاسکتی ہے کہ مسلمان ریاست کی پوجا کی کسی بھی تحریک کو مسترد کرتے ہیں اور ریاست کی پوجا ہی بیسویں صدی میں ہٹلر اور اسٹالن کی ہولناکی کا پیش خیمہ بنی۔ قدیم اسلام اس امر میں یقین رکھتا ہے کہ مسلمانوں کو اتنی کم

حکومت کی ضرورت ہے جتنی کہ ممکن ہو زیادہ سے زیادہ آزادی تاکہ وہ اللہ تعالیٰ تک محبت کے ذریعے رسائی حاصل کریں۔ اسلام اس امر پر یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے محبت کرتا ہے اور اسے پسند نہیں کہ زندگی کو ان کے لئے تکلیف دہ بنائے۔

قدیم اسلام اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ کسی بھی حکمراں پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ حکمرانوں کو ہمیشہ علماء اور اولیاء کی نگرانی کی ضرورت ہے جو کہ وہ مسلمانوں کی طرف سے کرتے ہیں۔ اسلام ہر اس تحریک کو شک کی نظر سے دیکھتا ہے جس کے قدم ریاست کی پوجا یا مطلق العنانیت کی طرف اٹھتے ہیں۔ قدیم اسلام کی جو خوبیاں ہم نے بیان کی ہیں ان کی وجہ قانون کے مختلف مکاتب فکر، قبائلی اور نسلی رنگارنگی کی اجازت اور حق رازداری وغیرہ ہیں۔

قدیم اسلام انتہائی مطلق العنانیت کا مخالف ہے اور یہ اس کا ثبوت ہے کہ وہ بالکل سچا ہے اور دوسرے فرقے جھوٹے ہیں۔ اسلام مطلق العنانیت کو مسترد کرنے میں بالکل ٹھیک ہے، مطلق العنانیت کبھی بھی فعال نہیں رہی، یہ اس معاشرے کو تباہ کرتی ہے جس پر اس کی حکمرانی ہو جس طرح ہٹلر نے جرمنی اور اسٹالن نے بالآخر روس کو تباہ کیا۔

بنیاد پرستوں پر خود ہی منکشف ہوجائے گا کہ مطلق العنانیت قابل عمل نہیں رہے گی۔ یہ انہیں اسی طرح تباہ کردے گی جس طرح اس نے ہٹلر اور اسٹالن کو تباہ کیا تھا کیوں کہ ان کی وجہ سے اسلام نفرت کے باعث ختم ہوجائے گا نہ کہ محبت کے سبب، جہاں بھی وہ غالب آئیں گے لوگ اسلام سے بھاگ جائیں گے اور منافقت اختیار کرلیں گے تاکہ بنیاد پرست پولیس برہم نہ ہو۔

آخر کار دوسرے تمام فرقوں کو اپنے خیالات سے دستبردار ہونا اور قدیم اسلام کی طرف لوٹنا پڑے گا۔ میں ان حضرات کو جنہوں نے اس باب کا مطالعہ کیا دعوت دیتا ہوں کہ وہ قدیم اسلام کی طرف آئیں، ریاست کی پوجا اور مطلق العنانیت ترک کردیں۔

مسلمانوں کو قدیم اسلام کی طرف دعوت دینا ایسا کام ہے جو آج کے مسلمانوں پر واجب ہے۔ اس کام کا مقام آغاز رسول اللہ ﷺ سے بہت زیادہ اور بھرپور محبت اور تعظیم ہے۔ ہم یہ چیز امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سیکھ سکتے ہیں۔

اسلامی ریاست کا حقیقی تصور

مسلم سیاست میں کلیدی سوال اسلامی ریاست کا نظریہ ہے۔ اس باب کا مقصد اسی چیز کی وضاحت ہے لیکن قدیم اسلام کے نقطۂ نظر سے باب اس امر کی بھی وضاحت کرے گا کہ یہ نظریہ دیگر فرقوں کے پیش کردہ نظریۂ اسلامی ریاست سے کس طرح مختلف ہے، یہ قدیم اسلامی ریاست کس طرح قائم کی جاسکتی ہے اور اس کے قائم کرنے سے کیا فوائد حاصل ہوسکتے ہیں۔

قدیم ریاست کا اسلامی تصور واپس اسلام کے ابتدائی دنوں کی طرف لے جاتا ہے جو کہ خلافت کے زوال کے بعد چاروں خلفاء راشدین کے وصال کے ساتھ شروع ہوگیا تھا۔ اسلام میں یہ ریاست کا مرکزی تصور تھا اور مغرب کی آمد تک اسی نظریہ نے مسلمان حکومتوں کی راہنمائی کی۔ مسلم ریاستوں کے انہدام کا سلسلہ اٹھارویں صدی کے اختتام سے شروع ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسا تصور ہے جس سے امام غزالی، ابن خلدون اور ابن رشد ایسے عظیم اسلامی مفکر مانوس ہیں۔

اسلامی ریاست کے قدیم تصور کا مرکزی خیال یہ ہے کہ کوئی بھی شخص حکمراں ہوسکتا ہے بشرطیکہ اس پر ٹھیک اسلامی طریقے سے کنٹرول ور پابندیاں عائد ہوں۔ اسلامی ریاست کے قدیم تصور میں حکمراں جو کہ ریاست کا سربراہ ہوتا ہے کوئی بھی ایسا شخص ہوسکتا ہے جو فی الحقیقت اس کا اہل ہو کہ اختیارات اپنے پاس رکھ سکے۔ حکمراں ایک

بادشاہ بھی ہوسکتا ہے اور قبائلی راہنما بھی، وہ ایک کامیاب سپاہی بھی ہوسکتا ہے، وہ ایک جدید سیاستداں بھی، اس کے اختیارات کسی سیاسی جماعت کی قیادت سے اخذ شدہ بھی ہوسکتے ہیں یا الیکشن میں فتح مند ہونے کے باعث بھی۔

سیاسی قوت کے وجود کو قدیم مسلم تصور ریاست میں بالکل ایسے ہی تسلیم کیا گیا ہے جیسے کہ پوری دنیا میں تسلیم کیا جاتا ہے۔ اہمیت کا حامل یہ امر ہے کہ موجودہ سیاسی قوت پہلے تسلیم کی جاتی ہے پھر اس پر اسلام کے بنیادی اصولوں کے مطابق پابندیاں اور کنٹرول کیا جاتا ہے۔ اس تصور کا پہلا اصول ہے کہ مسلمانوں کے اصل راہنما علماء اور اولیاء ہیں۔ ملک کے اندر علماء اور اولیاء پر مشتمل ایک ڈھانچہ ضرور ہونا چاہئے، ان کے پاس نہایت اعلیٰ تعلیمی قابلیت اور آبادی کے اندر ان کا وقار نہایت عمدہ ہونا چاہئے، انہیں اتنی اہلیت کا حامل ہونا چاہئے کہ وہ ریاست کے حکمرانوں کو راہنمائی کرسکیں، ان کا حکمرانوں پر نہایت گہرا اثر و رسوخ ہونا چاہئے۔

انہیں ملک کے تمام اہم اداروں میں مرکزی شخصیت حاصل ہونا چاہئے، سب سے بڑھ کر یہ کہ انہیں ملک کے عدالتی اداروں پر تصرف حاصل ہونا چاہئے، انہیں پورے معاشرے کے اندر پھیل جانا چاہئے اور تعلیمی و سماجی خدمات کے علاوہ دوسرے معاشرتی ادارے چلانے چاہئیں۔ اگر ضروری ہوتو انہیں اس قابل ہونا چاہئے کہ حکمراں کی جاری کردہ غلط پالیسیوں کو روک دیں اور آخر کار انہیں یہ بھی اختیار ہونا چاہئے کہ برے حکمراں کو برطرف کرسکیں۔

دوسرا اصول یہ ہے کہ ریاست میں فرد کی حکمرانی نہیں ہونی چاہئے بلکہ اللہ تعالیٰ کی حکمرانی ہونی چاہئے۔ اس کا مطلب ہے شریعت کی حکمرانی۔ قانون خداوندی کی حکمرانی، علماء حکمرانوں کی راہنمائی کے سلسلے میں صرف عقل کا استعمال ہی نہیں کرتے بلکہ شریعت کو پیش نظر رکھ کر راہنمائی کرتے ہیں۔ وہ اس بات کی تسلی کرتے ہیں کہ ریاست ہر وہ کام شریعت کے مطابق کرنے کی پابند ہے جو وہ کرسکتی ہے۔

تیسرا اصول یہ ہے کہ شریعت کوئی ایسی چیز نہیں ہے جسے کوئی بھی شخص تبدیل کرسکے یا وقت کے ساتھ ساتھ اسے بناتا سنوارتا جائے۔ شریعت کو ایسا ہی ہونا چاہئے اور صرف ایسی ہی شریعت ہوسکتی ہے جیسی کہ قدیم اسلامی شریعت ہے جسے کوئی بھی شخص کسی بھی حوالے سے تبدیل نہیں کرسکتا کیوں کہ اجتہاد کے دروازے بند ہیں۔ یہ شریعت آزاد ہے، مقامی سطح تک منقسم، رحمت اور لچک سے بھرپور نہ کہ کسی ریاست کا جابرانہ قانون۔

شریعت کو زندگی میں علماء لے کر آتے ہیں اور مسلم امت ریاست سے آزاد اور خودمختار ہے۔ قدیم اسلام میں حکمراں پورے معاشرے کو اس طرح نہیں چلاتے جس طرح کہ کمیونسٹ آمر ایک مرکز سے پورا ملک چلاتے ہیں۔ حکمراں پر صرف ایسے مسائل کے حل کے لئے بھروسہ کیا جاتا ہے جہاں طاقت کے استعمال کی ضرورت ہو یا کسی فساد کو ختم کرنا ہو مثلاً بیرونی دنیا سے دفاع یا اندرونی نگرانی۔ حکمراں فوج اور پولیس کو کنٹرول کرتا ہے اور شریعت کے مطابق امت اور مسلمانوں کا دفاع کرتا ہے۔

مسلم معاشرہ دیگر تمام معاملات خود ہی چلاتا ہے۔ مسلمان اور ان کے عمائدین، علماء اور اولیاء خود ہی تعلیم، سماجی خدمات، بہبود، غریبوں کی امداد اور صحت وغیرہ کے شعبے منظم کرتے ہیں۔ شرعی عدالت مقامی علماء چلاتے ہیں اور مسلمان کوئی سماجی تنظیم قائم کرنا چاہیں تو علماء اسے سند جواز فراہم کرتے ہیں۔ اس طرح قصبے اور دیہات اپنی قیادت کے ذریعے خود بخود چلتے ہیں اور جب بھی ضرورت پڑے تو شرعی عدالت کے ذریعے اپنے تنازعات کا اندراج کراتے ہیں اور قانونی چارہ جوئی کرتے ہیں۔

☆☆☆

(بقیہ انشاء اللہ اگلے شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں)

خراج عقیدت

در شان: حضور تاج الشریعہ
مدظلہ العالی

وارث علم رضا ہیں سیدی اختر رضا
میر بزم اصفیا ہیں سیدی اختر رضا
سچ اگر پوچھو تو کہدوں اس صدی میں دوستو
مصطفیٰ کا معجزہ ہیں سیدی اختر رضا
چاند بھی حیرت سے جن کو دیکھتا ہے اک نظر
خوشنما وہ آئینہ ہیں سیدی اختر رضا
ان کو نسبت ہے رضا سے غوث سے حسنین سے
واسطہ ہی واسطہ ہیں سیدی اختر رضا
آپ سب کی نالہ و فریاد سنتے ہیں حضور
ڈالئے ہم پر نگاہیں سیدی اختر رضا
جانشین اعلیٰ حضرت صدر بزم سنیت
سیدی اختر رضا ہیں سیدی اختر رضا
ماہ و انجم جس جگہ سے بھیک لیتے ہیں سدا
آئینے کی وہ ضیا ہیں سیدی اختر رضا
سلسلہ در سلسلہ سب منسلک ہیں آپ سے
فیض یابی کی دعا ہیں سیدی اختر رضا
اک نظر سے ذہن و دل ایمان و عرفاں سے بھریں
مظہر صدق وصفا ہیں سیدی اختر رضا
مفتی اعظم کی سیرت کا فریدی بے مثال
آئینہ ہی آئینہ ہیں سیدی اختر رضا

منصور فریدی ایم،اے تالاپارہ بلاسپور ۳۶ گڑھ

در شان حضور رئیس الاتقیاء
مدظلہ العالی

اہل سنن کے پیشوا سید اویس مصطفیٰ
ہم عاشقوں کے رہنما سید اویس مصطفیٰ
گلزار صغروی کے ہو دلکش حسین پھول تم
خوشبو تمہاری دلربا سید اویس مصطفیٰ
برسات عطر و نور کی ہونے لگی ہے ہر طرف
آئے جو بزم میں شہا سید اویس مصطفیٰ
مجھ کو کسی بھی بات کا خوف و خطر نہیں ذرا
میرے ہیں آپ آسرا سید اویس مصطفیٰ
آیا ہوں آقا لے کے میں دل میں بہت سی حسرتیں
کر دیجئے میرا بھلا سید اویس مصطفیٰ
بےچینی دور ہو گئی دل کو سکون مل گیا
جس دم لبوں پہ آگیا سید اویس مصطفیٰ
سن لے شہیر خالدی درکار ہے جو عافیت
ہر دم رہے یہی صدا سید اویس مصطفیٰ

شہیر خالدی رضوی کھیروی سیدواڑہ کھیری، یوپی

اخبار و مراسلات

جامعۃ الرضا کے اساتذہ کرام و طلبائے عظام نے ناظم جامعہ علامہ عسجد رضا صاحب کو تہنیت پیش کی

۴؍رجب المرجب کو جامعہ میں حسب معمول ایک بجے چھٹی ہوئی اساتذہ وطلبہ کھانے کے بعد اپنے اپنے قیام گاہوں پر تشریف لے گئے ٹھیک پونے دو بجے حضرت مولانا مفتی یونس رضا صاحب کے پاس جناب شفیق احمد حشمتی (شجاع ملک) صاحب کا فون پہنچا کہ آپ چچا بن گئے بھتیجا تشریف لے آیا سنتے ہی مفتی صاحب نے نعرۂ تکبیر ورسالت بلند کی لوگ حیرت میں پڑ گئے کہ فون پر نعرہ؟ مفتی صاحب نے اس کے بعد بتایا کہ آج شہزادۂ تاج الشریعہ علامہ عسجد رضا صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا فرمایا ہے، پھر پورے جامعہ میں خوشی کا سماں بندھ گیا اور اساتذہ وطلبہ ایک دوسرے کو مبارکبادی پیش کرنے لگے۔

پھر اساتذہ نے دوسرے دن جامعہ میں ''تہنیت'' کا پروگرام رکھ لیا جس میں حضرت علامہ عسجد رضا مدظلہ کو دعوت پیش کی گئی آپ نے قبول فرمائی اور بروز بدھ بعد انٹرول محفل تہنیت کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا پھر طلبہ نعت خوانی کرتے رہے کچھ دیر کے بعد شہزادۂ تاج الشریعہ جامعہ تشریف لے آئے ۔اساتذہ وطلبہ نے گل پوشی کی پھر علامہ حسن رضا کانفرنس ہال میں نعرۂ تکبیر و رسالت کی گونج میں آئے، اس وقت جامعۃ الرضا کے مدرسین لڑکوں سے خطاب کر رہے تھے انہوں نے تقریر ختم کی پھر حضرت مولانا مفتی یونس رضا اویسی کھڑے ہوئے اور ایمان افروز تقریر فرمائی اور اس میں یہ ذکر فرمایا کہ حضرت علامہ عسجد رضا مدظلہ کے دادا مفسر اعظم ہند بھی چار شہزادیوں کے بعد پیدا ہوئے تھے۔

مفتی صاحب نے حیات اعلیٰ حضرت مصنفہ ملک العلماء حضرت علامہ ظفر الدین فاضل بہار علیہ الرحمہ کے حوالے سے وہ واقعہ بھی بیان فرمایا اس کے بعد شہزادۂ تاج الشریعہ کو مدعو کیا شہزادۂ تاج الشریعہ نے ایک جامع اور پرمسرت خطاب سے اپنی خوشی کا اظہار فرمایا اور اس تہنیت نامہ پیش کئے جانے پر اساتذہ وطلبہ کا شکریہ ادا کیا۔ پھر محفل صلوۃ وسلام اور حضرت مفتی محمد یونس رضا صاحب کی دعا پر اختتام پذیر ہوئی۔

من جانب: جملہ طلبائے جامعۃ الرضا بریلی شریف یو پی

سرزمین جھارکھنڈ مرشد عالم جانشین مفتی اعظم کے قدم میمنت لزوم سے سرفراز ہوئی۔

عرصۂ دراز کے بعد ہم مسلمانان اہل جھارکھنڈ کی خوشیوں کی انتہا نہ رہی کہ قاضی القضاۃ شہزادۂ اعلیٰ حضرت تاج الشریعہ بدرالطریقہ پیر عالم جانشین مفتی اعظم علامہ اختر رضا قادری ازہری دام ظلہ علینا نے جھارکھنڈ کو ایک تاریخ گھاٹو کی مسجد کے افتتاح کے لئے عنایت فرمادی ہے زور وشور سے گھاٹو والوں نے تیاریاں شروع کر دی، ۱۲؍جولائی بروز ہفتہ حضرت تشریف لائیں گے مگر کسی وجہ سے بروز جمعہ شب ہفتہ کو تشریف لائے اور ساتھ میں ان کے داماد سیاح ایشیاء و یورپ حضرت علامہ مفتی شعیب رضا صاحب اور ممتاز العلماء، فخر جھارکھنڈ حضرت مولانا مفتی محمد یونس رضا مونس اویسی نائب صدر المدرسین جامعۃ الرضا بریلی شریف، بانی و ناظم جامعہ شہید شیخ بھکاری رضا نگر سانڈی رانچی جھارکھنڈ تھے، یہ حضرت مفتی صاحب ہی کی کوشش کا نتیجہ وثمرہ تھا کہ حضرت دام ظلہ کے قدم یہاں پہنچے۔

احاطہ شمار سے باہر لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا مجمع تھا اور لوگ

دیدار تاج الشریعہ کے لئے بے چین تھے حضرت رات ۱۲ ربجے مسجد تشریف لے گئے اور مسجد کا افتتاح فرمایا اور پھر اسٹیج پر گئے اور وہاں عورتوں و مردوں کو داخلہ سلسلہ فرمایا اور چونکہ طبیعت علیل تھی اس وجہ سے قیامگاہ پر تشریف لے گئے، وہاں میزبان جناب حیدر علی صاحب و نور عالم صاحب اور کچھ معزز مسلمانان گھاٹو تھے۔ انہوں نے ۳ ربجے رات کو حضرت تاج الشریعہ نعرۂ تکبیر و رسالت کی گونج میں الوداع کیا۔ رانچی ایئرپورٹ صبح ۷ ربجے کی فلائٹ سے کلکتہ روانہ ہوئے اور پھر وہاں سے دہلی اور دہلی سے بریلی آ گئے۔ اس جلسہ کی تفصیل اور لوگوں کی عقیدتوں کا بیان انشاء اللہ جلد ہی مرتب کر کے قارئین کے حوالے کروں گا۔

(مفتی) عبدالقدوس اویسی
خادم جامعہ شہید شیخ بھکاری رانچی

۳۶ گڑھ مسلم تیلی جماعت کا ایک اہم فیصلہ:

تاریخ ۲۴ رفروری ۲۰۰۸ء کو درگ میں چھتیس گڑھ مسلم تیلی جماعت کی میٹنگ بلائی گئی، جس میں جماعت کے لوگوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ میٹنگ میں صرف ایک ایجنڈا گستاخان رسول پر غور کرنے کے لئے رکھا گیا۔ حاضرین برادری نے ایجنڈا کے مطابق ایمان وعقیدہ کے تحفظ پر اپنی اپنی رائے پیش کی اور سبھی لوگوں نے تسلیم کیا کہ ہمارے بیچ بدعقیدہ و گستاخان رسول کے پیروکار (ماننے والے) آپسی میل جول، بھائی چارہ ورشتہ داری کا فائدہ اٹھا کر ایمان وعقیدہ پر ڈاکہ ڈال رہے ہیں۔ لہٰذا ایسے نازک حالات میں اپنے ایمان وعقیدہ کو بچانے کے لئے کوئی ٹھوس قدم اٹھانا نہایت ضروری ہو گیا ہے، ایسی صورت حال میں ان لوگوں سے میل جول بند کر کے ان سے رشتہ داری ختم کریں اور ان کا مکمل بائیکاٹ کریں۔ جازم پر انہیں عزت نہیں دی جائے، تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد نیچے لکھا ہوا فیصلہ سنایا گیا جس کی تمام لوگوں نے پرزور تائید کی۔

فیصلہ:

۱- دیوبندی، وہابی، جماعت اسلامی، تبلیغی، غیر مقلد، قادیانی یہ سب باطل فرقے ہیں ان کے بانی اسماعیل دہلوی، قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، اشرف علی تھانوی، خلیل احمد انبیٹھوی یہ سب گستاخ رسول ہیں۔ ان پر امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ نے حرمین شریفین کے فتوی کے مطابق کافر بتایا ہے۔ ان کی تقلید (ماننے والے) کرنے والے گستاخ رسول ہیں، ان کا بائیکاٹ کریں۔ ان لوگوں سے رشتہ داری نہ کریں۔ جو رشتے پہلے ہو چکے ہیں انہیں سمجھائیں کہ توبہ کر کے وہ اپنی عاقبت سنوار لیں۔

۲- کسی دوسری جگہ رشتہ داری کرنے سے پہلے خوب اچھی طرح ان کے ایمان وعقیدہ کی معلومات حاصل کر لیں، اگر عقیدہ خراب ہے تو ایسے گستاخ رسول سے ہرگز رشتہ داری نہ کریں۔ بستی والوں کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ جانکاری کے بعد ہی لگن (شادی) کی تاریخ دیں یا لیں، ورنہ برادری کو قصوروار مانا جائے گا۔ ایسے لوگ جن کی رشتہ داری ہو چکی ہے وہ آتے ہیں تو جازم پر کوئی عزت نہیں دی جائے گی۔

۳- لڑکے، لڑکیوں کے لگن، شادی، رخصتی، بچوں کے عقیقہ اور چہلم کی فاتحہ کے ہر کھیت پر تحریری نوٹ کرنا ہوگا دیوبندی، وہابی، تبلیغی جماعت اور جماعت اسلامی وغیرہ کو شرکت کی قطعی اجازت نہیں ہوگی۔ یہ دعوت نامہ چاہے برادری والوں کو دیں یا غیر برادری والوں کو اوپر نوٹ لکھنا ضروری اور لازمی ہے۔ اس کی خلاف ورزی کرنے والا برادری کا قصوروار ہوگا۔ بغیر نوٹ لکھا ہوا دعوت نامہ بھیجنے والوں کو بغیر شنوائی کئے ہوئے دعوت نامہ کے کھیت کے ثبوت پر ہلا پاڑ (برادری سے باہر) کیا جائے گا۔

۴- ۳۶ رگڑھ تیلی ترپن گوت زون (علاقہ) نے شامل برادری کے ہر فرد کو ۳۰ راپریل ۲۰۰۸ء تک اپنے آپ کو سنی صحیح العقیدہ ہونے کا ثبوت تحریری حلف نامہ کے ذریعہ دینا ہوگا اور

یہ ہر بستی والوں کی ذمہ داری ہوگی کہ اپنی بستی کے ہر فرد سے حلف نامہ لیں اور اس کی تصدیق کرکے رائے پور میں جمع کریں۔

۵- تمام برادری والوں سے التجا ہے کہ سنت وشریعت پر عمل کریں، نماز اور دوسرے اسلامی احکام کی پابندی کرنے کی دعوت دیں۔ فقط والسلام

سکل پنچ

بحکم حاضرہ جماعت تیلی ترین گوت، ۳۶رگڑھ

نوٹ: اس میں کچھ ایسے الفاظ ہیں جو صرف تیلی برادری ہی کے لوگ استعمال کرتے اور سمجھتے ہیں۔

خصوصی نوٹ: مسلم تیلی جماعت نے اپنے عقیدہ کے تحفظ کے لئے جو فیصلہ لیا ہے وہ نہایت اہم ہے جماعت اہل سنت سے تعلق رکھنے والے ہر برادری کے لئے ضروری ہے کہ اس فیصلہ کا نہ صرف خیر مقدم کریں بلکہ اپنے حلقۂ اثر میں نافذ بھی کریں، تاکہ سنیت کی خوب اشاعت ہوسکے، مہربانی کرکے اس پوسٹر کو اپنے رسالہ میں نمایاں جگہ شائع کریں۔

۷۸۶/۹۲

ماہر علم وفن، رونق انجمن خلیفہ حضور سید اویس مصطفیٰ وحضور ازہری میاں صاحب قبلہ، مدیر اعلیٰ ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف حضرت علامہ مولانا مفتی محمد یونس رضا مونس اویسی صاحب

السلام علیکم

ماہنامہ سنی دنیا اپنی مثال آپ ہے، ماشاء اللہ مضامین بہت خوب اور معیاری ہوتے ہیں تصوفانہ مضامین میں بھرپور ادب کی آمیزش لائق تحسین ہے جو سنی دنیا کے اندر ملتی ہے۔

سرکار سید اویس مصطفیٰ صاحب صغروی زیدی الواسطی بلگرامی دامت برکاتہم العالیہ کی شان میں کچھ اشعار ہوگئے ہیں ماہنامہ سنی دنیا کے لئے ارسال خدمت ہیں قبول فرمالیجئے، نوازش ہوگی۔ ہاں اور دوسری گذارش یہ ہے کہ ماہنامہ سنی دنیا کا مجھے بھی ممبر بنا لیجئے، انشاء اللہ آپ کو سالانہ ممبری فیس ارسال کردوں گا۔

شہیر رضوی کھیروی

سیدواڑہ کھیری یوپی پن: ۲۶۲۷۰۲

تعلیمی جدید کاری و مدارس

سینٹرل گورنمنٹ کی جانب سے جاری شکچھا آدھونکی کرن یوجنا (تعلیمی جدید کاری اسکیم) کے تحت ۱۹۹۴ء سے ایک استاذ کی منظوری ایسے مکاتب اور مدارس کے لئے کی گئی تھی جو عربی، اردو، فارسی، قاعدہ وغیرہ کی تعلیم کے ساتھ پرائمری تک کی تعلیم کا انتظام بغیر فیس کے کرتے رہے ہیں، اسی اسکیم کو توسیع دیتے ہوئے سرکار نے درجہ تحتانیہ (پرائمری) کے لئے دو استاذ اور درجہ فوقانیہ (جونیئر) کے لئے دو استاذ کی منظوری فکس وظیفہ کی بنیاد پر کیا ہے۔

اس اسکیم میں مدارس اور مکاتب کی آڑ میں پرائیویٹ اور پبلک اسکول جو موٹی موٹی فیس لے کر نرسری (.L.K.G) (U.K.G) وغیرہ کی طرز کی ہائی پروفائل تعلیم دیتے ہیں وہ بھی اس اسکیم کے تحت ضلع کے افسران سے تال میل کرکے چار چار اساتذہ کی گرانٹ کی منظوری حاصل کرکے اپنے اپنے لواحقین کے نام رقم حاصل کررہے ہیں، جس سے سرکاری پالیسی کے تحت مدرسوں اور مکتبوں کے لئے آدھونک مضمون ٹیچر کے ذریعہ حساب، سائنس، انگریزی، تاریخ وغیرہ جیسے مضمون سے روشناس کرانے کی مہم تقسیم ہوکر انگریزی میڈیم اسکولوں، کانوینٹ اسکولوں، مانٹیسری اسکولوں میں پہنچ رہی ہے، جو مدارس کی ترقی کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ بن رہی ہے اس مسئلہ پر قوم کے ذمہ دار حضرات اور سرکاری ایجنسیاں توجہ دے کر مدرسہ شکچھا آدھونک کی کرن یوجنا کا صحیح فائدہ صرف مدارس اور مکاتب کو دلانے کی سعی کریں، تاکہ قوم وملت کے بچوں، بچیوں کو اس کا فائدہ حاصل ہوسکے۔

شکیل انور

طیبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی

جامعۃ الرضا بریلی شریف میں داخلہ لیں اور مستقبل کو روشن اور تابناک بنائیں

درس نظامی اور عصری علوم کی بہترین آمیزش ☆ آیئے اور اپنے خوابوں کو شرمندہ تعبیر کیجئے

شعبۂ جات:

تخصص فی الفقہ
درس نظامی (اعدادیہ تا فضیلت)
التحفیظ
التجوید
عصری علوم (انگریزی، ہندی، ریاضی وسائنس)
کمپیوٹر سائنس

سہولتیں:

کمپیوٹر کی تعلیم سبھی کے لئے مفت
دارالاقامہ مفت
کوئی تعلیمی فیس نہیں
مطبخ
تاج الشریعہ لائبریری
مفسر اعظم لائبریری
جنریٹر کی سہولت
وسیع وعریض کھیل کا میدان

سرگرمیاں:

بزم ازہری
اللجنۃ العربیہ
مباحثہ ومحادثہ
امتحانات
ماہانہ امتحان
ششماہی امتحان
سالانہ امتحان

داخلہ کیسے لیں:

امتحان داخلہ فارم جامعہ کے دفتر سے حاصل کریں یا ڈاک یا انٹرنیٹ کے ذریعہ بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

www.hazrat.org

اہم تاریخیں:

اجرا امتحان داخلہ فارم: یکم رمضان المبارک
فارم جمع کرنے کی آخری تاریخ: ۸/شوال المکرم
امتحان داخلہ کی تاریخ: ۱۱/شوال المکرم

کسی طرح کی مزید معلومات کے لئے رابطہ کریں

0581-3291453, 2561561

Email:-jamiaturraza@gmail.com

Come & Insure Your Dreem

Best combenation of darse Nezami & Modern Education

Facileties

Research in Fiqh
Darse-e-Nezami
Tajweed
Tahfeez
Computer Education
Hostel
Mess
Tajushshariya Library
Mufassir-e-Azam Library
Power Backup 24 hour's
Play Ground

The Monthly
SUNNI DUNIA BAREILLY

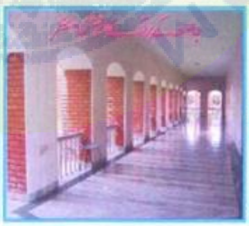
Regd. No. 17(82) Vol-2 Annual Subscription Rs.(150) Per Copy (15) Regd. PO. No. BR/211/2008









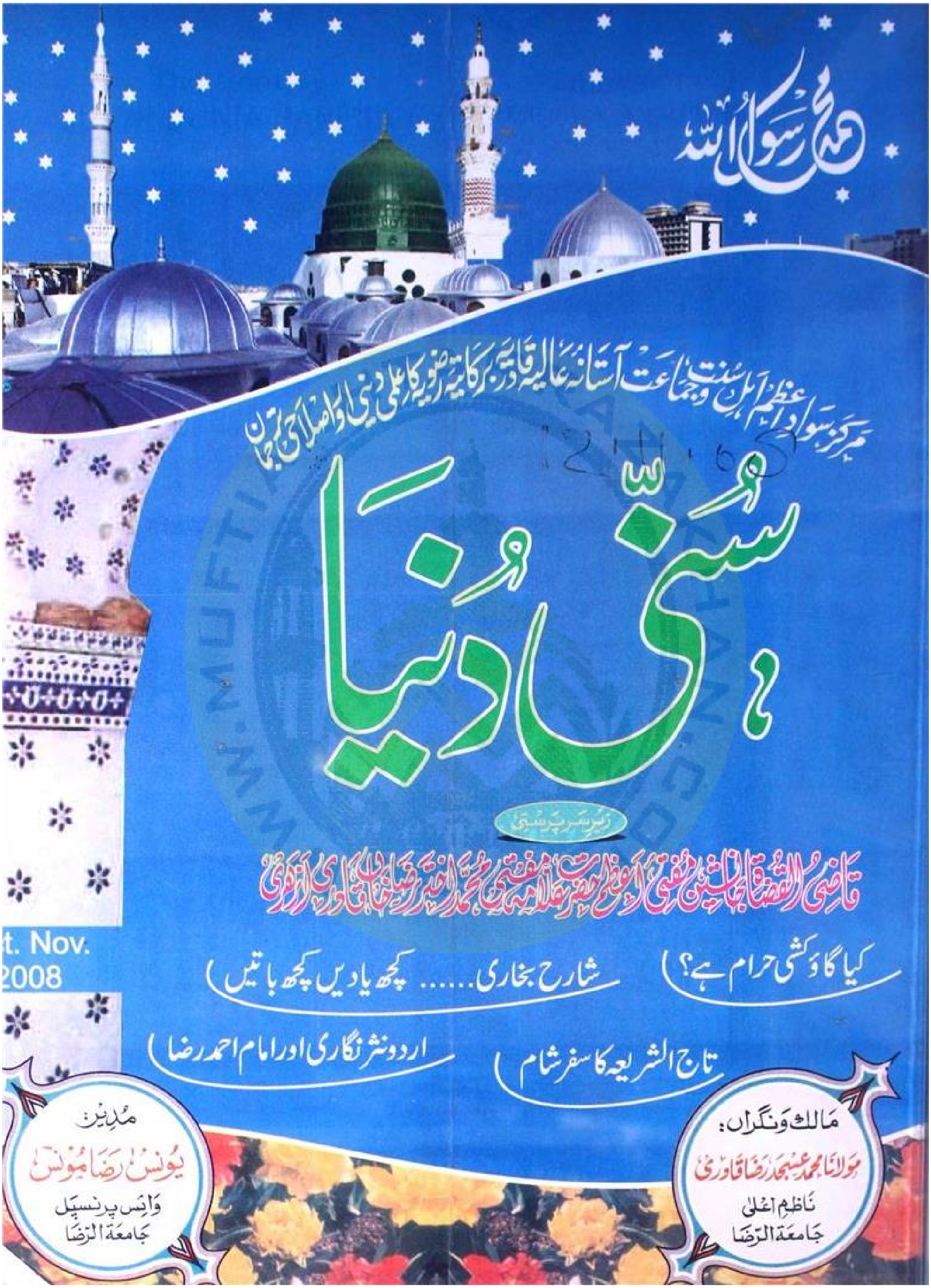




Under Management | باہتمام

IMAM AHMAD RAZA TRUST
82, Saudagaran,
Bareilly Shareef (U.P.)

امام احمد رضا ٹرسٹ
۸۲ سوداگران، بریلی شریف (یوپی)


محمد رسول اللہ
مرکز سواد اعظم اہل سنت وجماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی واصلاحی ترجمان
سنی دنیا
زیر سرپرستی
قاضی القضاۃ جانشین مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری
t. Nov.
2008
کیا گاؤکشی حرام ہے؟
شارح بخاری...... کچھ یادیں کچھ باتیں
تاج الشریعہ کا سفر شام
اردو نثر نگاری اور امام احمد رضا
مالک ونگران:
مولانا محمد عسجد رضا قادری
ناظم اعلیٰ
جامعۃ الرضا
مدیر
یونس رضا مونس
وائس پرنسپل
جامعۃ الرضا

جلد: ۲۸ — اکتوبر، نومبر ۲۰۰۸ء — شمارہ: ۱۱=۱۲

مرکز سواد اعظم اہل سنت وجماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی اور اصلاحی ترجمان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

بیادگار

امام المتکلمین مفتی نقی علی خاں بریلوی
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی
حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی
مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خاں نوری
مفسر اعظم ہند مولانا ابراہیم رضا خاں جیلانی

فی شمارہ: ۱۵ روپے ❁ زر سالانہ: ۱۵۰ روپے ❁ بیرونی ممالک: ۴۵۰ روپے ❁ لائف ممبری: ۲۰۰۰ روپے

رابطہ کا پتہ

دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران بریلی شریف (یوپی)
فون: 0581-3291453, 2472166
فیکس: 0581-2458543
Visit us: www.hazrat.org E-mail: akhtarrazakhan@yahoo.com, atiq_shujamalik@yahoo.com

چیک یا ڈرافٹ بنام ''اختر رضا خاں'' یا ''امام احمد رضا ٹرسٹ'' ہی بنائیں۔ مرکزی دار الافتاء کے لئے جوابی لفافہ ضرور روانہ فرمائیں۔

ادارہ کا مضمون نگار کی ہر رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں

09760599305 munisuwais@gmail.com

کمپوزنگ: عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) 09719918868

اشاریات

ھدیہ اور نذر و نیاز

اداریہ .... یونس رضا مونس اویسی رضوی

ہمارا مسلک یہ ہے کہ ہم بحیثیت مسلمان صرف اللہ تعالیٰ ہی کو واجب الوجود مستحق عبادت مانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نیک صالح بندوں کو احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں، ان سے عقیدت و محبت کا اظہار کرتے ہیں، جانور وزراعت و مال میں سے جو حصہ صالحین کے لئے مقرر کرتے ہیں تو وہ زندہ نیک بندوں کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کرتے ہیں اور اگر نیک بزرگ حضرات وصال ہو چکے ہوں تو ان کے لئے جانور یا زراعت و مال کو ایصال ثواب کی نیت سے پیش کرتے ہیں کہ ان اشیاء کا ثواب ان کی ارواح کو پہنچے بس اسی نیت وقصد کے ساتھ اگر ہم کسی جانور یا زراعت و مال کا کچھ حصے کو ان بزرگوں کی طرف منسوب کر کے ان کے نام پر اسے مشہور بھی کریں گے تب بھی جائز ہوگا، اور ان چیزوں کا کھانا حلال وطیب ہوگا، کیوں کہ مشہور حدیث میں آیا ہے انما الاعمال بالنیات۔ عملوں کے مقبول و درست ہونے کا مدار .... نیت پر ہوتا ہے۔ لہٰذا جیسے صحابہ کرام نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ جانور اور دوسری چیزیں پیش کرتے تھے ایسے ہی ہم بھی ہدیوں کو تحفوں کو پیش کرنے کو جائز سمجھتے ہیں۔

حدیث شریف میں آیا ہے: تھادوا تحابوا ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو تا کہ آپس میں محبت بڑھاؤ، آج بھی ہدایا و تحفوں کا تبادلہ مسلمانوں میں عمدہ رواج ہے، خاص کر اللہ تعالیٰ کے محبوب و مقبول بندوں کی خوشنودی حاصل کرنے میں بے شمار برکتیں ملتی ہیں اور ہزار مصیبتوں سے بچنا نصیب ہوتا ہے۔

قرآن پاک میں آیا ہے: خذ من اموالھم صدقة تطھرھم وتزکیھم بھا، وصل علیھم، انّ صلوٰتك سکنٌ لّھم، واللہ سمیع علیم، (توبہ ۱۰۳)

اے محبوب ان کے مال میں سے زکوٰۃ (وصدقہ) لیں جس سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کردو اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو بے شک تمہاری دعا ان کے لئے دلوں کا چین ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ معلوم ہوا کہ محبوبوں کی خدمت میں صدقات و خیرات یا ہدایا و تحائف کو پیش کر کے پھر ان کے ہاتھوں خیرات کرانا یا تقسیم کرانا زیادہ مقبول ہونے کا ذریعہ ہے۔

آج مسلمان ثواب کو پہلے حضور علیہ السلام کی خدمت میں ہدیہ کرتے ہیں پھر دوسروں کے لئے ایصال ثواب کرتے ہیں یہ مستحسن و بہتر ہے۔ ورنہ براہِ راست بھی ایصال ثواب جائز ہے اور اسی لئے ثواب کو کسی بزرگ کی ملک کر کے پھر دوسروں کے لئے بخشنے کے لئے عرض کیا جاتا ہے یہ بھی معلوم ہوا، صدقات و زکوٰۃ عبادت ہیں، یہ حضور اقدس علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرنے سے آپ کی نگاہ کرم حاصل ہوتی ہے، عبادت ذریعہ ہے کہ اس سے آپ کی نگاہ کرم کو حاصل کرنا ہوتا ہے، پاکیزگی آپ کی نگاہ سے حاصل ہوتی ہے یہ بات اس سے معلوم ہوئی کہ آپ سے فرمایا گیا ہے کہ آپ اس صدقہ کے ذریعے لوگوں کو پاک وصاف فرمائیں، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کی دعا سے اللہ تعالیٰ لوگوں پر مہربانی فرماتا ہے۔

دوسری آیت میں ہے: ومن الاعراب من یؤمن باللہ والیوم الاخر ویتخذ ما ینطق قربت عند اللہ وصلوٰت الرسول الا انّھا قربة لّھم، سید خلھم اللہ فی رحمتہ، انّ اللہ غفور رّحیم (۹۹ توبہ)

اور کچھ گاؤں والے وہ ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو خرچ کریں اسے اللہ کے نزدیکیوں اور رسول سے دعائیں

لینے کا ذریعہ سمجھیں ہاں ہاں وہ ان کے لئے باعث قرب ہے اللہ جلد انہیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اس سے معلوم ہوا کہ نیک اعمال میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ حضور کی خوشنودی کی نیت کرنی شرک نہیں ہے بلکہ قبولیت کی دلیل ہے، الله ورسوله احق ان یرضوه، اللہ اور اس کے رسول زیادہ حقدار ہیں کہ انہیں وہ راضی کریں، اس لئے صحابہ کرام ملاقات میں حضور کی رضا کی نیت کرتے تھے، اس سے ایصال ثواب اور فاتحہ کا ثبوت ہوتا ہے یعنی نیک عمل پر عرض کرنا کہ حضور ان کے متعلق، دعا فرمائیں کہ مولیٰ قبول فرما کر ان لوگوں کو ثواب دے۔ اب بھی یہ بہتر ہے کہ صدقہ لینے والا دینے والے کے لئے دعا خیر کیا کریں کہ اس میں دونوں کا فائدہ ہوتا ہے، اور یہ بھی اس آیت سے ظاہر ہے کہ اس میں صدقات وخیرات کی قبولیت کی خوش خبری ہے اگر اللہ تعالیٰ کے بندے دنیا سے وصال پا چکے ہوں تو ان کے لئے جانور نامزد کرنا یا زراعت یا مال کا کچھ حصہ معیّن کرنا اس نیت وقصد کے ساتھ کہ ان اشیاء کا ثواب ان بزرگوں کی ارواح طیبہ کے لئے ایصال کیا جائے تو یہ بھی شرع اسلام میں جائز ہے اور اس کی بہت سی مثالیں عہد رسالت میں پائی گئی ہیں۔ جس کی تفصیل ایصال ثواب کی بحث میں موجود ہے، حضرۃ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ علیہ وسلم، سعد کی ماں کا انتقال ہو گیا، کونسا صدقہ بہتر ہوگا؟ فرمایا پانی بہتر رہے گا، تو انہوں نے ایک کنواں کھدوایا اور کہہ دیا کہ یہ کنواں سعد کی ماں کا ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ صدقات وخیرات یا دیگر اطاعت وعبادات کا ثواب مرنے کے بعد اہل قبور کو پہنچتا ہے، اگر مرنے والوں کے لئے کسی چیز کا نامزد کرنا حرام ہوتا تو وہ کنواں جو حضرت سعد کی ماں رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے نامزد و مشہور ہو گیا تھا، حرام اور اس کا پانی نجس قرار دیا جاتا (نعوذ باللہ من ذالک) حالانکہ رسول کریم علیہ السلام کا اجازت دینا یہ دلیل ہے کہ ثواب کے بھیجنے کی نیت سے کسی چیز کو نامزد کرنا مشہور کرنا حرام وممنوع نہیں بناتا،

خوب یاد رہے کہ اگر کوئی بزرگوں کے نام پر جو جانور یا زراعت کا کوئی حصہ یا مال کی کوئی مقدار نامزد کرتا ہے اس نیت وقصد کے ساتھ کہ یہ نذر شرعی ہے جو کہ حقیقت میں عبادت ہے، تو ایسے شخص کو جو نذر شرعی سے نذر کرتا ہے اسے مشرک ومرتد مانا جائے گا۔ کیوں کہ اس صورت میں غیر اللہ کے لئے الوہیت بمعنیٰ استحقاق عبادت ثابت ہوگا، اور غیر اللہ کو مستحق عبادت ماننے یا سمجھنے سے مسلمان مرتد و مشرک بن جاتا ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ ایسے نذر کرنے والے شخص کے شرک وارتداد سے کیا وہ جانور بھی حرام ہوگا؟

ہرگز نہیں کیوں کہ کسی کے اعتقاد کے باطل ہونے سے جانور حرام نہیں ہوگا۔ اعتقاد کی خرابی سے لازم نہیں آتا کہ منذور جانور بھی نجس وحرام ہو جائے، ہاں اگر ایسے بدعقیدہ مرتد و مشرک اپنے ہاتھ سے اس جانور کو ذبح کرتا ہے اس قصد کے ساتھ کہ اس ذبح سے غیر اللہ کی تعظیم وتقرب وعبادت کی جائے تو ایسا کرنے سے جانور کا گوشت حرام قرار پائے گا۔ کیوں کہ اس صورت میں جانور کو غیر اللہ کی عبادت وتقرب کے لئے ذبح کیا گیا ہے اور اگر ذبح کرنے والا شخص غیر اللہ کو امور میں متصرف بالذات مانتا ہے تو یہ نذر بھی شرک و ارتداد ہو جائے گی کیوں کہ یہ نذر شرعی نذر بن جائے گی، جو عبادت کے معنی میں ہوتی ہے اگر نذر شرعی اولیاء اللہ کے لئے نہ بھی مان لی جائے تب بھی غیر اللہ کو مستقل بالذات یا مستحق عبادت سمجھنے سے شرک واقع ہو جاتا ہے نذر شرعی یہ ہے کہ اللہ کے لئے بطور تقرب و عبادت نذر دی جائے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے بجائے غیر اللہ کے لئے نذر بمعنیٰ تقرب وعبادت مان لی جائے، یا دی جائے تو یہ نذر شرعی غیر اللہ کے لئے حرام وکفر ہے اور اگر غیر اللہ کے لئے نذر شرعی نہ دی جائے بلکہ نذر لغوی، نذر عرفی جس کا معنیٰ یہ ہے کہ کسی بزرگ کے لئے بطور ہدیہ ونذرانہ ونیاز ایصال ثواب کی نیت وقصد سے دی جائے اور اس حال میں نذر شرعی بمعنیٰ تقرب وعبادت اللہ کے لئے مراد ہو تو ایسی نذر کا عمل شریعت میں جائز بھی ہے اور اس سے جو نیک مقصد خیر وبرکت مراد ہے وہ بھی نصیب ہوگی۔ ☆☆☆

تجلیات نعت

آقائے نعمت دریائے رحمت مجدد دین وملت سرکاراعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ

کیا ٹھیک ہو رخ نبوی پر مثال گل
پامال جلوۂ کف پا ہے جمال گل

جنت ہے ان کے جلوہ سے جو پائے رنگ وبو
اے گل ہمارے گل سے ہے گل کو سوال گل

ان کے قدم سے سلعۂ غالی ہوئی جناں
واللہ میرے گل سے ہے جاہ و جلال گل

سنتا ہوں عشق شاہ میں دل ہوگا خونفشاں
یارب یہ مژدہ سچ ہو مبارک ہو فال گل

بلبل ہے شوق غازۂ خاک مدینہ میں
شبنم سے دھل سکے گی نہ گرد ملال گل

ان دو کا صدقہ جن کو کہا میرے پھول ہیں
کیجئے رضا کو حشر میں خنداں مثال گل

تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ

نگاہ مہر جو اس مہر کی ادھر ہوجائے
گنہ کے داغ مٹیں دل مرا قمر ہوجائے

جو قاب تیرہ پہ تیری کبھی نظر ہوجائے
تو ایک نور کا بقعہ وہ سربسر ہوجائے

ہماری کشت امل میں کبھی تو پھل آئے
کبھی تو شجرۂ امید بار ور ہوجائے

ہمارا سر ہو خدایا حبیب کا در ہو
ہماری عمر الٰہی یونہی بسر ہوجائے

جو سچے دل سے کہے کوئی یارسول اللہ
مصیبتیں بھی ٹلیں ہر مہم بھی سر ہوجائے

جو آپ چاہیں تو ہیزم کو دم میں سبز کردیں
کرم جو آپ کا ہو خلد کا شجر ہوجائے

خدا کے فضل سے ہر خشک وتر پہ قدرت ہے
جو چاہو تر ہو ابھی خشک، خشک تر ہوجائے

حجاب اٹھیں جو مرقد سے ان کے روضہ تک
اندھیرا قبر کا مٹ جائے دو پہر ہوجائے

چمک اٹھے مری قسمت کا تارا اے نوری
اگر وہ غیرت خورشید میرے گھر ہوجائے

قاضی القضاۃ حضور تاج الشریعہ مدظلہ

غیر اپنے ہوگئے جو ہمارے بدل گئے
نظریں بدل گئیں تو نظارے بدل گئے

کس کو سنایئے گا یہاں غم کی داستاں
جو غم میں ساتھ دیتے وہ سارے بدل گئے

ڈھونڈے سے پایئے گا نہ پہلی سی مستیاں
بدلی شراب کہنہ وہ پیالے بدل گئے

اس دور مصلحت میں وفا کوئی شے نہیں
گاہے ہوئے ہمارے تو گاہے بدل گئے

اختر لگایئے لو نبی کریم سے
کیا فکر اہل دنیا جو ستارے بدل گئے

سوز نہاں اشک رواں آہ وفغاں دیتے ہیں
کیوں محبت کا صلہ اہل جہاں دیتے ہیں

کون رکھتا تری اس خاص عنایت کا بھرم
بس ہمیں داد ستم گریہ کناں دیتے ہیں

اب پس مرگ ابھرتے ہیں یہ دیرینہ نقوش
ہم فنا ہوکے بھی ہستی کا نشانہ دیتے ہیں

کفر ہے دیکھ یہ خوف اور رجا ان سے ندیم
بت بھی کیا تجھ کو بھلا سود زیاں دیتے ہیں

ضیائے قرآن

(کنزالایمان) اعلیٰ حضرت **امام احمد رضا** فاضل بریلوی علیہ الرّحمۃ والرّضوان

سورۂ بقرہ مدنی — اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا — آیت نمبر ٨٦/٨٧

اور جب ہم نے تمہارے لئے دریا پھاڑ دیا تو تمہیں بچالیا اور فرعون والوں کو تمہاری آنکھوں کے سامنے ڈبو دیا ﴿٨٦﴾ اور جب ہم نے موسیٰ سے چالیس رات کا وعدہ فرمایا پھر اس کے پیچھے تم نے بچھڑے کی پوجا شروع کردی اور تم ظالم تھے ﴿٨٧﴾

(خزائن العرفان) صدر الافاضل **مولانا نعیم الدین** مرادآبادی علیہ الرّحمۃ والرّضوان

بلا امتحان و آزمائش کو کہتے ہیں آزمائش نعمت سے بھی ہوتی ہے اور شدت ومحنت سے بھی نعمت سے بندہ کی شکر گزاری اور محنت سے اس کے صبر کا حال ظاہر ہوتا ہے اگر ذالکم کا اشارہ فرعون کے مظالم کی طرف ہو تو بلا سے محنت ومصیبت مراد ہوگی اور اگر ان مظالم سے نجات دینے کی طرف ہو تو نعمت ﴿٨٦﴾ یہ دوسری نعمت کا بیان ہے جو بنی اسرائیل پر فرمائی کہ انہیں فرعونیوں کے ظلم وستم سے نجات دی اور فرعون کو مع اس کی قوم کے ان کے سامنے غرق کیا یہاں آل فرعون سے فرعون مع اپنی قوم کے مراد ہے جیسے کہ کرمنا بنی آدم میں حضرت آدم واولاد آدم دونوں داخل ہیں (جمل) مختصر واقعہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام بحکم الٰہی شب میں بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر روانہ ہوئے صبح کو فرعون ان کی جستجو میں لشکر گراں لے کر چلا اور انہیں دریا کے کنارے جا پایا بنی اسرائیل نے لشکر فرعون دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی آپ نے بحکم الٰہی دریا میں اپنا عصا (لاٹھی) مارا اس کی برکت سے عین دریا میں بارہ خشک رستے پیدا ہوگئے پانی دیواروں کی طرح کھڑا ہوگیا ان آبی دیواروں میں جالی کی مثل روشندان بن گئے بنی اسرائیل کی ہر جماعت ان رستوں میں ایک دوسرے کو دیکھتی اور باہم باتیں کرتی گزر گئی فرعون دریائی رستے دیکھ کر ان میں چل پڑا جب اس کا تمام لشکر دریا کے اندر آگیا تو دریا حالت اصلی پر آیا اور تمام فرعونی اس میں غرق ہوگئے دریا کا عرض چار فرسنگ تھا یہ واقعہ بحر قلزم کا ہے جو بحر فارس کے کنارے پر ہے یا بحر ماورائے مصر کا جس کو اساف کہتے ہیں بنی اسرائیل لب دریا فرعونیوں کے غرق کا منظر دیکھ رہے تھے یہ غرق محرم کی دسویں تاریخ ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دن شکر کا روزہ رکھا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ تک بھی یہود اس دن کا روزہ رکھتے تھے حضور نے بھی اس دن کا روزہ رکھا اور فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فتح کی خوشی منانے اور اس کی شکر گزاری کرنے کے ہم یہود سے زیادہ حقدار ہیں۔ مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ عاشورہ کا روزہ سنت ہے۔ مسئلہ: یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاء پر جو انعام الٰہی ہو اس کی یادگار قائم کرنا اور شکر بجالانا مسنون ہے مسئلہ: یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسے امور میں دن کا تعین سنت رسول اللہ ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ مسئلہ: یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاء کی یادگار اگر کفار بھی قائم کرتے ہوں جب بھی اس کو چھوڑا نہ جائے گا۔



بہار حدیث



فرامین رسالت کی تشریحات

پیشکش: شہزادۂ حضور تاج الشریعہ حضرت مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری بریلی شریف

اساس دین میں یہ چیز بھی ہے کہ صرف وہ حضرات جو معتبر ہیں، دین و دیانت و تقویٰ میں اور کسی بدعت (مذہب جدید) کے ساتھ متہم نہیں۔ ان کو معیار دین کہا جاتا ہے، ان کی موافقت کرنے والے کو معتبر سمجھیں گے اس سے اخذ کریں گے، ورنہ اسے ترک کردیں گے، ان موافقین میں سے اگر کوئی چیز زائد بھی ملے گی تو وہ بھی قبول ہوگی۔

یہ اصل دین بہت اہم ہے اور اسے سمجھنے کی بہت اشد ضرورت ہے اس کے ثبوت میں، مسلم شریف کے مقدمہ سے یہ احادیث وعبارتیں منقول ہیں. حدثنا سلام بن حرب قال سمعت سلام ابن ابی مطیع یقول بلغ ایوب الی اتی عمرا فا قبل علی یوماً فقال ارأیت رجلا لا تامنه علی دینه فکیف تامنه علی الحدیث۔ مجھ سے حدیث بیان کی سلام بن حرب نے انہوں نے کہا سنا میں نے سلام ابن ابی مطیع سے کہ فرماتے تھے کہ ایوب کو خبر پہنچی کہ میں عمر کے پاس آتا جاتا ہوں تو میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا جب تم ایک شخص پر اس کے دین کے بارہ میں مطمئن نہیں ہو تو تم اس کی حدیث پر کیسے اطمینان کرتے ہو۔ تو حدیث ہو یا تاویل حدیث۔ ایسے ہی تفسیر قرآن اس کی معتبر ہے جس کے دین کا اطمینان ہو، جو اس بارہ میں امانت دار ہے۔ نہ یہ کہ ہر شخص کے باشد کا چہ جائیکہ وہ جن کے بارہ میں صحیح و بجا طور پر کہا جارہا ہے کہ ان کے دین کا کچھ اطمینان نہیں نہیں بلکہ جن لئے علماء حرمین شریفین حسام الحرمین شریف میں فرما چکے: من شك فی کفره وعذابه فقد کفر، حالانکہ اصول حدیث میں تحریر ہے جس راوی پر اتہام کذب ہو وہ بھی متروک الحدیث ہے، اسی طرح وہ جس پر اتہام بدعت ہے، یہ نہ بھولئے کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحریر فرمایا اگر راوی بدعتی ہے، روایت غیر معتبر ہے واکثر استعمال بدعت در اعتقاد است۔ اکثر استعمال بدعت کا اعتقاد وعقیدہ میں ہے۔ یعنی نئے عقیدہ نئے مذہب والا، بدعتی اس کو کہتے ہیں، اس لئے کہ بدعت عملی تو دو قسم پر ہے حسنہ وسیئہ، تو بدعتی یا جس پر اتہام بدعت ہے، اس کی حدیث اور نہ تاویل حدیث نہ تفسیر، نہ کوئی فتویٰ ہرگز معتبر نہیں خصوصاً وہ جو اس کے بدعت مذہب کے متعلق ہو، حدیث ہے۔ العلم هو الدین فانظروا ممن تاخذون دینکم۔ علم وہی دین ہے، دیکھو کس سے دین حاصل کر رہے ہو۔ جن پر علمائے حرمین شریفین کفر کا فتویٰ لگا رہے ہیں اور ایک جماعت کثیر ان کو وہابی دیوبندی قرار دے رہی ہے تو میں تو وہ یقیناً اہل بدعت عقیدہ فاسدہ جدیدہ کے موجد ومبدع، کوئی احمق اسے باور نہیں کر رہا تو کم از کم یہ تو ضرور ہے کہ انہیں ایسا کہا تو جارہا

ہے، اور کہنے والے بھی علماء حرمین شریفین جماعت کثیر ہے، سواد اعظم تو متہم بالبدع، والکذب تو یقیناً و بلاشبہ ہوتے ہیں جب بھی ان کی حدیث تاویل حدیث تفسیر و ترجمہ قرآن، فتاویٰ کب قابل اعتبار ہیں، العلم هو الدين فانظروا ممن تاخذون دينكم. علم (تفسیر و ترجمہ و فتاویٰ و تاویل و حادیث) یہی دین ہے تو دیکھو یہ کس سے لے رہے ہو، یاد رہے وہ حدیث مسلم جہاں سے یہ مضمون چلا۔ ارأيت رجلا لا تامنه على دينه فكيف تامنه على الحديث جس آدمی کو تم اس کے دین میں نا قابل اعتبار جانتے ہو اس کی حدیث پر کیوں اعتبار کرتے ہو۔

دیکھئے یہ مضمون یہاں سے شروع ہوا ہے مسلم شریف میں کہ ایک طبقہ ہوتا ہے جو معیار و کسوٹی کا کام دیتا ہے اس سے مطابقت کرنے والوں کو اہل حق جانتے ہیں، ان سے مخالفت کرنے والے کو اہل بدع و اہوا و اہل زیغ جانتے ہیں، اب یہ لاکھ کہیں وہ اہل باطل ہیں، ہم اہل حق ہیں، ہرگز معتبر نہ ہوگا۔ اس طبقہ پر نہایت اعتبار، دین و دیانت، مطابقت سنت و کتاب کا ہوتا ہے۔ ہر اعتبار سے وہ اہل حق ہوتے ہیں، سواد اعظم، مطابقت سلف محبت رسول ﷺ۔ وغیرہ وغیرہ، اس طبقہ کے ثبوت کے لئے مقدمہ مسلم شریف ص ۵، کی حسب ذیل عبارت بغور و توجہ ملاحظہ فرمائیں۔

وعلامة المنكر في حديث المحدث اذا ما عرضت روايته للحديث على رواية غيره من اهل الحفظ والرضى خالفت روايته روايتهم ولم تكدتوا فقها فاذا كان الاغلب من حديثه كذلك كان مهجور الحديث۔

اور علامت و نشانی منکر (نا مقبول ہونا، برائی) کی حدیث بدعتی میں یہ ہے کہ جب وہ مقابل لائی جائے حدیث اہل حفظ و رضا کے (اس طبقہ کو جس سے سب راضی ہیں بوجہ ان کے صحیح دیندار ہونے کے مطابق اہل سنت و جماعت بری و بیزار ہر فرقہ باطلہ سے) تو یہ حدیث ان کی حدیث سے مطابقت و موافقت نہ کرے۔ بلکہ معارض و مخالف ہو، اور موافقت کے قریب بھی نہ ہو سکے، اکثر جس کی حدیث اس طرح کی ہو تو اسے چھوڑ دیا جائے گا قبول نہ کیا جائے گا۔

تو دیکھا آپ نے علامت منکر کو کہ وہ کیا ہے۔ عدم مطابقت و مخالفت طبقہ مرضیہ سے، ایسے ہی تاویل احادیث و تفاسیر و فتاویٰ، اس کے لئے مطابقت سلف صالحین کو طبقہ اہل حفظ و رضا ہیں، ضروری ہے اور یہ حق و باطل کسوٹی ہے، ایک اہم معیار ہے۔

اب ہم مختصراً اس طبقہ مرضیہ سلف کا ذکر کرتے ہیں، بالاختصار جن کی مطابقت و موافقت سے حقانیت، اور عدم مطابقت بلکہ مخالفت سے بطلان ہے، ائمہ اربعہ اصحاب صحاح ستہ ان کی شروح متداولہ مشہورہ کے مصنف صاحب شفا علامہ قاضی عیاض صاحب مواہب لدنیہ، جلال الدین السیوطی جلال الدین رومی، امام غزالی، امام ابن حجر مکی، امام نووی، امام جزری ملا احمد جیون صاحب تفسیر احمدی و نور الانوار، حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی، حضرت ملا علی قاری، امام بغوی مصنفین کتب متداولہ درس نظامی صاحب تفسیر جلالین، تفسیر مدارک، تفسیر صاوی، تفسیر روح البیان، تفسیر خزائن العرفان (اردو) تفسیر حسینی، تفسیر خازن، و مواہب الدنیہ وغیرہ بے گنتی بیشمار علامہ احمد زین دحلان مکی۔ اعلیٰ حضرت مجدد مأۃ حاضرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ اللهم اجعلنا فيهم منهم معهم واجعلنا اهلا لذلك وثبتنا على ذلك الى يوم الدين بجاه سيد المرسلين صلى الله تعالى عليه وسلم ☆☆☆

☆☆☆ مصدّقہ ☆☆☆
حضور مفتی اعظم ہند
علیہ الرحمۃ والرضوان

فتاویٰ مرکزی دارالافتاء

حضرت علامہ مفتی قاضی محمد عبدالرحیم صاحب بستوی مدظلہ، صدر مفتی مرکزی دارالافتاء بریلی شریف

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چار گناہ، حج کرنے سے معاف ہوجاتے ہیں ١-شرک خدا ،٢- پڑوس کی عورت اور شوہر والی عورت سے زنا کرنا،٣-ماں باپ کا عاق کرنا،٤-یتیم کا مال کھانا ان چار گناہوں کی معافی حج کرنے سے ہوسکتی ہے یا نہیں؟

عورت کا شوہر اگر طلاق نہ دے اور عورت جوان ہے اور عورت اس کے گھر جانا نہیں چاہتی تو وہ کب تک بیٹھی رہے اور اس کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: شرک بغیر توبہ معاف نہ ہوگا، قال تعالیٰ ان اللہ لایغفر ان یشرک ویغفر مادون ذالک بغیر توبہ حج کرنے سے بھی معاف نہ ہوگا بلکہ جب تک توبہ وتجدید ایمان نہ کرے حج ہی نہ ہوگا باقی مذکورہ گناہ کبیرہ ہیں اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہیں چاہے معاف کردے تو یہ اس کا فضل ہے اور معاف نہ فرمائے عتاب کرے تو یہ اس کا عدل ہے ہاں بندہ جب توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اسے معاف فرماتا ہے مگر اس پر معاف کرنا واجب نہیں اگر حج برور مقبول ہو تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مظالم عباد کو بندوں کو راضی کرکے معاف کرادے کہ مظلوم کو اس کا اجر دیکر فرمائے کہ اس بندے کے ظلم کو معاف کردو کثیر علمائے کرام کا مذہب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ مظلوم کو راضی کرکے حاجی کے اس گناہ کو معاف کردے گا۔

تفسیرات احمدیہ میں ان الشرك بدون التوبة غير مغفور البتة وما دون ذالك من الذنوب موقوف على مشية الله تعالى ان شاء عذب وان شاء عفا عنها سواءً كانت صغيرةً اوكبيرةً واما التائب فمعفو من الله تعالى البتة فضلا لا وجوبا عليه سواء كان شركا اوغيره من الصغائر والكبائر هذا هو مذهب اهل السنة والجماعة۔ شیخ محقق علی الاطلاق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ المولیٰ فرماتے ہیں: وبالجملہ حقوق اللہ مغفور است

از حجاج و در حقوق عباد خلاف است وفضل خدا اوسع است وظاہر حدیث عام ست واللہ تعالیٰ اعلم

۲-اگر وہ یوں طلاق نہ دے عورت اپنا مہر معاف کرلے یا اور کچھ دیکر اگر وہ چاہے خلع کرالے جس صورت بنے شوہر سے طلاق حاصل کرکے یوں بھی طلاق نہ دے تو پنچایت یا کچہری یا اور کسی کے دباؤ سے وہ زبانی طلاق دیدے جب بھی طلاق واقع ہوجائے گی پھر عدت کے بعد عورت دوسرے سے نکاح کرسکے گی واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا کسی عورت سے تعلق ہوگیا اور حمل رہ گیا اس حمل کی حالت پر جس کا حمل ہے اسی شخص نے نکاح پڑھ لیا کیا نکاح درست ہوا یا نہیں؟ حفیظ اللہ خاں دوکاندار

الجواب: اگر عورت کسی کے نکاح یا عدت میں نہیں تھی وہ حمل زنا کا تھا تو صورت مسئولہ میں یہ نکاح درست ہوا در مختار میں ہے: صح نکاح حبلی من زنا، جس کا وہ ناجائز حمل ہے اسی سے نکاح ہو تو بعد نکاح اسے اس حمل کی حالت میں بھی صحبت جائز ہے غیر اس سے نکاح کرے گا تو اسے وضع حمل تک صحبت جائز نہ ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمی محمد رفیع نے حالت شیر خوارگی میں اپنی والدہ صاحبہ کے سخت علیل ہونے کی وجہ سے اپنی ممانی صاحبہ کا دودھ صرف تین یوم پیا محمد رفیع کی شادی اس کے ماموں کی لڑکی کے ساتھ طے ہو رہی ہے کیا ایسی صورت میں یہ شادی کرنا جائز ہے جب کہ محمد رفیع اور اس کے ماموں کی لڑکی نے ایک ہی دودھ استعمال کیا ہے جواب سے جلد مطلع فرمایا جائے نوازش وکرم ہوگا۔ ناچیز اصغر علی شاہجہان پور

الجواب بعون الملك الوهاب: جائز نہیں کہ دونوں رضاعی بھائی بہن ہیں قال تعالیٰ واخواتکم من الرضاعة جیسے سگی بہن حرام قطعی ہے یونہی رضاعی بہن بھی حرام ہے حدیث میں ہے یحرم من الرضاعة مایحرم من النسب والمولیٰ تعالیٰ اعلم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی نے اپنی پھوپھی کا دودھ دھوکے سے منہ میں رکھ لیا اور پھوپھی نیند کی حالت میں تھی مگر انہوں نے لڑکی کے مونہہ کے اندر سے دودھ فوراً نکال لیا اب پھوپھی کو یہ پتہ نہیں ہے کہ دودھ لڑکی کے منہ کے اندر گیا کہ نہیں اور لڑکی نے دودھ پیا ہے یا نہیں یہ ٹھیک پتہ نہیں معلوم اللہ بہتر جاننے والا ہے اب معلوم یہ کرنا ہے کہ اگر سونے کی حالت میں دودھ پی بھی لیا تو ایسی حالت میں ہم لوگ کیا کریں اب اس حالت میں اس لڑکی کی شادی پھوپھی کے لڑکے سے ہوسکتی ہے یا نہیں؟ کرم فرما کر مسئلہ کو حل کریں۔ نصیر الدین شیخ ڈونڈوابزرگ ضلع فرخ آباد

الجواب بعون الملك الوهاب: اگر مدت رضاعت ڈھائی سال کے اندر لڑکی نے دودھ منہ میں لیا تھا تو احتیاط اسی میں ہے کہ اس سے شادی نہ کی جائے، سوتے میں دودھ پینے یا جاگتے میں بھولے سے ہو یا یاد سے رضاعت بہرحال ثابت ہوجائے گی رضاعت کے لئے دودھ کا اترنا شرط ہے حلق سے وثبت التحريم فی المدة فقط ولو وليد الفطام والاستغناء، بالطعام الی المذهب وثبت به وان قل علمه وصوله بجوفه من فمه لاغيرة واللہ تعالی اعلم

الجواب صحیح دودھ سوتے میں پیا اگرچہ قلیل ہی حلق سے اترا رضاعت ثابت پھوپھی ماں ہوگئی اور اس کی اولاد اس کے بھائی، بہن غالب گمان ہو کہ دودھ ضرور اس کے حلق

سے نیچے اترا تو ہرگز ہرگز شادی نہ کی جائے۔ واللہ الهادی وهو تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہٗ

سوال: مسمی فضل احمد کی عمر ابھی ڈیڑھ سال کی تھی کہ اس کی ماں کا انتقال ہوگیا اس لئے اس کی پرورش اس کی دادی نے کی دوران پرورش میں بچے یعنی فضل احمد کو بہلانے کے لئے ضعیفہ دادی اسے اکثر اپنے سینے سے لگالیا کرتی تھی یعنی اپنا پستان اس کے منہ میں ڈال دیا کرتی تھی بچے کو ان کے سینے سے دودھ ملتا تھا یا نہیں یہ بات میرے علم سے باہر ہے کیوں کہ فضل احمد کے دادی کا اب انتقال ہو چکا ہے اس جگہ پر اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ فضل احمد کی دادی نے جب فضل احمد کی پرورش کی تھی تو اس سے ۹ سال پیشتر ان کو زچگی ہوئی تھی یعنی نو سال سے ادھر انہیں کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا فضل احمد کی پرورش باہر کے دودھ سے ہوئی تھی اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر فضل احمد کو اس کے دادی کے سینے سے دودھ ملا ہے تو فضل احمد کا نکاح اس کے چچا کی لڑکی سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الملك الوهاب: اگر دادی کا دودھ فضل احمد کے منہ سے اترنا ثابت ہو تو رضاعت ثابت ہوجائے گی ورنہ نہیں چھاتی منہ میں لی مگر یہ نہیں معلوم کہ دودھ پیا تو حرمت ثابت نہیں ہوئی ہندیہ میں ہے: المراة اذا جعلت ثديها فى الفم الصبى ولا تعرف امص اللبن ام لافـفـى الـقـضـاء لاتثبت الحرمة بالشك وفى الاحتياط تثبت والمولىٰ تعالىٰ اعلم

الجواب صحيح اگر معلوم ہو کہ چھاتی سے دودھ نہیں نکلا یوں ہی چھاتی منہ میں دی اور بچہ خشک چھاتی چوستا رہا تو حرمت نہیں اگر چہ ۹ سال پہلے ولادت ہوئی پھر سات آٹھ برس سے چھاتی خشک رہی مگر بچہ کے پینے سے دودھ آیا اور اس نے پیا تو حرمت ثابت اور شک ہو تو قضاء حکم حرمت نہ ہوگا مگر احتیاط اسی میں ہے کہ فضل احمد اپنے چچا کی لڑکی سے نکاح کرنے سے بچے ہرگز ہرگز نہ کرے والمولیٰ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہٗ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین محمود اور تصدق دو بھائی ہیں محمود کے دو لڑکے اور ایک لڑکی ہیں اور تصدق صاحب کے چار لڑکے ہیں، محمود کی لڑکی جب پیدا ہوئی اسی اثنا میں تصدق صاحب کا دوسرا لڑکا پیدا ہوا، محمود کی بیوی کہتی ہے کہ میری لڑکی کے ایام رضاعت میں تصدق صاحب کا جو دوسرا لڑکا پیدا ہوا تھا اس وقت میری لڑکی بھی میری علالت کے وقت اپنی چچی اور تصدق کی بیوی کا دودھ کھائی ہے مگر تصدق صاحب کی بیوی بالکل انکار کرتی ہے کہ دودھ ان کا نہیں کھائی ہے محمود چاہتے ہیں کہ اپنی لڑکی کی شادی تصدق صاحب کے لڑکے سے ہو کیا شریعت مطہرہ کے رو سے جائز ہے مندرجہ ذیل نقشہ سے اور بھی پتہ لگ سکے گا۔

تصدق: (۱) وصی (۲) محسن (۳) مجیب الرحمٰن (۴) حبیب الرحمٰن

محمود: (۱) فضل رب (۲) قمر النساء (۳) غلام رب

کیا وصی اختر کی شادی قمر النساء سے ہوسکتی ہے

(نوٹ) مگر دودھ کا تعلق محسن اور قمر النساء سے ہے یعنی محسن کی پیدائش میں قمر النساء محسن کی ماں کا دودھ کھائی ہے۔ فقط

المستفتی مرزا محمود صاحب

الجواب: اگر مدت رضاعت ڈھائی سال کے اندر قمر النساء نے محسن کی والدہ کا دودھ پیا ہے تو رضاعت ثابت ہوگئی اور وصی اختر، مجیب الرحمٰن، محسن اس کے بھائی ہوئے قمر النساء کا نکاح ان میں سے کسی سے نہیں ہوسکتا ہے درمختار

میں ہے: ولا حل بین الرضیة وولد مرضعیتها ای التی ارضعتها اگرچہ دونوں کے دودھ پینے کا زمانہ مختلف ہو اسی میں ہے: وان اختلف الزمن مگر ثبوت شہادت کے لئے ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت شرعی درکار ہے صرف ایک عورت کے کہنے سے رضاعت کا ثبوت نہ ہوگا، اگر اس کی بات کو سچا جانتا ہے اور وہ عادلہ ثقہ ہے تو بہتر ہے نکاح نہ کرے ردالمحتار میں ہے:

ولا یثبت بخبر الواحد امراة کان ورجلا قبل العقد او بعده وقد صرح فی الکافی والنهایة تبعا لما فی رضاعة الخانیة لو شهدت به امراه قبل النکاح فهو فی سعة من تکذیبها لکن فی محرمات الخامیة ان کان قبله والمتحیر عدل ثقة لایجوز النکاح اگرچہ اصل مذہب کی بنا پر محض ایک عورت کے بیان سے رضاعت کا ثبوت نہیں ہوسکتا اسی میں ہے: لکن قال فی البحر بعد ذالك ان ظاهر المتون انه لایعمل به مطلقا فلیکن هو المعتمد فی المذهب والله تعالیٰ اعلم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور اس کی بیوی ہندہ دونوں ساتھ سوئے ہوئے تھے ہندہ کی گود میں ایک بچہ تقریباً ڈھائی سال کا ہے، ہندہ کا بیان ہے کہ جب اس کی نیند ٹوٹی تو اس نے دیکھا کہ اس کا پستان اس کے شوہر زید کے منہ میں ہے اور وہ اس کو چوس کر دودھ کھینچ رہا ہے ہندہ نے اسے دو تھپڑ مار کر اپنا پستان اسکے منہ سے کھینچ لیا ہندہ یہ نہیں کہہ سکتی کہ اس کا شوہر سویا ہوا تھا یا جاگ رہا تھا اور یہ بھی نہیں کہہ سکتی کہ اس کے شوہر نے دودھ پیا بھی یا نہیں ایسی حالت میں دریافت یہ ہے کہ ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ رہا یا نہیں بینوا توجروا۔ محمد اسحاق صاحب

الجواب: دودھ حلق سے نیچے اتارنا حرام تھا نکاح نہیں گیا اگر حلق سے نیچے اتارا گنہ گار ہوا دونوں بدستور میاں بی بی ہیں، درمختار میں ہے: مص رجل ثدی زوجة لم تحرم والله تعالیٰ اعلم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کے کہ زید کے تعلقات ناجائز طور پر ایک عورت ہندہ سے تھے اور وہ عورت مطلقہ بھی تھی لوگوں کے سمجھانے اور خود سمجھنے پر زید نے اپنے اس فعل سے توبہ کرلیا ہے اور اس عورت ہندہ سے تعلقات منقطع کرلیا ہے اب اس عورت ہندہ سے اس دوران میں لڑکی ہوئی ہے جو پہلے شوہر سے ہے اور بالغ ہے زید اور ہندہ کی لڑکی آپس میں شادی کرنا چاہتے ہیں کیا زید کا نکاح ہندہ کی لڑکی سے ممکن ہے۔ (۲) کیا چاروں مذاہب اس مسئلہ پر متفق ہیں۔ (۳) اگر چاروں مذاہب میں کسی ایک میں بھی ممکن ہے تو وہ کونسا مصلیٰ ہے۔ (۴) کیا کسی قسم کے ازالہ کے بعد ہوسکتا ہے براہ کرم اس مسئلہ کا ممکن شرعاً حل نکال کر راقم کو شکریہ کا موقع دیں۔

المستفتی نزاکت علی رامپوری

الجواب بعون الملك الوهاب: (۱) جائز نہیں حرام ہے درمختار میں ہے: وحرم اصل مزنیته واصل ممسوسة بشهوة، ہدایہ میں ہے: ومن زنی بامراة حرمت علیه امها وبنتها وقال الشافعی رحمه الله تعالیٰ علیه الزنا لایوجب حرمة المصاهرة والله تعالیٰ اعلم

(۲) امام شافعی کا اختلاف ہدایہ میں موجود ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) ہرگز نہیں حنفی کو دوسرے امام کے مسلک پر عمل ہرگز جائز نہیں والمولیٰ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: کسی حنفی کو ہرگز جائز نہیں اپنا مسلک چھوڑ کر ہوائے نفس میں مبتلا ہو کر دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرلے اگر کرے گا یہ اتباع شریعت نہ ہوگا اتباع شیطان ہوگا زید کو کسی حال میں یہ جائز نہیں کہ ہندہ کی لڑکی سے نکاح کرے اگر کسی شافعی سے بھی پوچھا جائے تو یہی کہے گا کہ ایسا کرنا نہیں چاہئے، واللہ تعالیٰ اعلم

محمد شریف الحق رضوی امجدی

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ عربستان میں ظالین پڑھتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ہندوستان کے وہ لوگ جو ضالین پڑھتے ہیں سراسر غلط ہے اب عرض خدمت یہ ہے کہ صحیح کیا ہے ارشاد فرمائیں کہ حقیقت کا علم ہو۔

سائل دوست محمد حسن جام نگر

الجواب بعون الملك الوهاب: زید غلط کہتا ہے ض عربی کا ایک مستقل حرف ہے اسے اس کے مخرج سے اور حرفوں کی طرح ادا کرنا لازم ہے تلاوت قرآن میں جو قصداً ض کو ظا پڑھے یا ظ کی جگہ ض وہ کافر ہے محیط برہانی میں ہے: سئل الامام الفضلی عمن یقراء الظاء المعجمة مكان الضاد او علی العكس فقال لاتجوزا مامة وتعمده كفر۔ منح الروض الازہر میں ہے: كون تعمده كفرا لاكلام فيه اگر عرب میں کوئی ض کو ظا پڑھتا ہو تو اس کا یہ پڑھنا حجت نہیں، مکہ معظمہ مدینہ طیبہ میں غیر عربی ہزاروں ہیں اور کوئی عربی مثلاً نجدی ظا کی جگہ ض، ض کی جگہ ظا پڑھے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

اب عرب میں ہزاروں ایسے ہیں کہ داڑھی جو سنت حضور علیہ التحیۃ والسلام اور شعائر اسلام ہے نہیں رکھتے کترواتے منڈواتے ہیں تصویریں کھچواتے ہیں اور درو دیوار پر لگاتے ہیں مصری ناجائز اتار چڑھاو کرتے ہیں جو خلاف شرع وہاں ہو رہے ہیں تو کیا وہ جائز ہو جائیں گے جب کہ نص صریح موجود ہے اس کے خلاف پر، اس مسئلہ کی تفصیل کے لئے الجام الصاد عن سنن الضاد، یا نعم الزاد مصنفہ امام اہل سنت قامع بدعت شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی قدس سرہ کا مطالعہ کیجئے واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم
فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز میں یا غیر نماز میں ضالین کے بجائے ظالین پڑھتے ہیں اس میں کیا ہے:

الجواب بعون الملك الوهاب: بالقصد ضالین کو ظالین پڑھنا حرام قطعی وگناہ عظیم ہے اور افترا علی اللہ تحریف کتاب کریم ہے نماز میں ہو یا بیرون نماز، یہاں تک کہ امام اجل ابوبکر محمد بن الفضل فضلی و امام برہان الدین محمود صاحب ذخیرہ و علامہ علی قاری مکی رحمہم اللہ تعالیٰ تصریح فرماتے ہیں کہ جو قصداً ض کو ظ پڑھے کافر ہے محیط برہانی میں ہے: سئل الامام الفضلی عمن یقرء الظاء المعجمة مكان الضاد والمعجمة او علی العكس فال لاتجوز امامته ولو تعمد كفر، منح الروض الازہر میں ہے: كون تعمده كفر لاكلام فيه، ض عربی کا ایک مستقل لفظ ہے اس کو اس کے مخارج سے ادا کرنا لازم ہے ض کا مخرج اور اس کا طریقہ ادا سیکھنا فرض ہے تفصیل اس مسئلہ کی الجام الصاد عن سنن الضاد میں ملاحظہ کریں واللہ تعالیٰ اعلم

☆☆☆

میر سید عبدالواحد بلگرامی قدس سرہٗ

از: مولانا محمد مرتضیٰ شریفی مصباحی
دارالعلوم واحدیہ طیبیہ بڑی مسجد محلہ سلہاڑا بلگرام شریف ضلع ہردوئی

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

ہندوستان کا وہ حسین و جمیل خطہ جو آج پوری روئے زمین پر بلگرام شریف کے نام سے مشہور و معروف ہے یہ سرزمین درحقیقت برسہا برس پہلے شہرستان علم و ادب تھی تو دوسری طرف شریعت وطریقت کا گہوارہ بھی اگر روحانیت اور شریعت وطریقت کے اعتبار سے اس سرزمین پر عمیق نظر ڈالی جائے تو خانقاہ طیبیہ واحدیہ شہرستان ولایت محلہ سلہاڑا بلگرام شریف ضلع ہردوئی جو عاشقان رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور محبان غوث وخواجہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی فہرست میں اپنا ایک بلند مقام رکھتا ہے اور اسے جو مرکزیت حاصل ہے وہ قدوۃ الواصلین سراج السالکین حضور سیدنا شاہ میر سید عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ (مصنف سبع سنابل شریف) کی عطا ہے آپ نے اپنے آبائی وطن بلگرام شریف کو اپنا مسکن بنایا اور ایک تالاب کے کنارے سکونت اختیار کرلی اللہ تعالیٰ نے آپ کی اولاد میں خیر و برکت عطا فرمائی آپ کی اولاد اطہار سے مختصر مدت میں شہر ستان ولایت محلہ سلہاڑا آباد ہوگیا ابتدا میں مخدوم شیخ صفی الدین سائی پوری کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت کی اور خاص توجہ کا مورد بنے ابھی آپ اٹھارہ سال کے تھے، شیخ صفی الدین رحمۃ اللہ علیہ دنیا سے کوچ کرگئے شیخ صفی الدین کے وصال کے بعد شیخ حسین کی خدمت میں جا پہنچے اور بہت سی تربیتیں پائیں چنانچہ خود اپنی کتاب سبع سنابل شریف میں ارشاد فرماتے ہیں:

"یہ فقیر شیخ صفی کا مرید ہے اور شیخ مخدوم سے خلافت یافتہ مخدوم شیخ حسین کو اس فقیر کے والد کے ساتھ کامل الفت ومحبت تھی اور دونوں کے درمیان پوری طرح خلوص تھا فقیر کے والد بھی مخدوم شیخ صفی کے خلیفہ تھے اس وجہ سے فقیر نے شیخ حسین کی طرف رجوع کیا مخدوم شیخ حسین بھی بے انتہا عنایتیں اور نوازشات بندے پر فرماتے تھے اس لئے کہ ہمارے دوست کی اولاد ہے اور جامۂ خلافت بھی پہنادیا اگرچہ فقیر میں اس جامہ کی لیاقت نہ تھی لیکن خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں شکر ادا کرتا ہوں کہ میری بیعت کا پیوند ان کے ساتھ وابستہ ہے اللہ تعالیٰ نے میرا پیمانا میٹھے منہ والے بزرگوں سے باندھ دیا ہم سب غلام ہیں اور یہ سبھی ہمارے آقا ہیں۔"

منتخب التواریخ میں شیخ عبد القادر کا بیان

شیخ عبدالقادر بدایونی منتخب التواریخ میں لکھتے ہیں کہ:

شیخ عبدالواحد بلگرامی بہت فضیلتوں، کمالات، ریاضت اور عبادتوں والے بزرگ ہیں ان میں روشن اخلاق اور پسندیدہ اوصاف ہیں ان کا مشرب بلند ہے اب سے چند سال پہلے ہندی میں اشعار کہتے اور طرز بناتے تھے اور انہیں پڑھ کر حالت وجد میں آجاتے تھے اس وقت خود کو سب سے علیحدہ کرلیا ہے "نزہۃ الارواح" پر ایک محققانہ شرح لکھی ہے اور

اسی طرح صوفیاء کی اصطلاح میں چند رسالے لکھے ہیں انہیں میں سے ایک سنابل ہے ان کے علاوہ بھی ان کی کئی لائق تصنیفات ہیں اگرچہ مرید دوسری جگہ سے ہیں لیکن سکندرہ کے شیخ حسین کی صحبت سے زیادہ فیض پایا ہر سال شیخ کے عرس میں شرکت کے لئے بلگرام سے تشریف لے جاتے تھے جب بصارت میں کمی آگئی تو نہیں جا پاتے قنوج میں قیام ہے ۹۷۷ھ میں جب فقیر لکھنؤ سے بلگرام پہنچا اس وقت ایک رات بیمار پرسی کے لئے تشریف لائے اور وہ پہلی بار کی ملاقات تھی جس نے مرہم کام دیا اور فرمایا کہ کبھی محبت کے پھول ہیں مخدوم شیخ عبد اللہ بدایونی (جو کہ عہد اکبری کے نامور عالم اور شیخ طریقت تھے حضرت شیخ صفی سے مستفید اور ملا عبد القادر بدایونی کے استاذ تھے) رجال الغیب کی طرح بدایوں سے وہاں تشریف لائے ہوئے تھے مجھے یقین ہے کہ شب قدر کبھی پائی ہوگی تو وہ وہی رات ہوگی۔

تصنیف لطیف

سیدنا میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہٗ کی من جملہ تصانیف پندرہ ہیں جن میں سب سے مشہور کتاب سبع سنابل شریف ہے جسے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں مقبولیت حاصل ہے جس کے متعلق حضرت علامہ میر سید غلام علی آزاد بلگرامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایک موقع پر رمضان المبارک کے مہینہ میں ۱۱۳۵ھ دار الخلافت شاہجہاں آباد میں شاہ کلیم اللہ چشتی قدس سرہٗ کی زیارت کی سیدنا میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہٗ کا ذکر درمیان میں آیا شیخ نے حضور میر صاحب کے مناقب و مآثر دیر تک بیان کئے اور فرمایا ایک رات میں مدینہ منورہ میں سو رہا تھا خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ میں اور سید صبغۃ اللہ بروجی دونوں لوگ ایک ساتھ رسالت پناہ ﷺ کی پاک مجلس میں حاضر ہیں صحابۂ کرام اور اولیائے امت کی ایک جماعت موجود ہے ان میں ایک شخص ہے جس کے ساتھ حضور ﷺ مسکرا کر باتیں فرما رہے ہیں اور پوری طرح متوجہ ہیں جب مجلس برخاست ہوئی تو میں نے سید صبغۃ اللہ سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہیں جس کی طرف حضور کی اتنی توجہ ہے انہوں نے کہا یہ میر عبد الواحد بلگرامی ہیں ان کے زیادہ احترام کا سبب یہ ہے کہ ان کی تصنیف سبع سنابل حضرت رسالت پناہ ﷺ کی بارگاہ میں مقبول ہوگئی ہے۔

دربار اکبری میں طلبی

جب حضور سیدنا میر صاحب کی بزرگی کا شہرہ اکبر بادشاہ کے کانوں میں پہنچا تو اس نے ایک معتمد درباری کو میر صاحب کی خدمت میں بھیجا اور بڑی آرزو سے ملاقات کی درخواست کی میر صاحب نے سلطان کے پاس جانے کا قصد کیا جب سلطان کے دربار میں پہنچے تو بادشاہ پوری طرح اعزاز و اکرام بجالایا اور پانچ سو بیگہ زمین بلگرام شریف میں مدد معاش کے لئے نذر کی۔

کرامات

ایک مرتبہ آپ کے کاشانہ شریف میں ایک چور فاسد ارادہ لیکر آیا کافی تلاش و جستجو کے بعد ایک لوٹا اس کے ہاتھ لگا چور نے سوچا ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہی کافی ہے یہ سوچ کر چوری کے ارادہ سے اس نے لوٹے کی طرف ہاتھ بڑھایا لوٹا اٹھاتے ہی وہ چور اندھا ہوگیا پوری رات دروازہ ٹٹولتا رہا لیکن نہ پاسکا اسی پیچ وخم میں پڑا ہوا تھا کہ فجر کی اذان ہونے لگی نماز فجر ادا کرنے کی غرض سے سرچشمۂ ولایت، سراپا کشف و کرامت، مخدوم مشائخ حضور سیدنا شاہ میر سید عبد الواحد بلگرامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے آپ کی نظر چور پر پڑی آپ نے دریافت فرمایا تم کون ہو اور کیسے یہاں آئے ہو؟ چور نے عرض کیا حضور غلطی معاف فرمائیں

میں چور ہوں اور چوری ہی کرنے کی غرض سے یہاں آیا تھا آپ کا لوٹا اٹھا کر بھاگنا چاہ رہا تھا لیکن میری بینائی چلی گئی اس لئے دروازہ نہ پا سکا آپ نے فرمایا ذرا گھومو وہ چور گھوما گھومتے ہی بینائی واپس آگئی آپ نے فرمایا بھگ جاؤ وہ چور چلا گیا۔

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

جس طرح اشرف المخلوقات بنی آدم یعنی انسان مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں اسی طرح اجنہ میں بھی مختلف جماعتیں ہیں ان میں بعض مسلمان ہیں تو بعض کافر بھی ایک کافر جن آپ کی بارگاہ عالی جاہ میں آیا کرتا تھا اور آپ کے اقوال وافعال دیکھا اور سنا کرتا تھا اس کے دل کی دنیا بدل گئی وہ کافر جن آپ کے قدموں پر گر گیا اور داخل اسلام فرمانے کی درخواست پیش کی آپ نے اسے کلمہ پڑھا کر داخل اسلام کیا وہ ہمیشہ آپ کے پاس حاضر رہتا اور خدمت بجالایا کرتا تھا۔

ایک مرتبہ حضور میر صاحب اپنے پیرومرشد کے عرس مبارک میں صفی پور شریف تشریف لے جارہے تھے اثناء راہ میں آپ کا ایک مرید مل گیا جس کے چہرے پر رنجیدگی کے آثار ظاہر تھے اور وہ بے حد مضطرب تھا آپ نے اس کے پریشان ہونے کا سبب دریافت کیا تو اس نے بصد خلوص دست بستہ عرض کیا حضور میں مکان بنوانے کے لئے شہتیر لایا تھا جو اب چھوٹے پڑ گئے ہیں آپ نے فرمایا مجھے وہاں لے چلو جب آپ وہاں پہنچے تو شہتیروں کو دیکھا ان پر دست مبارک رکھا اور ارشاد فرمایا کہ اب ان کو اٹھا کر رکھو جب انہیں رکھا گیا تو سب شہتیر وضع کے اعتبار سے صحیح اترے سبحان اللہ

جب ان کے گدا بھر دیتے ہیں شاہان زمانہ کی جھولی
محتاج کا جب یہ عالم ہے مختار کا عالم کیا ہوگا

تاجدار اہل سنت اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بلگرام شریف آپ کے مزار پاک کی زیارت کے لئے تشریف لاتے تھے تو بس اسٹینڈ ہی سے اپنی جوتیاں ہاتھ میں لے کر برہنہ پاؤں چلتے تھے اور آپ کی شخصیت اور شہر پاک کو درج ذیل اشعار سے خراج عقیدت پیش کرتے تھے۔

اللہ اللہ عزوشان و احترام بلگرام
عبدواحد کے سبب جنت ہے نام بلگرام

روز عرس آوارگان دشت غربت کیلئے
من و سلویٰ ہیں مگر خبز وادام بلگرام

آسماں عینک لگا کر مہر و ماہ کی دیکھ لے
جلوۂ انوار حق ہے صبح و شام بلگرام

تھابما استجبت بلدہ کا پایۂ بلگرام
مرکز دین میں ٹھہرا یہ نام بلگرام

یادگار اب تک ہیں اس گل کی بہار فیض کے
خنداں ہائے گل رخاں ولالہ فام بلگرام

لائی ہے اس آفتاب دین کی تحویل جلیل
ساغر مارہرہ میں صہبائے جام بلگرام

حضرت میر صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں اللہ نے برکتیں عطا فرمائیں جنہوں نے اپنے اپنے دور میں مقتضائے حال کے مطابق دینی وملی خدمات انجام دیں آج بھی آپ کی نسل پاک کی دو اہم کڑیاں پیکر ولایت رہبر راہ شریعت گنج فیضان وبرکت حضور سید طاہر میاں اور تاج الاصفیاء رأس الاتقیاء ماہر علم وحکمت حضور سید سہیل میاں زاد اللہ فضلہما

(بقیہ ص ۲۶ پر..............)))))

اردو نثر نگاری اور امام احمد رضا رضی اللہ عنہ

☆☆☆شفیق اجمل، ریسرچ اسکالر، بنارس ہندو یونیورسٹی، بنارس☆☆☆

امام احمد رضا محدث بریلوی (۱۸۵۶ء / ۱۹۲۱ء) بیسویں صدی کے جلیل القدر عالم، عظیم المرتبت مفتی، بلند پایہ مصنف، دیدہ ورسیاستدان، صاحب بصیرت سائنس دان، لائق وفائق نکتہ داں، باکمال شاعر اور ایک صاحب طرز انشا پرداز ادیب تھے۔ انہیں اردو، ہندی، فارسی اور عربی نظم ونثر پر یکساں عبور تھا۔ بلاشبہ علم وفن میں ان کے معاصرین میں ان کا کوئی ہم پلہ نہ تھا اور کثرت علوم پر ان کو جو مہارت حاصل تھی اس کی نظیر ان کی عہد میں تو کیا ماضی میں بھی شاذ ہی نظر آتی ہے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی جیسی نابغۂ روزگار ہستیاں صدیوں بعد منصۂ شہود پر جلوہ آرا ہوتی ہیں۔ ان کی شخصیت جامع علوم وجامع صفات تھی۔ وہ دنیائے اسلام کے ایک فقید المثال محقق اور عدیم المثال فقیہ تھے ان کی ذات علم وفن کا ایک ایسا منارۂ نور تھی جس کی ہر شعاع ظلمتوں میں گھرے ہوئے اور راہ حق سے بھٹکے ہوئے انسانوں کے لئے تسکین قلب وجاں تھی۔

امام احمد رضا سیکڑوں علوم وفنون پر نہ صرف عبور رکھتے تھے بلکہ انہوں نے ہر علم وفن میں بے شمار کتابیں تحریر فرمائیں۔ ان کتب کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ہر موضوع پر ادیبانہ اسلوب نگارش اختیار کرنے پر مکمل دسترس رکھتے تھے۔ ادب وشاعری میں ان کا مقام صف اول کے شہ سواروں میں ہوتا ہے ان کی ادبی خدمات سے کسی طرح صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔ وہ ایک کہنہ مشق ادیب اور شاعر تھے۔ ان کی نثری خدمات بے شمار تصنیفات و تالیفات پر مشتمل ہیں اور ان میں مذہبی مسائل فتاوی اور ترجمہ ہی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے فن موضوعات میں علمی زبان کا استعمال ہوتا ہے مگر اس کے باوجود ان کے یہاں ہمیں بے شمار ادبی شہ پارے نظر آتے ہیں۔ وہ ایک کہنہ مشق ادیب اور بے باک فنکار تھے۔ ان کی تحریروں میں بلا کی سلاست اور روانی پائی جاتی ہے۔ ان میں جگہ جگہ ایسے ادبی شہ پارے نظر آتے ہیں کہ جسے دیکھ کر طبیعت مچل اٹھتی ہے۔ ان کا حسین انداز بیان، زبان کی چستگی، برمحل الفاظ کا استعمال، استعارات کی جودت، طرز ادا میں نفاست، جذبات میں خلوص، بیان کی ادائیگی میں مہارت، فکر میں گہرائی، اظہار میں بے ساختگی، خیالوں میں شادابی ان ہی عناصر کے امتزاج سے وہ اپنی تحریروں میں بلا کی رعنائی پیدا کرتے ہیں۔

امام احمد رضا محدث بریلوی کے عہد میں اگر چہ علی گڑھ تحریک کے زیر اثر سلیس وبامحاورہ نثر نگاری کی روایت چل پڑی تھی۔ باہم بہت سارے اہل قلم حضرات قدیم اسلوب نگارش سے پیچھا نہیں چھڑا سکے تھے۔ فارسی کے مخصوص طرز کے زیر اثر ایسے اہل قلم اپنی تحریروں میں صنائع و بدائع استعمال کرتے تھے اور اپنی قادر الکلامی، زور بیان کی قدرت کی غرض سے مقفی عبارت آرائی کے بھی دلدادہ تھے۔ لیکن امام احمد رضا نے کبھی ایسی پر تصنع عبارت آرائی کی کوشش نہیں کی۔ ان کا مقصد اعظم دین کی تجدید وتبلیغ تھا اور ایک مجدد ومبلغ مصنوعی طرز بیان سے کام نہیں لیتا اس لئے

انہوں نے ہر جگہ فطری انداز بیان اختیار کیا تا کہ ان کی زبان میں ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کی شان باقی رہے لیکن اس احتیاط کے باوجود ان کا اشہب قلم مستی و روانی میں ادب و لطافت کی پھلجڑیاں چھوڑتا ہوا گزر گیا ہے اور بے ساختہ مقفی جملہ ان کے نوک قلم سے ٹپک پڑتے ہیں اس طرح کی ایک خوبصورت مثال ملاحظہ کیجئے:

''نصوص کے دریا ہیں چھلکتے اور جب مصطفےٰ ﷺ کے چاند چمکتے اور تعظیم حضور کے سورج دمکتے اور ایمان کے تارے جھلکتے اور حق کے باغ مہکتے اور تحقیق کے پھول لہکتے اور ہدایت کے بلبل چہکتے اور نجدیت کے کوئے سسکتے اور وہابیت کے بوم بلکتے اور مذبوح گستاخ پھڑکتے۔'' (۱)

امام احمد رضا صرف ملک سخن کے ہی تاجور نہیں بلکہ اقلیم نثر کے بھی شہریار ہیں۔ نثر میں شاعری کرنا ان کے لئے کوئی بڑی بات نہیں اس اقتباس میں ان کے جمالیاتی حسن کا ایک پرکیف منظر دیکھئے:

''تجلی جمال کے آثار سے لطف و نرمی، راحت و سکون ونشاط وانبساط ہے۔ جب یہ قلب عارف پر واقع ہوتی ہے دل خود بخود ایسا کھل جاتا ہے جیسے ٹھنڈی نسیم سے تازہ کلیاں یا بہار کے مہینہ سے درختوں کی کنچھیاں اور تجلی جلال کے آثار سے قہر گرمی و خون قلب، جب اس کا ورود ہوتا ہے قلب بے اختیار مرجھا جاتا ہے بلکہ بدن گھلنے لگتا ہے۔'' (۲)

امام احمد رضا کی تحریر کی برجستگی اس وقت اور بھی نمایاں ہوتی ہے جب وہ بعض مصرعے، اشعار یا آیتوں کو اس طرح اپنی عبارتوں میں مدغم کر لیتے ہیں کہ وہ کوئی اجنبی شئے نہیں معلوم ہوتے بلکہ خود ان کی عبارت کا جزو بن جاتے ہیں۔ مثلاً

''اللہ اللہ ایک وہ دن تھا کہ طیبہ میں حضور پر نور ﷺ کی تشریف آوری کی دھوم ہے زمین و آسمان میں خیر مقدم کی صدائیں گونج رہی ہیں، خوشی و شادمانی ہے کہ در و دیوار سے ٹپکی پڑتی ہے۔ مدینے کے ایک ایک بچہ کا دمکتا چہرہ انار دانہ ہو رہا ہے باچھیں کھلی جاتی ہیں دل ہیں کہ سینوں میں نہیں سماتے سینوں پر جامہ تنگ، جاموں میں قبائے گل کا رنگ انور ہے کہ جھما جھم برس رہا ہے، فرش سے عرش تک نور کا بقعہ بنا ہے پردہ نشین کنواریاں شوق دیدار محبوب کردگار میں باہر آتی ہیں کہ۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا مادعا للہ داع (۳)

امام احمد رضا کے یہاں بول چال کی زبان بھی ملتی ہے وہ ٹھیٹھ ہندوستانی زبان کے استعمال پر بھی قدرت رکھتے تھے اور موقع کی مناسبت سے وہ روزمرہ کی زبان میں بلاتکلف گفتگو کرتے تھے مثال کے طور پر یہ عبارت دیکھئے۔

''حال کے زمانہ میں صناع ایسی ایسی چڑیاں بنالیتے ہیں کہ بولتی بھی ہیں، ہلتی بھی ہیں، دم بھی ہلاتی ہیں اور میں نے سنا ہے کہ بعض چڑیاں کل کے ذریعے سے پرواز بھی کرتی ہیں بمبئی اور کلکتے میں ایسے کھلونے بہت بنتے ہیں اور ہر سال نئے نئے نکلتے آتے ہیں۔'' (۴)

شاعری ہو یا نثر نگاری، منظر نگاری کو دونوں میں اہمیت حاصل ہے اس سے شاعر یا مصنف کے تخیل کی بلند پروازی کا احساس ہوتا ہے ساتھ ہی ساتھ یہ منظر نگاری نثر و نظم کو حسین بنا دیتا ہے۔ توضیحی نثر میں منظر نگاری سے ایک خوبصورتی پیدا ہو جاتی ہے۔ امام احمد رضا کو بھی اس فن میں کمال حاصل تھا۔ اور ان کے یہاں منظر نگاری کے بڑے عمدہ نمونے ملتے ہیں۔ ایک مثال ملاحظہ ہو:

''ایک دن آج ہے کہ اس محبوب کی رخصت ہے،

مجلس آخری وصیت ہے مجمع تو آج بھی وہی ہے، بچوں سے بوڑھوں تک، مردوں سے پردہ نشینوں تک، سب کا ہجوم ہے، ندائے بلال سنتے ہی چھوٹے بڑے سینوں سے دل کی طرح بے تابانہ نکلے ہیں، شہر بھر نے مکانوں کے دروازے کھلے چھوڑ دئے ہیں، دل کھملائے، چہرے مرجھائے، دن کی روشنی دھیمی پڑ گئی کہ آفتاب جہاں تاب کی وداع نزدیک ہے آسمان پژمردہ، زمین افسردہ، جدھر دیکھو سناٹے کا عالم، اتنا اژدہام، ہو کا مقام، آخری نگاہیں اس محبوب کے روئے حق نما تک کسی حسرت ویاس کے ساتھ جاتی اور ضعف نومیدی سے ہلکان ہو کر بیخودانہ قدموں پر گر جاتی ہیں۔ فرط ادب سے لب بند، مگر دل کے دھوئیں سے یہ صدا بلند۔" (۵)

امام احمد رضا جو کچھ تحریر فرماتے کافی غور وفکر کے بعد فرماتے تھے۔ ان کے اسلوب میں دلائل کی کثرت بھی ہوتی مگر دلائل کی کثرت ان کے اسلوب کی شگفتگی کو کہیں سے مجروح نہیں ہونے دیتے۔ اردو نثر میں ان کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے۔ ایک مقام پر حضور نبی کریم ﷺ کے سایہ کی نفی کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"کیوں تسلیم کا مقام خالی دیکھتا ہوں، خلاف کا چہرہ خوش، انصاف کا چہرہ شرم وحیا سے زرد، اور کاغذ کی پیشانی شرمناک باتوں سے سیاہ، خدا کی پناہ، لیکن قادر مطلق جل و علا جس نے مصطفےٰ ﷺ کو اپنے نور خاص سے پیدا فرمایا اور خورشید درخشانندہ و بدر درخشندہ کو انکی سرکار کا ادنیٰ گدا گر بنایا، کیا وہ یہ نہیں کرسکتا کہ ہمارے سرور جان فزا کو بغیر سایہ کے پرورش فرمائے اور وہ شاخ جس کے ہر رگ و برگ پر ہزاروں چمنستان قربان ہوں پاکیزگی کی مہر پر گل زمین لطافت سے ہر قسم کی کثافت سے پاک پیدا ہو۔" (۶)

امام احمد رضا محدث بریلوی کی ہر تصنیف علمی و تحقیقی ہوتی ہے امام احمد رضا اپنی تحریروں میں اس وصف کا خاص التزام کرتے ہیں کہ بات کو کم سے کم الفاظ میں کہا جائے۔ شریعت وطریقت جیسے علمی موضوع پر بحث کرتے ہوئے اور دونوں کے فرق کو واضح کرتے ہوئے ایجاز واختصار کا کیسا انمول نمونہ پیش کرتے ہیں۔

"شریعت منبع ہے اور طریقت اس میں سے نکلا ہوا ایک دریا بلکہ شریعت اس مثال سے بھی متعالی ہے۔ منبع سے پانی نکل کر دریا بن کر جن زمینوں پر گزرے انھیں سیراب کرنے میں اسے منبع کی احتیاج نہیں نہ اس سے نفع لینے والوں کو اصل منبع کی اس وقت حاجت مگر شریعت وہ منبع ہے کہ اس سے نکلے ہوئے دریا یعنی طریقت کو ہر آن اس کی احتیاج ہے۔" (۷)

ایجاز واختصار کا ایک دوسرا نمونہ ملاحظہ ہو۔

"اور اگر جاہل ہے بطور خود جاہلانہ برسر پیکار ہے تو قابل تادیب وزجر وانکار ہے کہ جہاں کو حدیث میں گفتگو کہا سزاوار ہے وعید حدیث اپنی اخوات کی طرح زجر وتہدید یا حرمان دخول جنت مع السابقین یا صورت قصد مضارت بمضارت شریعت پر محمول ہے۔" (۸)

مذکورہ بالا عبارت ایجاز و اختصار کا اعلیٰ شاہکار ہے ساتھ ہی اس اقتباس میں امام احمد رضا نے عربی فارسی کے الفاظ کو بھی کثرت سے استعمال کیا ہے مگر کہیں سے عبارت ثقیل و بوجھل نہیں ہونے پائی ہے۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی نے دینی مسائل اور علم و ادب کے مختلف شعبوں میں تنقید، طنز وتعریض، گرفت و تعاقب وغیرہ کے امور انجام دیئے ہیں۔ لہٰذا ان کی تحریروں میں بیان کے زور اور جوش بہت نمایاں ہیں۔ ان کے یہاں مناظرانہ اور خطیبانہ انداز بھی ہے۔ طنز ونشتریت کی نمکپاشی

بھی ہے۔ علمی وقار اور متانت کے باوصف عشق رسول ﷺ کی سرشاری اور دینی حمیت وغیرت کے جذبوں نے ان کی تحریروں میں جوش وغضب کے ساتھ ساتھ سرمستی وسرشاری بھی بھردی ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:

''خدا کی شان قہاری تو دیکھو! پرواتوں کی حیاداری تو دیکھو! مسلمانو! آنا سننے کا ماجرا ہے، مشتاقو! دوڑنا مزے کا تماشا ہے پرانے پرانے الٹے منہ دودھ ڈالتے ہیں، سیانے سیانیاں دائیں نکالتے ہیں اجتہاد کے دور میں سہا لگ آیا، چچا بھتیجی کا گٹھ جوڑ لایا شبھ گھڑی ہے، شادی رچی ہے مبارک سلامت کی دھوم مچی ہے۔'' (۹)

یقیناً امام احمد رضا محدث بریلوی نے اردو کو جو گرانقدر سرمایہ عطا کیا ہے وہ اردو زبان وادب کے کسی دوسرے شہسوار کے یہاں کم یاب ہے۔ ان کے یہاں بیان کے جوش وزور، شوکت وجلال اور طنز ونشتریت کے نگارخانے آراستہ ہیں۔ مطالب ومفاہم کے اعتبار سے نثر کے تمام اقسام توضیحی، بیانیہ، تاثراتی اور انانیتی نثر ان کے یہاں موجود ہیں ان کے ادبی شہ پارے اردو ادب میں قابل قدر اضافہ ہی نہیں بلکہ اس کا ایک انمول سرمایہ ہے۔

حوالہ جات

۱ اخلاص الاعتقاد، امام احمد رضا بریلوی، رضوی اکیڈمی ماریشش۔ ص۔ ۴۷

۲ کشف حقائق واسرار دقائق، امام احمد رضا بریلوی، رضا اکیڈمی ممبئی ص۔ ۴۰

۳ ختم نبوۃ، امام احمد رضا بریلوی، رضا اکیڈمی ممبئی ص ۷۰

۴ مجموعہ رسائل مرزائیت، امام احمد رضا، رضا اکیڈمی ممبئی، ص ۶۱

۵ ختم نبوت، امام احمد رضا بریلوی، رضا اکیڈمی، ممبئی ص ۷۱

۶ مجموعہ رسائل، مسئلہ نور وسایہ امام احمد رضا، رضا اکیڈمی، ممبئی، ص ۱۳۹

۷ مقال عرفا باعزاز شرع وعلماء، امام احمد رضا، رضا اکیڈمی ممبئی، ص ۵

۸ فتاویٰ رضویہ، امام احمد رضا بریلوی، رضا اکیڈمی، ج ۱۲ ص ۱۶۲

۹ سیف المصطفیٰ، امام احمد رضا، دہلی، ص ۱۵

☆☆☆

پنجابی

منقبت بحضور سیدی تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ

میں اپنے پیر دی کی گل سناواں
شریعت پاک دا پابند پاواں
رضا، حامد و نوری نال جیلاں
اینہاں دی ہر طرح دی صفت پاواں
جیہڑا دی ویکھدا اینہاں دی صورت
کیہوے میں واری واری اس توں جاواں
نیابت غوثِ اعظم دی اینہاں نوں
حقیقتِ حال میں سب نوں سناواں
طریقت اور شریعت دے نے ایہہ تاج
میں جگ دے نال ایہو گیت گاواں
میرے مرشد دا وے مسکن بریلی
سدا در پاک تے جاواں تے آواں
بریلی پاک نوں رب دیاں رکھاں
میں منگاں رات دن ایہو دعاواں
جنہاں نوں مل گیا دامن اینہاں دا
سدا او رہین تھلے ٹھنڈیاں چھاواں
میرا دعویٰ نئیں ایہہ وے حقیقت
میں صدقہ پیر دا ہر وقت کھاواں
میرے حامی و ناصر میرے اختر
رضا دا فیض میں فیر کیوں نا پاواں
سگِ مرشد اویسِ قادری وے
میں مکدی گل ہن ایتھے مکاواں

از: فقیر غوث و اختر رضا
غلام اُویس قرنی قادری رضوی لاہور (پاکستان)

آخری قسط

اکابر و اعاظم علماء و مشائخ اہل سنت اور اصطلاح مسلک اعلیٰ حضرت

از:۔ ضیغم اہل سنت علامہ محمد حسن علی قادری رضوی میلسی پاکستان

بدمذہبوں کے مغالطے

قیام پاکستان سے قبل اور اب کم و بیش پچاس سال سے مخالفین اہل سنت کے مناظرین اور مصنفین نے سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے آخری ارشادات و فرمودات کے مجموعہ وصایا شریف مرتبہ فاضل جلیل حضرت علامہ حسنین رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت پر بار بار اعتراضات کیے مناظرہ اوری مناظرہ بریلی، مناظرہ سنبھل، مناظرہ ملانوالی، مناظرہ ملتان اور کتاب دھماکہ، کتاب سیف رحمانی، کتاب سیف حقانی، کتاب مطالعہ بریلویت وغیرہ میں بار بار اس عبارت کا اعادہ کر کے عوام کو مغالطہ اور دھوکہ دیا کہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا ''میرا دین و مذہب'' جو میری کتب سے ظاہر ہے'' بدمذہبوں نے یہ غلط تاثر دیا اور اس کو اچھالا کہ معاذ اللہ اعلیٰ حضرت کا دین و مذہب دین اسلام سے کوئی علیحدہ حامل عناصر مسلک اعلیٰ حضرت کو مسلک امام اعظم سے علیحدہ اور حنفی مسلک سے مختلف کوئی چیز سمجھ رہے ہیں حالانکہ مسلک اعلیٰ حضرت ہی حقیقی مسلک امام اعظم ہے۔ اور یہ مسلک امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علیحدہ کسی چیز کا نام نہیں ہے۔ مخالین اہل سنت کو جوابات فقیر (محمد حسن علی الرضوی غفرلہٗ) نے اپنی کتاب قہر خداوندی بردھماکہ دیوبندی، برہان صداقت بردِ نجدی بطالت، برق آسمانی برفتنۂ شیطانی، محاسبہ دیوبندیت، بجواب مطالعہ بریلویت میں بار بار دیئے جن کے جواب کی آج تک کسی کو جرأت و ہمت نہیں ہے اسی طرح اکابر اہل سنت کے برعکس جو معدود چند جدت پسند ماڈرن محققین اپنی خام خیالی میں مسلک اعلیٰ حضرت کہنے لکھنے پر بلا دلیل شرعی معترض ہیں وہ بھی سراسر خود فریبی میں مبتلا ہیں اور مسلمہ اکابر اہل سنت کے مقابلہ میں ان کی کوئی حیثیت نہیں۔

مسلک اعلیٰ حضرت اور اکابر اہلسنت

خود اعلیٰ حضرت مجدد اعظم امام اہل سنت

ایک سوال ''اسماعیل دہلوی کو کیسا سمجھنا چاہیے؟'' کے جواب میں فرماتے ہیں، ارشاد: ''میرا مسلک یہ ہے کہ وہ یزید کی طرح ہے اگر کوئی کافر کہے ہم منع نہ کریں گے اور خود کہیں گے نہیں''۔ (الملفوظ حصہ اوّل ص ۹۷)

یہاں خود اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا مسلک بیان فرمایا اپنا مسلک یا مسلک اعلیٰ حضرت کہنا غلط ہوتا تو ہرگز وہ ایسا نہ فرماتے بلکہ مسلک حنفی یہ ہے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک یہ ہے لیکن آپ نے فرمایا میرا مسلک جب اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ خود میرا مسلک کہہ سکتے تو پھر ہم سب اہل سنت بھی مسلک اعلیٰ حضرت کہہ سکتے ہیں، مسلک اعلیٰ حضرت کی اصطلاح کوئی آج کل بچوں کی رائج کی ہوئی نہیں ہے، جلیل القدر عظیم المرتبت اکابر علماء و مشائخ نے اس کو اپنا اور اپنا میلان طبع مسلک اعلیٰ حضرت کی طرف ظاہر کیا۔

شیخ المشائخ سیدنا شاہ علی حسین اشرفی جیلانی

قدس سرہٗ کے وصال کے بعد مولانا شاہ عارف اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ماہنامہ سالک راولپنڈی اور مفتی پاکستان علامہ سید ابوالبرکات سید احمد قادری رضوی اشرفی رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں اور علامہ محمود احمد رضوی اشرفی کی ادارت میں شائع ہونے والے ہفت روزہ رضوان لاہور میں سیدنا علی حسین اشرفی میاں جیلانی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت مقدسہ پر ایک مضمون چھپا تھا جس میں آپ نے اپنے مریدین کو نصیحت فرمائی ''میرا مسلک شریعت و طریقت میں وہی ہے جو حضور پرنور اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہٗ کا ہے۔ (بحوالہ ماہنامہ سالک راولپنڈی و ہفت روزہ رضوان لاہور ماہنامہ سنی آواز ناگپور مہاراشٹر ص ۳۴ بابت ماہ ستمبر اکتوبر ۱۹۹۵ء)

ایسا ہی لطائف اشرفیہ میں ہے۔

صدر الافاضل مرادآبادی

مولانا شاہ محمد نعیم الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ہفت روزہ سواد اعظم لاہور، حیات صدر الافاضل میں ہے: ''بلا شبہ مسلک سیدنا امام اہل سنت مجدد دین و ملت کی ترویج و اشاعت میں جو حصہ حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو حاصل ہے وہ آپ کی تالیفات وتصنیفات سے ظاہر ہے ہمیں وثوق ومعتمد علیہ روایات پہنچی ہیں کہ بار بار حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہمیں مجدد اعظم سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے آستانۂ قدسیہ سے حقیقت میں ایمان ملا سیدنا اعلیٰ حضرت کا ملک وملت سواد اعظم پر احسان عظیم ہے کہ آپ نے ہمیں ایمان وکلمہ سے روشناس فرمایا .... یہ نہایت آبدیدہ ہوکر ارشاد فرماتے تحقیقات سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر صدر الافاضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس قدر اعتماد ووثوق تھا ارشاد فرماتے ہیں ایک بار سیدنا مجدد اعظم اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا فقہ مجھے علامہ ابن عابدین سے حاصل ہوئی تو ہم نے اسے تواضع پر محمول کیا اس لئے کہ ہماری نگاہ میں سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی تحقیقات عالیہ علامہ شامی کی تحقیقات سے عالی و بلند تر ہیں''۔ (حیات صدر الافاضل ص ۲۶۱ و ہفت روزہ سواد اعظم لاہور ۱۹/۲۶ جون ۱۹۵۹ء جلد ۲ نمبر ۲۳،۲۲ ص ۴۱)

آل انڈیا سنی کانفرنس کی اوّل تاسیس اور سنی کی تعریف میں مسلک اعلیٰ حضرت کی شرط

قیام پاکستان سے قبل جب آل انڈیا سنی کانفرنس کا قیام عمل میں آیا تو صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی رضوی مصنف بہار شریعت مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خان صاحب بریلوی سجادہ نشین آستانہ عالیہ رضویہ بریلی شریف، صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی، امام المتکلمین مولانا سید ابوالمحامد سید محمد محدث کچھوچھوی، امیر ملت پیر سید جماعت شاہ محدث علی پوری مبلغ اسلام مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی، محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد بریلوی، علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری، استاذ العلماء مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری، تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی مرادآبادی وغیرہم قدست اسرارہم جیسے مسلمہ اکابر اہل سنت شامل تھے، اور کثیر تعداد میں مشائخ طریقت شامل تھے۔ آل انڈیا سنی کانفرنس کے جلیل القدر اکابر نے سنی کانفرنس کے قیام کے وقت جو سنی کی تعریف کی تھی وہ یہ تھی جو قرطاس رکنیت اور ہدایت ممبران کے فارم میں شامل تھی۔

سنی کی تعریف اور مسلک اعلیٰ

حضرت ......

سنی وہ ہے جو ما انا علیہ و اصحابی کا مصداق ہو یہ وہ لوگ ہیں جو ائمہ دین خلفاء راشدین مسلم مشائخ طریقت اور متاخرین علماء میں سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی حضرت ملک العلماء مولانا بحر العلوم فرنگی محلی حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی حضرت مولانا مفتی ارشاد حسین رامپوری، حضرت مولانا مفتی شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمہم المولیٰ تعالیٰ کے مسلک پر ہو، قرطاس رکنیت آل انڈیا سنی کانفرنس و حیات صدر الافاضل ص ۱۸۱ و ص ۱۸۲ ملاحظہ ہو اس میں نہ صرف مسلک اعلیٰ حضرت بلکہ مسلک شیخ عبدالحق محدث دہلوی و مسلک مولانا بحر العلوم لکھنوی مسلک مولانا فضل رسول بدایونی وغیرہم کا بھی ذکر ہے، اور یہ تمام اکابر اہل سنت کا متفقہ فیصلہ و متفقہ مرتبہ قرطاس رکنیت تھا۔

مبلغ اسلام مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی

رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ان کے فرزند مولانا شاہ احمد نورانی نے ۱۳۹۷ء کے عرس امجدی کے موقع پر دارالعلوم امجدیہ کراچی کے جلسہ عام میں بتایا...... میرے والد گرامی مبلغ اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی کی ایک نصیحت میرے پاس موجود ہے، فرمایا الحمد للہ میں مسلک اہل سنت پر زندہ رہا اور مسلک اہل سنت ہی ہے جو مسلک اعلیٰ حضرت ہے جو اعلیٰ حضرت کی کتابوں میں مرقوم ہے اور الحمد للہ اسی پر میری عمر گزری اور الحمد للہ آخری وقت اسی مسلک (اعلیٰ حضرت) پر حضور پر نور ﷺ کے قدم مبارک میں خاتمہ بالخیر ہو رہا ہے۔" (ماہنامہ ترجمان اہل سنت کراچی ذی الحجہ ۱۳۷۹ھ و ماہنامہ "سنی آواز" ناگپور مہاراشٹر ستمبر اکتوبر ۱۹۹۵ء ص ۳۳)

امیر ملت و نبیرۂ امیر ملت

نبیرۂ امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری حضرت مولانا صاحبزادہ پیر سید اختر حسین صاحب علی پوری رحمۃ اللہ علیہ، ایک مرتبہ حضرت مولانا مفتی ظفر علی صاحب نعمانی رضوی مہتمم دارالعلوم امجدیہ کراچی کی سانگلہ ہل کی قیام گاہ پر تشریف فرما تھے فقیر راقم الحروف محمد حسن علی الرضوی البریلوی سے گفتگو کے دوران فرمایا: "میرا (یعنی پیر سید اختر حسین صاحب علی پوری) اور جد محترم حضرت محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وہی ہے جو اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلی شریف والوں کا ہے حضرت صاحبزادہ پیر سید اختر حسین صاحب علی پوری کے انتقال پر مختلف اخبارات ورسائل میں جو مضامین چھپے ان میں واضح طور پر مرقوم و موجود ہے۔ کہ پیر سید اختر حسین صاحب علی پوری نے فرمایا میرا اور جد محترم امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وہی ہے جو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت عاشق رسول مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ (مخلصاً رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ)

محدث اعظم پاکستان

حضرت علامہ ابوالفضل مولانا شاہ محمد سردار احمد قادری چشتی رضوی محدث بریلوی قدس سرہٗ نے راقم الحروف فقیر قادری محمد حسن علی الرضوی غفرلہٗ کے نام بیشتر مکاتب میں مسلک اعلیٰ حضرت مذہب اہل سنت پر مضبوطی سے قائم رہنے کی تلقین فرمائی حضرت ممدوح کے ایک سو کے قریب اہم خطوط فقیر کے پاس محفوظ ہیں جن میں مذہب اہل سنت اعلیٰ حضرت پر مضبوطی سے قائم رہنے کی دعا فرمائی گئی ہے۔

حضرت سیدی محدث اعظم پاکستان قدس سرہٗ نے

اپنے شجرہ قادریہ رضویہ چشتیہ صابریہ ضروری ہدایت کے ذیل میں فرمایا ''امام اہل سنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا علامہ شاہ احمد رضا خان صاحب قدس سرہٗ العزیز کے مسلک پر مضبوطی سے قائم رہیں ان کا مسلک مذہب اہل سنت و جماعت ہے'' (شجرہ مبارکہ محدث اعظم پاکستان ص۲۲ و کتاب محدث اعظم پاکستان ص۱۰۰ جلد دوم)

مفتی اعظم دہلی

حضرت علامہ الحاج مفتی محمد مظہر اللہ صاحب نقشبندی شاہی امام وخطیب جامع مسجد فتح پور دہلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فقیر راقم الحروف محمد حسن علی الرضوی غفرلہ کے نام اپنے ایک اہم مکتوب گرامی میں ارقام فرماتے ہیں ''اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے مسلک وتحقیقات میں کسی کا زہرہ ہے کہ جرأت لب کشائی کرسکتے ......'' (مکتوب بنام فقیر قادری رضوی میلسی)

تاجدار اہل سنت سیدنا مفتی اعظم

مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خان صاحب نوری رضوی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں آخری بار ۱۹۸۱ء میں حاضری ہوئی وقت مراجعت اجازت کے لئے گھر کے ملازمہ کے ذریعہ اندر اطلاع بھجوائی حضرت ممدوح نے اپنے دولتکدہ کے اندر ہی فقیر کو طلب فرمایا اپنے دولتکدہ کے دکن سمت جنوبی جانب سہ دری کے درمیانے دروازہ میں پلنگ پر آرام فرما رہے تھے فقیر نے اپنے کتابوں کا سیٹ پیش کیا فرمایا ''مولانا حسن علی صاحب میلسی والوں کی کتابیں ہیں ماشاء اللہ ماشاء اللہ'' چند اوراق ملاحظہ فرمائے، اور سرہانے رکھ لیں، پھر فقیر نے مزار پر انوار اعلیٰ حضرت کی نہایت شاندار خوبصورت چادر پیش کی کہ حضور مزار اعلیٰ حضرت پر چڑھائیں چادر کو پورا کھول کر دیکھا اور ماشاء اللہ ماشاء اللہ فرمایا چادر کے نیچے کی طرف کڑھائی میں لکھا ہوا تھا منجانب بزم انوار رضا غلامان محدث اعظم پاکستان میلسی رحمۃ اللہ علیہ محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کا نام گرامی پڑھ کر حضور سیدنا مفتی اعظم علیہ الرحمہ زار وقطار رونے لگے اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے حضرت محدث اعظم پاکستان کے لئے دیر تک فاتحہ خوانی فرماتے رہے اختتام دعا پر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے آمین۔ اسی دوران فقیر نے عرض کیا حضور میرے بچوں سردار احمد رضا انوار احمد رضا کے لئے خدمت مسلک اعلیٰ حضرت کی دعا فرمائیں فرمایا ''اللہ تعالیٰ آپ کے بچوں کو مسلک اعلیٰ حضرت کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ بلفظہ

تاجدار اہل سنت سیدنا حضور سرکار مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خان صاحب قدس سرہٗ العزیز نے حضرت قبلہ سید محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد صاحب قدس سرہٗ کے وصال پر ماہنامہ نوری کرن بریلی شریف کے محدث اعظم نمبر کے لئے ایک طویل نظم منقبت اور دو اہم مضمون تحریر فرمائے تھے ایک مضمون کا عنوان تھا ''میرا چاند'' اس کے تحت لکھتے لکھتے فرمایا'' وہ میرا چاند صدر الشریعہ کا چاند اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے مسلک کا چاند علم قرآن وحدیث فقہ وغیرہ کا چاند اس محبوب سبحانی غوث صمدانی کا چاند تھا جس نے فرمایا تھا آسمان دنیا کے چاند کے لئے اب ایسے ہزار چاند آئیں

گم ہم میں ہوں اور پتہ نہ پائیں

(ماہنامہ نوری کرن بریلی شریف محدث اعظم نمبر ص۵، مطابق مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء وکتاب محدث اعظم ص۳۷۰، از: سیدنا مفتی اعظم شہزادۂ اعلیٰ حضرت سیدنا حضور مفتی اعظم ہند نے اپنے اس مضمون میں حضرت محدث اعظم پاکستان کو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے مسلک کا چاند فرمایا ثابت ہوا کہ

حضور شیخ العلماء سیدنا مفتی اعظم قدس سرہٗ کے نزدیک بھی مسلک اعلیٰ حضرت کہنا صحیح تھا تاجدار اہل سنت سیدنا حضور مفتی اعظم قبلہ قدس سرہٗ وہ ہیں جن کے فتویٰ کی تصدیق امام المتکلمین خطیب اعظم ہند علامہ ابوالمحامد سید محمد محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ بدیں الفاظ فرماتے ہیں: ھذا قول عالم المطاع ما علینا الا الاتباع، یہ اس عالم مطاع کا قول (حکم شرعی) جس کے اتباع کے بغیر کوئی چارہ نہیں'' (بدلتے زاویے ص ۱۲ و ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف مفتی اعظم نمبر)

شیخ المشائخ شعیب الاولیاء

حضور مولانا صوفی شاہ محمد یار علی صاحب قدس سرہٗ براؤں شریف مدت العمر اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے مسلک حق کی تبلیغ و اشاعت فرماتے رہے وہ اصول و فروعات میں مسلک اعلیٰ حضرت پر تھے تیس سال سے زائد سے آپ کے آستانہ عالیہ اور دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف ضلع سدھارت نگر یوپی سے رسالہ ماہنامہ فیض الرسول جاری ہے جس کی پیشانی پر لکھا ہوتا ہے ''مذہب اہل سنت کا ترجمان مسلک رضوی کا نقیب'' (ماہنامہ فیض الرسول براؤں شریف ہر شمارہ)

مفتی پاکستان علامہ ابو البرکات

مولانا سید احمد قادری کے فقیر کے ایک استفتاء کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں ''تعجب ہے کہ اعلیٰحضرت امام اہلسنّت بریلوی قدس سرہ کا فتویٰ ہوتے ہوئے فقیر سے استفسار کیا جارہا ہے فقیر کا اور فقیر کے آباواجداد (باپ دادا) کا وہی مسلک ہے جو اعلیٰحضرت قدس سرہ کا ہے'' (ماہنامہ سنی آواز ناگپور بھارت ستمبر اکتوبر ۱۹۹۵ء ص ۳۳ و ماہنامہ رضوان لاہور اپیل ۱۹۹۶ء'' دین حق مذہب اہلسنّت مسلک اعلیٰ حضرت پر استقامت ان (علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رضوی اشرفی) کا طرۂ امتیاز تھا''۔ (رضوان لاہور اپریل ۱۹۹۶ء ص ۱۹)

حضرت محدث امروھوی کاظمی

علامہ قاری سید محمد خلیل الکاظمی محدث امروہوی پیرومرشد واستاذ محترم حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی انوار العلوم ملتان شریف فرماتے ہیں فقیر کا مسلک ان دونوں مسئلوں میں یعنی ریڈیو کے اعلان کے حجت شرعیہ نہ ہونے میں اور لاؤڈاسپیکر پر نماز نہ ہونے میں اعلیٰحضرت قدس سرہ کے مسلک کے بالکل موافق ہے طوال کی ضرورت نہیں ملخصاً (ماہنامہ نوری کرن بریلی شریف رویت ہلال نمبر۔ تین اہم مکتوب جن میں مسلک اعلیٰحضرت سے وابستگی ظاہر ہے فقیر محمد حسن علی الرضوی کے پاس محفوظ ہیں و ماہنامہ نوری کرن بریلی شریف ۱۹۶۷ء ماہ دسمبر ص ۳۷)

غزالی زماں علامہ احمد سعید کاظمی

کا بیشتر تصانیف ومضامین میں مسلک اعلیٰ حضرت کی طرف میلان وموافقت ثابت ہے بلکہ عابد خان سعید اور مولانا خدا بخش اظہر صاحب شجاعبادی کا بیان ہے حضرت غزالی زماں تو برملا فرماتے تھے وہ میرا مرید نہیں جو مسلک اعلیٰحضرت کے خلاف ہے۔ میرا مسلک تو وہ ہے جو اعلیٰحضرت کا مسلک ہے۔

صدر الافاضل و شیر بیشۂ اھل سنت

حضرت صدرالافاضل مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی اور حضرت شیر بیشۂ اہل سنت مولانا محمد حشمت علی خان صاحب قدس سرہما نے دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں مندرجہ ذیل تحریر دستخط فرما کر مسلک اعلیٰحضرت کی تائید و حمایت فرمائی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

سنی وہ ہے جو وما انا علیہ واصحابی کا مصداق ہو یہ وہ لوگ ہیں جو ائمہ دین خلفاء راشدین مسلم مشائخ طریقت اور متاخرین علماء میں سے حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی حضرت ملک العلماء مولانا بحر العلوم لکھنوی۔ حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی مولانا شاہ فضل رسول بدایونی شیخ الاسلام والمسلمین حجۃ اللہ علی الارضین حضور پرنور سیدنا اعلیحضرت عظیم البرکت امام اہلسنّت مجدد دین وملت مولانا شاہ عبد المصطفیٰ احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلک حق پر ہو......الخ ملخصاً۔ (ماہنامہ رضوان اپریل ۹۶ء ص ۲۳ تحریر مخزونہ دار العلوم حزب الاحناف)

سجادہ نشین آستانہ عالیہ مارہرہ مطہرہ

حضرت مخدوم المخادین شیخ طریقت علامہ حافظ قاری مفتی مصطفیٰ حیدر حسن میاں برکاتی قادری قدس سرہ فرماتے ہیں:

حفظ ناموس رسالت کا جو ذمہ دار ہے
یا الٰہی مسلک احمد رضا خاں زندہ باد

فقیہ اعظم محدث کوٹلوی/ امام العلماء مولانا امام الدین: کے متعلق ماہنامہ ماہ طیبہ میں آخری وصیت میں مسلک اعلیحضرت سے وابستگی ظاہر کی گئی ہے اور حضرت مولانا محمد امام الدین صاحب کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ الفاظ ہیں۔ ”فرمایا بشیر مجھ سے مصافحہ کرلو میں اب جانے والا ہوں اور میری تمہارے لئے دعا ہے......دیکھو تمہارے والد فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور تمہارے تایا حضرت مولانا محمد عبد اللہ قادری رضوی اور میں عمر بھر اعلیحضرت بریلی شریف والوں کے مسلک کی تبلیغ کرتے رہے تم بھی اسی مسلک (اعلیحضرت) پر قائم رہنا خدا تمہاری مدد فرمائے گا“۔ (ماہنامہ ماہ طیبہ کوٹلی لوہاران اکتوبر ۱۹۶۱ء ص ۵۰)

مذکورہ بالا مسلمہ اکابر اہلسنّت کے علاوہ اور بہت سے اکابر کرا نے مسلک اعلیحضرت امام اہل سنت سے اتفاق فرمایا اور مسلک اعلیحضرت کی اصطلاح ان کا معمول رہا ہے مسلک اعلیحضرت کی اصطلاح کوئی بچوں کی رائج کی ہوئی نہیں ہے بحمدہ تعالیٰ اکابر اہلسنت کی اکثریت مسلک اعلیحضرت پر ہے اور اس پر عامیانہ اعتراض۔

مزاج تو از حال طفلی نگشت
ہی کا آئینہ دار ہو سکتا ہے

اہلسنّت جماعت کا دفاع پائندہ باد
مسلک احمد رضا خاں تا ابد تابندہ باد

☆☆☆

(.........بقیہ ص ۱۶ کا) کی صورت میں موجود ہیں جن سے ایک عالم اکتساب فیوض و برکات کرتا ہے بلگرام شریف کے پورے علاقے میں ان دونوں بزرگوں کے ذریعہ سنیت کا بہت بڑا کام ہورہا ہے اللہ ان کی عمروں میں برکتیں عطا فرمائے اور ان کا سایہ دراز فرمائے۔

میر صاحب کا وصال

آپ نے تین رمضان المبارک جمعہ کی رات ۱۴۱۰ھ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور مالک حقیقی سے جا ملے آپ کا مزار مقدس شہرستان ولایت محلّہ سلہاڑا بلگرام شریف ضلع ہردوئی میں واقع ہے۔

ابر رحمت ان کی مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

☆-☆-☆

تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ کا سفر شام

مختصر روداد

از: حضرت علامہ مفتی محمد ثاقب اختر القادری المتخصص فی الدراسات الاسلامیہ، والعربیۃ، دمشق الشام

۲۲/اگست ۲۰۰۸ء کو حضور تاج الشریعہ وارث علوم رضا شیخ الاسلام مفتی اختر رضا خاں دامت برکاتہم القدسیہ کی نورانی شخصیت عاصمۃ الشام دمشق کی مبارک سرزمین پر رونق افروز ہوئی۔ بلاد الشام سید الثقلین آقائے کل ختم الرسل کی دعائے برکت سے فیضیاب ہیں اور خصوصاً دمشق پرانداز کرم کچھ انوکھا ہے اسی کے متعلق صفت ما ینطق عن الھوی کی حامل زبان فیض ترجمان سے ارشاد ہوا:

"ستفتح عليكم الشام فإذا خيرتم المنازل فيها فعليكم بمدينة يقال لها دمشق فإنها معقل المسلمين في الملاحم و فسطاطها منها بأرض يقال لها الغوطة"

حضور تاج الشریعہ یہاں کے وقت کے مطابق تقریباً ساڑھے نو بجے مطار دمشق کے خصوصی گیٹ سے اپنے بعض مریدین کے ساتھ تشریف لائے جہاں آپ کا پرتپاک استقبال کیا گیا۔ یہاں سے آپ شارع مطار پر واقع ولاۃ الأمراء کی طرف روانہ ہوئے جہاں آپ نے چار روز قیام فرمایا پہلے روز علمائے شام کے اعزاز میں آپ کی طرف سے عشائیہ دیا گیا جس میں علماء کرام کی بڑی تعداد موجود تھی، علماء کرام کی اتنی بڑی تعداد یہاں کسی محفل میں خال خال ہی نظر آتی ہے۔ شرکاء میں شام کی مشہور بزرگ ہستی فعال عالم دین الشیخ ہشام الدین البرہانی، جلیل القدر عالم دین پیر استقامت الشیخ عبد الہادی الخرسہ، مفتی دمشق عبد الفتاح البزم، معہد التہذیب کے مدیر و خطیب دمشق السید عبد العزیز الخطیب الحسنی، رکن مجلس الشعب (National Assembly) اور معہد ابو النور کے شعبۂ تخصص کے مدیر الدکتور عبد السلام الراجع اور وہیں کے شعبہ دراسات العلیا کے مدیر الدکتور ملتان وہبی بھی تشریف فرما تھے۔

تلاوت قرآن کریم و مدحت سید الکونین سے محفل کا آغاز ہوا۔ حضور تاج الشریعہ نے علالت کے باوجود نہایت فصیح و بلیغ خطاب فرمایا جس سے علماء بہت محظوظ ہوئے، علماء کے اصرار پر آپ نے اپنا عربی قصیدہ "اللّٰہ اللّٰہ ھو مالی ربٌ إلا ھو" بہت خوبصورت اور انتہائی دل نشیں انداز میں پڑھا جس سے ایک سماں بندھ گیا، علماء میں سے شاید ہی کوئی ایسا ہو جو جھوم کر ساتھ نہ دے رہا ہو، جب آپ نے مقطع پڑھا "ھذا أختر أدناکم ربی أحسن مثواہ" تو خطیب دمشق الدکتور عبد العزیز الخطیب کی زبان سے برجستہ یہ الفاظ نکلے

"أختر سيدنا وابن سيدنا"

۲۳/تاریخ بروز ہفتہ کو علماء کے اصرار پر عام ملاقات رکھی گئی تاکہ وہ فرداً فرداً حضرت سے مل سکیں۔ کئی علماء تشریف لائے جن میں مشہور حنفی عالم کئی کتب کے محشی شیخ عبد الجلیل العطا اور معروف خانوادہ اہل بیت کے چشم و

چراغ اور مشہور مدرس شیخ محمد صادق الدرویش بھی شامل ہیں۔ علماء نے بعض شرعی مسائل میں حضرت کا عندیہ بھی معلوم کیا جبکہ ان کی طلب پر حضور نے کئی علماء کو سند الحدیث سے بھی سرفراز فرمایا۔ شیخ عبد الجلیل العطا نے حضرت کی شان میں اپنی تحریر کردہ منقبت بھی سنائی جس سے علمائے شام کے تأثرات و حضرت سے محبت کا اندازہ ہوتا ہے۔

چند اشعار ہدیہ قارئین ہیں:

یا کوکبا من بهاء الدين ذا ألق
ومنهجا من دقيق العلم متسق

إقدام قولك في التحقيق مصدره
أهل التمكن في النبراس كالشفق

ولو تباهى رسول الله في أحد
مثل طلعكم يا فاتح العبق

محمد أختر جاء الرضاء به
فمر حباً في متيع الحصن والدرق

۲۴ راگست بروز اتوار کو سابق مفتی شام کے فرزند و معہد ابو النور کے مدیر الشیخ صلاح الدین کفتارو اور وہاں کی انتظامیہ و علماء کی طرف سے حضور تاج الشریعہ کے اعزاز میں استقبالیہ دیا گیا۔ آپ نے یہاں تصوف و علم کے تعلق وحقانیت اہل سنت کے موضوع پر مختصر و نہایت جامع بیان فرمایا، بعد ازاں علماء کی درخواست پر قصیدہ شریف بھی پڑھا اور اس کے ضمن میں چند نکات تصوف بھی بیان فرمائے۔ اس اجلاس میں حلب (شام) کے معروف المدرسة الكلتاوية النبهانية کے دو نامور مدرسین اور شیخ حوت کے نمائندوں نے بھی شرکت اور حضرت سے ملاقات کی۔ محفل کے اختتام پر آپ نے عارف باللہ شیخ عبد الغنی النابلسی اور پھر دنیائے تصوف کے تاجور شیخ اکبر سیدنا الشیخ محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مقدس پر حاضری دی جو مرجع خلائق ہے اسی دن علم کلام کے مشہور عالم کئی کتب کے محشی الشیخ عبد السلام عبد الہادی الشار حضرت کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے بعد ازاں حضرت نے انہیں اجازت و خلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔ اسی روز بعد نماز عشاء طلباء کے لئے خاص علمی مذاکرہ کا اہتمام کیا گیا جس میں طلباء نے سوالات کے ذریعہ آپ سے علمی استفادہ کیا بعد ازاں کئی طلباء و عوام داخل سلسلہ ہوئے۔

۲۵ راگست چونکہ قیام کا آخری دن تھا، اس لئے بہت مصروف گذرا بعد نماز عصر مفتی دمشق کی جانب سے جامع طارق بن زیاد، رکن الدین میں استقبالیہ دیا گیا، جہاں علماء کی طلب پر حضرت نے انہیں سند حدیث سے نوازا، جن میں الشیخ عدنان الدرویش، الشیخ معتصم البزم اور الشیخ وائل البزم شامل ہیں، اس دن ملاقات کے لئے حاضر ہونے والے افراد کی بہت چہل پہل رہی علماء میں سے شیخ عبد الہادی الغرسہ اور شیخ حسن البادنجکی ہی تشریف لائے، مؤخر الذکر حلب کی مشہور روحانی شخصیت و پیشوا اور ایک دینی ادارے کے سرپرست و مدیر ہیں، عراق سے دو نامور علماء الشیخ قتیبۃ السعدی اور الشیخ مروان علی أنور نے شرف زیارت حاصل کیا۔

اسی دن فخر سادات صاحب القاب کثیرہ، عظیم روحانی شخصیت سیدنا موسیٰ الکاظم کے شہزادے شیخ الصباح تشریف لائے، آپ نے فرمایا کہ چند روز قبل میں اس علاقہ کے قریب سے گذرا تو مجھے یہاں انوار نظر آئے میں سمجھ گیا کہ یہاں کوئی ولی اللہ مقیم ہیں معلومات کرنے پر پتا چلا کہ حضرت تشریف لائے ہوئے ہیں تو ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ (بقیہ ص ۳۵ پر..........)))))))

علامہ شرف قادری ایک عظیم عالم اہل سنت

از: مولانا محمد توفیق احمد نعیمی اشرفی ناظم اعلیٰ مدرسہ عالیہ نعمانیہ، شیش گڑھ، بریلی شریف

حضرت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری نقشبندی علیہ الرحمہ (جنہوں نے حال ہی میں وصال فرمایا) برصغیر میں اہل سنت و جماعت کے ایک عظیم مفکر اور مقتدر عالم دین تھے، ان کی اپنی ایک پہچان تھی، وہ نہ صرف یہ کہ علمی دنیا میں ایک اونچا مقام رکھتے تھے بلکہ عملی دنیا میں بھی ان کی ایک نرالی شان تھی، یہی سبب ہے کہ جہاں علمی حلقوں میں انہیں نہایت عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا تو وہیں عملی حلقے میں بھی انہیں دل کی گہرائیوں سے چاہتے تھے، قحط الرجال کے اس دور میں ایسے علمائے کرام جو علم وعمل کا حسین سنگم ہوں، چراغ لے کر ڈھونڈو تو نہیں ملتے، ایسے میں ان کی ذات ہمارے لئے وجہ طمانیت تھی بلکہ فرض کفایہ کی حیثیت رکھتی تھی، آہ! صد آہ! وہ عظیم ذات، صاحب برکات ہم سے رخصت ہوگئی۔

☆ کون عظیم ذات؟ وہ عظیم ذات کہ جس نے نہ صرف یہ کہ عربی درسیات پر حواشی لکھے بلکہ قدیم سنی حواشی کی نشاۃ ثانیہ کے لئے مضبوط قدم اٹھایا، آج کل جو مجلس برکات الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور سے بڑی تیزی کے ساتھ سنی درسی کتب وحواشی کی اشاعت ہو رہی ہے یہ انہیں کی فکر کا نتیجہ ہے اس میں ان کا ایک بڑا ہاتھ ہے۔

☆ کون عظیم ذات؟ وہ عظیم ذات کہ جس نے عربی زبان میں لکھی گئی رسوائے زمانہ کتاب ''البریلویۃ'' کا اردو زبان میں بنام ''البریلویۃ کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ'' بروقت جواب لکھا اور اس کے افتراء پرداز، کذاب مصنف نے اہل سنت و امام اہل سنت کے خلاف، کذب و افتراء کا جو قصر شدادی تیار کیا تھا اس کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھدی۔

☆ کون عظیم ذات؟ وہ عظیم ذات کہ جس نے ''البریلویۃ'' کے ذریعے عربی دنیا اہل سنت کے خلاف جو غلط پروپیگنڈہ کیا گیا تھا، اس کا عربی زبان میں بنام ''من عقائد اہل السنۃ'' رد فرمایا اور عقائد اہل سنت کا ٹھیک ٹھیک تعارف فرمایا، اور یہ ثابت کر کے چھوڑا کہ وہ فرقۂ ناجیہ جس کا مخالفین بنام بریلویہ غلط تعارف پیش کر رہے ہیں وہ در اصل اہل سنت ہی ہے اور اس کے عقائد ومعمولات کتاب و سنت اور سلف کے مطابق ہیں، اس طرح علامہ شرف قادری نے ''البریلویہ'' نامی کتاب کے منحوس گال پر ایک زوردار طمانچہ رسید کیا اور اس کو کیفر کردار تک پہنچادیا، جزاہ اللہ خیر الجزاء۔

☆ کون عظیم ذات؟ وہ عظیم ذات کے جس نے ۲۰۰۰ء سے قبل (۱۳) عربی مطبوعہ کتب و مقالات (۷) عربی کتب پر حواشی (۲۲) عربی کتب پر مقدمات (۳) اردو سے عربی میں تراجم (۱۹) عربی سے اردو میں تراجم (۲۲) عربی مقالات کے اردو تراجم مطبوعہ (۱) مطبوعہ فارسی کتاب (۵) فارسی کتب پر مقدمات (۷) فارسی کتب کے اردو تراجم (۵) فارسی کتب پر اردو حواشی (۴۷) مطبوعہ اردو کتب ومقالات (۹۰) رسائل میں مطبوعہ اردو مقالات ومضامین، تحریر فرما کر ایک حیرت انگیز تحقیقی و تصنیفی کام کیا اور پوری

دنیائے سنیت سے خراج تحسین وصول کیا، آخری زندگی میں آپ کا ایک عظیم کارنامہ ''کنزالایمان'' کی روشنی میں ترجمہ قرآن کرنا ہے۔

o رضویات پر بھی آپ نے قابل ذکر کام کیا ہے، رضویات پر آپ کی سب سے پہلی کتاب ''یاد اعلیٰ حضرت'' ۱۹۶۸ء میں شائع ہوئی اور اس کے بعد اور بھی بہت سی کتابیں منظر عام پر آئیں مثلاً

سوانح سراج الفقہاء۔ مطبوعہ ہری پوری ہزارہ ۱۹۷۲ء

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی۔ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء

امام احمد رضا اپنوں اور غیروں کی نظر میں۔ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء

شیشے کے گھر۔ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء

اندھیرے سے اجالے تک۔ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء

امام احمد رضا اور رد شیعہ۔ مطبوعہ کراچی ۱۹۸۶ء

ترجمان قرآن امام احمد رضا بریلوی۔ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۸ء

البریلویہ کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ۔ مطبوعہ لاہور ۱۹۹۱ء

امام احمد رضا پر ایک الزام کی حقیقت۔ مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء

تقدیس الوہیت اور امام احمد رضا۔ مطبوعہ کراچی ۱۹۹۳ء

فتاویٰ رضویہ کی انفرادی خصوصیات۔ مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء

o فقیر راقم الحروف کی یہ خوش قسمتی ہی ہے کہ اسے عالم اسلام کے اس عظیم محقق ومصنف سے شرف ملاقات بھی حاصل ہے .... ہوا یوں کہ ۶ر شعبان ۱۴۲۱ھ ۲۰۰۰ء کی صبح کو کرم فرما حضرت مولانا عاقل صاحب رضوی کا فون آیا کہ دوپہر کو علامہ شرف قادری سے بریلی شریف سے جامعہ قادریہ رچھا تشریف لانے والے ہیں لہٰذا آپ تشریف لائیں تاکہ شرف دید حاصل ہوجائے وقت کو غنیمت سمجھتے ہوئے کہ فوراً قادریہ کے لئے روانہ ہوگیا۔

الحمد للہ وہاں جاکر شرف قادری صاحب سے ملاقات بھی ہوئی اور ان کے اعزاز واکرام میں منعقد مجلس استقبالیہ میں شرکت بھی۔ بلکہ مرادآباد تک معیت بھی۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ جب علامہ صاحب قادریہ سے رامپور کے لئے روانہ ہونے لگے تو مولانا محمد ناظم صاحب مصباحی جو مبارکپور سے حضرت کے ہمراہ تھے کہنے لگے کہ حضرت کو آپ کے مادر علمی جامعہ نعیمیہ بھی جانا ہے لہٰذا آپ ساتھ چلیں، اس طرح احقر بھی ان کے ساتھ ہوگیا۔ قادریہ سے ٹانڈہ شریف پہنچے حضور بسم اللہ شاہ میاں علیہ الرحمہ وغیرہ بزرگان دین کے مزارات کی زیارت کی اور وہاں کے سجادہ نشین حضرت سید لئیق میاں صاحب (خسر حضور سید شاہد علی میاں صاحب رامپور) سے ملاقات، شام کو رامپور حضرت علامہ سید شاہد علی میاں کے در دولت پر پہنچے، صبح ۷ر شعبان کو جامعہ اسلامیہ میں ان کے اعزاز میں مجلس استقبالیہ کا انعقاد کیا گیا۔ پھر شہر رامپور کے مزارات کی زیارت کو نکلے۔ شاہ بغدادی شاہ جمال اللہ اور مولانا ارشاد علیہم الرحمہ وغیرہ کے مزارات کی زیارت کی، اس کے بعد شام کو جامعہ نعیمیہ مرادآباد پہنچے یہاں پر حضرت کا زوردار استقبالیہ کیا گیا۔ یہاں صدرالافاضل علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں حاضری دی اور جامعہ کا معائنہ فرمایا۔ جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا یامین صاحب نعیمی اشرفی حضرت کو ساری ضروری کیفیت بتاتے جارہے تھے۔ جب انہیں ایک جگہ کی جانب ارشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ اس جگہ حضور صدرالافاضل درس دیا کرتے تھے تو یہ سنکر حضرت تڑپ اٹھے اور آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔

یہاں یہ بھی واضح کردوں کہ رام پور میں حضرت مولانا ارشاد حسین علیہ الرحمہ وغیرہ علمائے کرام کے مزارات پر حاضری کے موقع پر جب علامہ سید شاہد علی میاں صاحب ان علمائے کرام کی مخلصانہ خدمت دین کا ذکر کررہے تھے تو

اس وقت بھی حضرت رو پڑے تھے۔ اس سے ہم نے اندازہ لگالیا کہ علامہ شرف قادری صاحب زہے اسلاف کرام سے گہری عقیدت رکھتے ہیں اور ان کے سینے میں ایک تڑپتا ہوا دل تھا۔ وہ ہر اس عالم و بزرگ سے دلی محبت رکھتے تھے کہ جن نے بے لوث توکل علی اللہ خدمت دین متین فرمائی واقعی دین کے ایک خیر خواہ کی یہی شاہ ہونا چاہئے۔

o یہاں یہ بھی عرض کردوں کہ علامہ شرف قادری صاحب نے جامعہ قادریہ رچھا کی منعقدہ مجلس استقبالیہ میں اردو اور عربی زبان میں کلمات ارشاد فرمائے تھے، اردو تو خیر مادری زبان رہی مگر عربی زبان میں جس روانی اور فصاحت کے ساتھ کلمات ارشاد فرماتے تھے ان کو سن کر ہمارے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوگیا کہ یہ کوئی عجمی ہیں یا کہ عربی! اس پر ہم نے مولائے کریم کا شکر ادا کیا کہ ہماری جماعت میں آج بھی ایسے حضرات موجود ہیں جو عربی زبان میں لکھنے اور بولنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں اس میں بھی وہ کسی سے پیچھے نہیں۔

علامہ شرف قادری میں ایک خاص خوبی اور تھی اور وہ تھی ان کی کشادہ قلبی، اکابر تو اکابر اصاغر تک کو اکابر جیسا نوازتے تھے ان کی اصاغر نوازی .... دیکھ کر میں اس وقت حیرت میں پڑ گیا جبکہ جامعہ قادریہ رچھا اور جامعہ اسلامیہ رام پور کی مجالس استقبالیہ میں انہوں نے پچیس تیس سالہ نوجوان علماء کو ''علامہ'' اور ''حضرت'' جیسے بھاری بھرکم الفاظ سے یاد کیا، ذیل میں احقر کے نام ان کے ایک مکتوب گرامی کی نقل پیش کررہا ہوں اس سے بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ کشادہ قلبی کی کس منزل پر پہنچے ہوئے تھے۔ وھو ھذا:

''محترم و مکرم حضرت مولانا توفیق احمد صاحب زید لطفہ، اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مزاج شریف، آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا یہ جان کر بڑی خوشی ہوئی کہ آپ ''امام احمد رضا اور علم لدنی'' کے موضوع پر مقالہ لکھ رہے ہیں، مولائے کریم آپ کو کامیاب فرمائے فقیر واقعی مصروف ہے اس کا اندازہ جواب کی تاخیر سے لگا لیجئے! مجلس رضا بلڈنگ جامعہ نعمانیہ، ٹکسالی دروازہ، لاہور نے دوبارہ کام شروع کردیا ہے۔ اس پتے پر رابطہ کرسکتے ہیں۔ راقم کوشش کرے گا کہ فتاویٰ رضویہ آپ کو بھجوادے، آپ نزہۃ القاری از: حضرت علامہ شریف الحق امجدی صاحب مدظلہ العالی کا سیٹ بھجوا سکتے ہیں یا فتاویٰ رضویہ جلد اول طبع بمبئی یا جلد پنجم ......الخ

والسلام محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی ۹۱-۷-۲۵''

بہر حال علامہ شرف قادری صاحب علیہ الرحمہ ایک تجربہ کار، جہاں دیدہ اور متبحر عالم اہل سنت تھے۔

ان کی درسی، تصنیفی اور تحقیقی خدمات کا ستارہ مدتوں چمکتا رہے گا اور انہوں نے اپنے پیچھے جو فعال ٹیم چھوڑی ہے وہ ان کے مشن کو بخوبی چلاتی رہے گی، اور نہ جانے اپنے جیسے کتنے افراد پیدا کرے گی اور اس طرح ان کا نام ملک و ملت دنیا میں روشن رکھے گی اور پھر انہوں نے اپنا کشادہ قلبی اور پیار کے جو نقوش قلوب اہل سنت پر ثبت فرمائے ہیں، وہ کبھی نہیں مٹیں گے بلکہ ان کی یادوں کے دیپ ہر محبت اہل سنت کے دل میں قیامت تک جلتے رہیں گے اور نہ جانے کتنوں کے لئے رہبر ثابت ہوں گے، دعا ہے کہ مولائے کریم ان کی قبر کو نور سے بھر دے اور ان کے امثال اہل سنت میں پیدا فرمائے آمین! آمین! بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ وعلیٰ و آلہ وسلم

☆--☆--☆

صدقاتِ واجبہ اہمیت و مصارف

از: حافظ محمد عبد الرشید قادری، گلڑیا، سکولہ، پیلی بھیت شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"ومما رزقنهم ينفقون" (البقر ۳) اور متقی وہ ہیں کہ ہم نے جو انہیں دیا ہے اس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں اور فرماتا ہے: "هم للزكوة فعلون" (المؤمن ۴) اور فلاح پاتے وہ ہیں جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"جسے اللہ تعالیٰ مال دے پھر وہ اس کی زکوٰۃ نہ دے تو اس کا مال قیامت کے دن اس کے سامنے گنجے سانپ کی شکل میں ہوگا جس کے دو گیسو ہوں گے قیامت میں یہ اس کا طوق ہوگا پھر اس کے دونوں جبڑے پکڑے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں پھر حضور ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ولا يحسبن الذين يبخلون (الآیۃ) (مشکوٰۃ)

یعنی وہ مال جس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے مگر صاحب مال ادا نہیں کرتا تو یہ بے زکوتی مال قیامت کے دن اس گنجے سانپ کی شکل میں ہوگا۔ جس کو عربی میں "شجاع اقرع" کہتے ہیں اس کے زہر کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اس کی سانس سے گھاس جل جاتی ہے کیوں کہ یہ صاحب مال بخیل بھی اپنے مال پر سانپ کی طرح بیٹھ گیا تھا کہ کوئی غریب اس کے مال کی ہوا بھی نہیں پا سکتا تھا، اس وجہ سے وہ مال آج اس کے لئے سانپ بن گیا۔ (مرآت)

اور فرماتے ہیں ﷺ کہ جب کبھی زکوٰۃ مال میں مخلوط ہوگی تو اسے ہلاک ہی کردے گی (مشکوٰۃ) مال میں زکوٰۃ مخلوط ہونے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ صاحب نصاب جس پر خود زکوٰۃ فرض ہو وہ فقیر بن کر لوگوں سے زکوٰۃ لے اور اپنے مال میں ملا کر بڑھائے دوسرے یہ کہ آدمی زکوٰۃ نہ نکالے جو مال کہ زکوٰۃ میں نکالنا چاہئے تھا وہ اپنے مال میں رکھے اور ہلاک کرنے کی بھی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ زکوٰۃ کے مخلوط ہونے کی وجہ سے سارے مال کی برکت مٹ جائے اور کچھ دنوں میں مال ختم ہوجائے یا کوئی آفت ناگہانی آپڑے جس سے سارا مال برباد ہوجائے، جیسے بیماری مقدمہ چوری ڈکیتی وغیرہ دوسرے یہ کہ سارا مال اگرچہ رہے مگر اس سے نفع لینا جائز نہ ہو کیوں کہ حرام اور حرام سے مخلوط چیز ناقابل استعمال ہے۔ (مرآت)

مسئلہ: زکوٰۃ فرض ہے اس کا منکر کافر ہے، اور نہ دینے والا فاسق قتل کا مستحق اور ادا کرنے میں تاخیر کرنے والا گنہگار مردود الشہادۃ ہے۔ (عالمگیری وغیرہ)

ناظرین کرام!

ارکان اسلام میں نماز کے بعد زکوٰۃ کی اہمیت سب سے زیادہ ہے بلکہ اس کی حیثیت ایک طرف تو عبادت کی ہے اور دوسری طرف اس کا رشتہ حقوق و معاملات سے بھی ہے کہ زکوٰۃ حق اللہ اور حق العبد دونوں حیثیتوں کی جامع ہے اس لئے اس کو من وجہ نماز پر بھی فوقیت حاصل ہے اسی لئے عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ اس کی نماز بھی قبول نہیں جس نے زکوٰۃ ادا نہ کی کہ ہمیں نماز قائم رکھنے اور زکوٰۃ دینے، دونوں کا حکم ہے۔ (فتاویٰ

رضویہ شریف) زکوٰۃ کی بڑی فضیلت ہے اور ترک پر وعید بھی حتیٰ کہ اس کی عدم ادائے گی سے نماز جیسی افضل واہم عبادت کی قبولیت بھی خطرہ میں پڑ جاتی ہے اور قرآن پاک میں جہاں نماز کے فضائل وفوائد یا ادائے گی کی تاکید کی گئی ہے۔ وہاں زکوٰۃ کی بھی اہمیت وافادیت کو بیان کیا گیا ہے، نماز کے ساتھ زکوٰۃ کے بار بار ذکر سے یہ بات خوب روشن ہو جاتی ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت نماز کی طرح نہایت ہی اہم اور مؤکد ہے اسلام میں زکوٰۃ کا جو مقام ہے اس کا اس بات سے بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد جب قبیلہ غطفان بنی سلیم وغیرہم نے زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کیا اور بولے رب تعالیٰ فرماتا ہے:

خذ من اموالهم صدقة (التوبه ۱۰۳) اے محبوب آپ ان کے مال سے زکوٰۃ وصول کرو

چونکہ اب زکوٰۃ وصول کرنے والے حضور ﷺ نہ رہے۔

لہٰذا اب زکوٰۃ دینے کا کوئی مطلب ہی نہیں تو خلیفۃ المسلمین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مکمل فراست دینی حمیت وغیرت اور بھرپور ایمانی شجاعت و جرأت کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ بخدا اگر وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بطور زکوٰۃ اونٹ باندھنے کی رسی بھی دیتے تھے اور اب اس کو دینے سے انکار کریں گے تو بھی ان کو نہ چھوڑوں گا اس لئے کہ انہوں نے نماز اور زکوٰۃ میں اس طرح تفریق کردی اور جو نماز وزکوٰۃ میں تفریق کرے وہ مرتد ہے پھر آپ نے حضرات صحابہ کرام کے منع فرمانے کے باوجود وہ اقدام فرمایا کہ مانعین کی دھجیاں بکھیر دیں اور ان کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکا۔ الحمد لله علىٰ ذالك

☆زکوٰۃ کے لغوی معنیٰ ہیں بڑھنے اور پاک وصاف ہونے کے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قد افلح من تزكّى (الاعلیٰ ۱۴)

چونکہ زکوٰۃ کی برکت سے نفس انسانی بخل کے میل سے پاک وصاف ہوتا ہے، نیز اس کی وجہ سے مال میں برکت ہوتی ہے، اس لئے اسے زکوٰۃ کہتے ہیں زکوٰۃ شریعت اسلامیہ میں اس صدقہ کو کہتے ہیں کہ صاحب نصاب مسلمان، اللہ کے لئے اپنے مال کا ایک مخصوص حصہ جو شرع نے مقرر فرمایا ہے نکال کر مسلمان فقیر کو دیکر اسے مالک بنادے۔

اور کیوں کہ زکوٰۃ ایک مالی عبادت ہے جو مسلمان آزاد، عاقل، بالغ اور مالک نصاب پر فرض ہے جس کے احکام تفصیل سے شرع نے بیان فرمائے ہیں جن کا جاننا اور انہیں کے مطابق زکوٰۃ ادا کرنا ہر مسلمان صاحب نصاب پر لازم ہے۔

محترم حضرات! قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں یہ بات مکمل وضاحت وصراحت کے ساتھ بیان فرمادی گئی ہے کہ عشر وزکوٰۃ ودیگر صدقات واجبہ کے مصارف چند اور مخصوص افراد ہیں اور زکوٰۃ اگر چہ انسانوں کے درمیان ہمدردی اور ایک دوسرے کی مالی امداد واعانت کا بہترین ذریعہ ہے مگر کسی شخص کو اس بات کا ہرگز ہرگز اختیار نہیں کہ زخود بخود اپنی مرضی سے جہاں چاہے زکوٰۃ دیدے۔ یا جس کو مناسب سمجھے تھمادے بلکہ ضروری ہے کہ خوب دیکھ بھال کر شریعت اسلامیہ کے بیان کئے ہوئے مصارف اور مستحقین ہی کو دے ورنہ زکوٰۃ کی ادائے گی خطرہ میں پڑ جائے گی اور زکوٰۃ نکالنے اور دینے کے بعد بھی زکوٰۃ کی ادائے گی کا بوجھ سر باقی رہ جائے گا۔

قارئین کرام! آج کل عام طور سے یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ رمضان المبارک کے مہینے میں مانگنے والے برساتی مینڈک کی طرح نکل پڑتے ہیں جن میں اکثر عورتیں ہوتی ہیں بلکہ غیر مسلم تک ہوتے ہیں۔ اور گاؤں گاؤں نگر نگر ڈگر

ڈگر شہر شہر مانگتے پھرتے ہیں اس سے ایک طرف تو فقیروں، بھکاریوں، منگتوں، گداگروں کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہو رہا ہے، تو دوسری طرف زکوٰۃ کی ادائے گی سخت مشکوکیت میں پڑتی جارہی ہے کیوں کہ صاحب نصاب بھی آئی بلا ٹال پر عمل کرتے ہوئے ہر ایک کو زکوٰۃ کی رقم میں سے کچھ نہ کچھ دیکر ٹال دیتے ہیں انہیں اس سے کوئی سروکار ہی نہیں کہ آیا ہماری زکوٰۃ ادا بھی ہوئی کہ نہیں۔ کیوں کہ آج کے دولت مندوں کی اکثریت احکام و مسائل سے ناواقف اور دینی تعلیم سے نابلد ہے۔ ان کو یہ معلوم ہی نہیں کہ زکوٰۃ بھی ایک مالی عبادت ہے جس کو شریعت اسلامیہ کے وضع کردہ اصول وقوانین کے مطابق ادا کرنا ضروری ہے، اور آج کل کے دولت مندوں سے یہ توقع بھی عبث ہے کہ وہ زکوٰۃ نکال کر از خود اس کو اس کے مستحقین تک پہنچا دیں گے اس طرح سے اگر دیکھا جائے تو بھکاریوں اور منگتوں کے اضافہ کے ذمہ دار بھی یہی دولت مند ہیں، کیوں کہ اگر یہ خود بخود غریبوں تک اس مد کو پہنچا دیں تو وہ ان کے دروازہ پر آکر کھڑے ہی کیوں ہوں؟ اور شرعی اصول کے مطابق دوسرے سے سوال کرنے کی اجازت بھی اس وقت ہے جب سوال بغیر کوئی چارہ ہی نہ ہو۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ”جب تک غرض ضروری نہ ہو سوال حرام مثلاً آج کھانے کو ہے تو کل کے لئے سوال حلال نہیں کل تک کی زندگی بھی معلوم نہیں کھانے کی ضرورت درکنار“ (خیر الآمال)......

اس لئے دینے والے کو بھی چاہئے کہ وہ زکوٰۃ کا مال بہر صورت حقدار ہی کو دے۔ یونہی لینے والے کو بھی مستحق ہونے ہی کی صورت میں لینے کی اجازت ہے، ورنہ یہ مانگا ہوا مال اس کے لئے حلال نہ ہوگا اور خود مانگنے والا بھی قرآن وحدیث میں مذکور وعیدوں دردناک عذابوں کا مستحق بن کر رہ جائے گا شاید ادھر چند برسوں سے ہم دیکھ رہے ہیں کہ زکوٰۃ وصدقات واجبہ کے مصارف عام اور دینے لینے میں لوگ تحقیق وتفتیش نیز احتیاط کا دامن چھوڑتے چلے جارہے ہیں زکوٰۃ افراتفری اور بے احتیاطی کی نذر ہوتی جارہی ہے نہ لینے والا سوچ رہا ہے کہ میں مستحق ہوں یا نہیں نہ دینے والا سوچ رہا ہے کہ میں مستحق کو دے رہا ہوں یا غیر مستحق کو یہ چند باتیں ہم نے عام لوگوں سے متعلق عرض کردیں۔ اور اب آخر میں ایک گزارش مدارس اسلامیہ و مکاتب دینیہ کے بعض ان ناعاقبت اندیش منتظمین واراکین سے ہے کہ جنہوں نے عشر وزکوٰۃ وغیرہ صدقات واجبہ کے مصارف معلوم ہوتے ہوئے بھی شاید بھلا دیئے ہیں، اور صدقات واجبہ جیسی اہم مد کو غیر اہم اور غیر ضروری کاموں میں بھی صرف کرنا شروع کردیا ہے مگر رمضان اور غیر رمضان میں صدقات واجبہ کے وصول نے اور اکھٹا کرنے میں ایسی چابک دستی سے کام لیتے ہیں کہ بس ”الامان والحفیظ“ جب کہ ان میں بعض مدارس ایسے ہوتے ہیں جن میں تعلیم برائے نام بلکہ برائے چندہ ہوتی ہے، اور منتظمین واراکین عیش وعشرت کی زندگی گزارتے مزے کی نیند سوتے اور اسلام کے نونہالوں کے حال ومستقبل سے کھلواڑ کر رہے ہیں ہم پوچھتے ہیں کیا ایسے ہی مدارس میں صدقات واجبہ کو حیلہ شرعی کے ذریعہ صرف کرنے کی اجازت ہے؟ کیا ایسے ہی مدارس کے لئے فقہائے کرام نے حیلہ شرعی کے جواز کا فتویٰ دیا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو یاد کرو اس دن کو کہ جس دن حقیقت بے نقاب ہوگی اور اپنے ہر ہر عمل کا حساب دینا ہوگا ڈرو خدا کے خوف موت کی سختی اور قبر کے عذاب سے توجہ دو۔ طلبہ کے دکھ سکھ اور تعلیم وترتیب پر اور ہر ممکن بچو اس مد کو غیر ضروری وغیر اہم کاموں میں صرف کرنے سے اس

لئے کہ علماء اسلام نے بڑے محتاط اور محدود انداز میں اس کے استعمال کی اجازت دی ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھو فتاویٰ مرکز تربیت افتاء قسط پنجم ص ۵۰، اس سلسلہ میں ہم زیادہ تفصیل میں جانا نہیں چاہتے اس لئے کہ ہوسکتا ہے ہماری تفصیل کچھ لوگوں کی ناگواری وناراضگی کا باعث ہو اور ہمارا مقصود صرف اصلاح ہے نہ کہ کسی کا دل دکھانا یا کسی کو نشانہ بنانا اس لئے ہم اس بات کو یہیں پر ختم کررہے ہیں۔

وما علینا الا البلاغ

☆☆☆

(..... بقیہ ص ۲۸ کا) حضور تاج الشریعہ نے ان کے التماس پر عالم اسلام اور خصوصاً عراق کے لئے دعا فرمائی۔

۲۵ راگست کو ہی خواتین کے لئے بھی نشست کا اہتمام کیا گیا جس میں حضرت سے کئی سوالات کے جوابات پوچھے اور کئی خواتین داخل سلسلہ ہوئیں۔

۲۶ راگست کو حضرت نے کئی اسنادالحدیث پردستخط فرمائے جن کے لئے علماء نے درخواست کی تھی۔ اپنی دعاؤں سے ہم طلباء وعقیدت کیشوں کو فیضیاب فرمایا۔ آپ کو رخصت کرنے کے لئے ائیر پورٹ تک پاکستانی طلباء کا قافلہ ساتھ گیا، دعاؤں کی بارش ہوتی رہی فیض کا سلسلہ چلتا رہا، یہاں تک حضور تاج الشریعہ اندر تشریف لے گئے حضرت کے دورہ سے یہاں بے حد دینی فائدہ ہوا لیکن ہم عقیدت مندوں کی تشنہ لبی برقرار ہے بلکہ ہم جیسے کئی پیاسوں کی تعداد میں اوراضافہ ہوگیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ حضور کے قدم مسعود کی برکات سے بار بار ارض شام اور ہم مساکین کو متمتع فرمائے۔ محترم خالد ہندی اور طارق بھائی کو بھی اجر عظیم عطا فرمائے جو اس نعمت بے بہا کا وسیلہ بنے۔

☆☆☆

(..... بقیہ ص ۳۷ کا) بھی نہیں، اگر اس دیوبندی مفتی کی نگاہ میں ناجائز وحرام یا گناہ اور جرم ہے تو لازم ہے کہ وہ دلیل شرعی پیش کرے حرمت کے فتویٰ پر۔ کیوں کہ مسکوت عنہا (جس سے سکوت کیا گیا ہو) کو مباح وجائز کہنے کے لئے یہ حدیث ہی کافی ووافی ہے۔

(۶) اسی میں ہے:

''نبی کریم ﷺ نے دسویں ذی الحجہ کو عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے ایک گائے ذبح فرمائی اور دوسری روایت میں ہے کہ ازواج مطہرات کی طرف سے حج میں گائے ذبح کی (بہار شریعت حصہ ششم ص ۱۱۶ بحوالہ صحیح مسلم)

(۷) مسلم الثبوت میں ہے:

الاصل فی الاشیاء الاباحة ہر چیز اصل میں مباح ہے، یہ اصل حضرت امام شافعی اور احناف میں حضرت امام کرخی کے مسلم میں سے ہے۔ اور خود متاخرین احناف نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے، اور خود ماضی قریب کے فقیہ المثال فقیہ سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ السامی بھی سند لائے ہیں، اور دلیل نمبر ۳ کی آیت سے استخراج فرمائے ہیں۔

شامی جلد اول کتاب الطہارت بحث تعریف سنت میں ہے:

المختار انّ الاصل الاباحة عند الجمهور من الحنفية والشافعية جمہور حنفی اور شافعی کے نزدیک یہی مسئلہ ہے کہ اصل مباح ہونا ہے۔

مرقومہ عبارتوں سے عیاں ہو گیا ہوگا کہ کسی چیز کو حرام و ناجائز کہنے کے لئے دلیل کی ضرورت ہوتی ہے بلا دلیل شرعی ناجائز وحرمت کا فتویٰ شریعت مطہرہ پر سراسر افتراء و بہتان بدکام وبدانجام ہے۔ هذه ما ظهرت لی واللہ سبحانهٗ تعالی اعلم والی اللہ المشتکی وعلیه التکلان۔

کیا گاؤ کشی حرام ہے؟

از: مفتی محمد شاکر رضا قادری دارالعلوم غوث اعظم ساکری، دھولیہ مہاراشٹر

صوبہ مہاراشٹر کے مختلف ضلعوں سے شائع ہونے والا مراٹھی، اخبار ''اپنا'' میں دارالعلوم دیوبند کے حوالے سے ۳۰/اپریل بروز، چہار شنبہ ۲۰۰۸ء کو یہ حالیہ ''فتویٰ'' شائع ہوا ''ہندوستان میں گاؤ کشی پر قانوناً پابندی ہے اس لئے مسلمانوں کےلئے گاؤ کشی اور اس کے گوشت کا کھانا حرام ہے''۔

یہ فتویٰ ہے دارالعلوم دیوبند (جو وہابیوں اور دیوبندیوں کا فی زمانہ مرکز کہلاتا ہے، جہاں سے انگریز حکومت کے دور ہی سے دین ومذہب فروشی کا کام ہوتا چلا آرہا ہے) کے عظیم مفتی حبیب الرحمن صاحب کا جو ابھی ابھی شائع ہوا ہے۔

اس نام نہاد مفتی کے فتویٰ کی اشاعت کی وجہ سے صوبہ مہاراشٹر کے عام مسلمانوں میں ایک بے چینی سی اور اضطراب پیدا ہوگیا ہے۔ سردست پہلے ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ اس دیوبندی مفتی کے فتویٰ کی رو سے ہندوستانی قانون میں کسی اسلامی مسئلہ پر ضرب لگ رہا ہے تو کیا شرعاً بھی جرم ثابت ہوجائے گا؟ یا اس کے لئے کچھ بنیادی ماخذ بھی ہیں، بالفرض اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ جو قانوناً ہے وہ شرعاً بھی متحقق ہوگا، تو اس صورت میں ہوگا یہ کہ دین وملت کے کل مسائل زمین بوس ہوکر رہ جائیں، جب کہ یہ بات سنی صحیح العقیدہ، دانشور طبقہ عقائد ومسائل پر گہری بصارت رکھنے والے سے مخفی نہیں ہے کہ ہندوستانی ضوابط و قوانین کی رو سے بہتر ے مسائل ایسے ہیں جو متصادم ہیں اور ہوتے ہی جارہے ہیں، جس پر سواد اعظم، اہل سنت و جماعت کو شروع ہی سے انکار ہی انکار ہے۔

مزید برآں یہ کہ حلت وحرمت کا حکم اور اس کا تحقق پھر اس پر عمل درآمد یہ مذہب اسلام کے اہم مسئلے ہیں جس پر ایک مرد مومن سختی سے کاربند ہوتا ہے۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ یہ ملت فروش مفتی کی تحریر گاؤ کشی اور اس کے گوشت کھانے کی حرمت پر شریعت مطہرہ کی روشنی میں ہے، یا کسی اور سازباز کی بنا پر ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی واضح رہے کہ گاؤ کشی اور اس کے گوشت کے کھانے پر ہندوستان کے بعض صوبوں میں قانوناً میرے خیال میں جرم ہے۔ جب کہ دوسرے بعض صوبوں میں اس کی عام اجازت ہے اور احتجاج بھی ہے۔ لہٰذا وہاں قانوناً بھی جرم نہ ہوگا، اور جہاں قانوناً پابندی ہے وہاں کے مسلمان اب بھی احتجاج میں لگے ہوئے ہیں۔ جب یہ تمام صورتیں ہمارے سامنے موجود ہیں تو پھر یہ مطلقاً حکم لگادینا کہ گاؤ کشی اور اس کا تناول حرام ہے کہاں تک درست ہوسکتا ہے، بایں ہمہ اگر پورے ہندوستان میں قانوناً پابندی بھی ہو اور جرم بھی مانا جاتا ہو پھر بھی شرعاً حرام نہ ہوگا مسلمانوں کے لئے اور نہ ہی ناجائز کا فتویٰ لگانا صحیح و درست ہوگا۔ بلکہ جائز و حلال ہی رہے گا۔ البتہ کاٹنے اور کھانے کی وجہ سے قانون کی نگاہ میں مجرم گردانا جاسکتا ہے۔

اب ہم ذیل میں اختصاراً ان دلائل قاہرہ تامہ واضحہ کو پیش کرتے ہیں جس سے گاؤ کشی اور اس کے گوشت کا کاروبار اور اس کا کھانا جائز، اور یہ حلت شریعت مطہرہ کے

اہم مراجع وماخذ قرآنی آیات، احادیث طیبہ، کتب متداولہ، فقہی جزئیات اور قاعدہ کی روشنی میں ثابت ہوتی ہے۔

(۱) قرآن کریم میں ہے:

"والبدن جعلنا ھا لکم من شعائر اللّٰہ لکم فیھا خیر فاذکروا اسم اللّٰہ علیھا صواف فاذا وجبت جنوبھا فکلوا منھا واطعموا القانع والمعتر کذٰلک سخرنٰھا لکم لعلکم تشکرون"

(سورہ الحج آیت ۳۵)

اور قربانی کے ڈیل دار جانور اونٹ اور گائے ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیوں سے کئے تمہارے لئے ان میں بھلائی ہے تو ان پر اللہ کا نام لو ایک پاؤں بندھے تین پاؤں سے کھڑے پھر جب ان کی کروٹیں گر جائیں تو ان میں سے خود کھاؤ اور صبر سے بیٹھنے والے اور بھیک مانگنے والے کو کھلاؤ ہم نے یوہیں ان کو تمہارے بس میں دے دیا کہ تم احسان مانو (کنزالایمان از: اعلیٰ حضرت)

اس میں واضح طور مذکور ہے کہ گائے ذبح کرنا قطعی مباح اور اعلام اسلام سے ہے، اور گائے کی قربانی مسلمانوں کے شعار میں داخل ہے۔

(۲) اسی میں ہے:

اذ قال موسیٰ لقومہ انّ اللّٰہ یامرکم ان تذبحو بقرۃ (سورہ بقرہ آیت ٦٧)

جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے فرمایا کہ بیشک اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ گائے ذبح کرو (کنزالایمان)

اس سے بھی اشارہ ملتا ہے کہ گاؤ کشی جائز ہے، بلکہ اسی آیت کے تحت تفسیر خزائن العرفان وغیرہ میں ہے کہ گاؤ کی قربانی افضل ہے۔واللّٰہ تعالیٰ اعلم

(۳) اسی قرآن میں ہے:

ھو الذی خلق لکم مافی الارض جمیعًا، (سورہ بقرہ آیت ۲۸)

اللہ ہی نے تمہارے لئے جو کچھ زمین میں ہے پیدا فرمایا۔ تفسیر خزائن العرفان میں ہے:

کرخی وابوبکر رازی وغیرہ نے "خلق لکم" کو قابل انتفاع اشیاء کے مباح الاصل ہونے کی دلیل قرار دیا ہے۔

اس سے پتہ چلا کہ قابل انتفاع اشیاء مباح وجائز ہے جب تک اس کے عدم جواز یا تحریم پر کوئی دوسرا حکم نہ ہو، راقم سطور نے اس آیت کو دلیل میں اس لئے رقم کیا کہ اگر صراحۃً یا ضمناً گائے کے ذبح اور گوشت کھانے کا تذکرہ نہ بھی ہوتا تو پھر بھی اس آیت سے اس کی حلت برقرار رہتی ناجائز کا فتویٰ صحیح نہیں ہوتا۔

(۴) نیز اسی میں ہے:

وقد فصل لکم ماحرم علیکم، تم سے تفصیل وار بیان کر دی گئی وہ چیزیں جو تم پر حرام ہیں۔

یعنی حلال اشیاء کی فہرست جاننے کی ضرورت نہیں تمام چیزیں ہی حلال ہیں۔

اب مولوی صاحب بتائیں کہ کہاں کس میں گاؤ کشی کی حرمت وارد ہوئی ہے۔ جس سے حرمت کا فتویٰ صادر فرمایا ہے۔

(۵) حدیث میں ہے:

"الحلال ما احلّ اللّٰہ فی کتابہ والحرام ماحرّم اللّٰہ فی کتابہ وما سکت عنہ فھو معفو"

حلال وہ ہے جو اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں حلال فرمادیا اور حرام وہ ہے جو اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں حرام فرمادیا اور جس چیز سے سکوت فرمایا وہ معاف ہیں اور مباح۔

لہٰذا جب وہ چیز جس سے اللہ عزوجل نے سکوت فرمایا وہ جائز ومباح، اور یہاں تو ایسا (بقیہ ص ۳۵ پر......)

عقائد اسلام

از: مفتی ولی محمد رضوی سنی تبلیغی جماعت باسنی ناگور راجستھان

بحمدہ تعالیٰ عقائد اسلام کے تحفظ وصیانت کے لئے ائمہ دین علیہم الرحمۃ والرضوان نے کتاب وسنت کے دلائل سے مزین جو کتب ورسائل تالیف کئے ہیں ان میں بعض کو وہ مقبولیت حاصل ہے کہ درس نظامی کے نصاب میں بھی وہ شامل ہیں شرح عقائد وغیرہ اوران میں اس دور کے فرق باطلہ کا ردوابطال بڑے مفصل طریقے سے عالمانہ ومحققانہ انداز میں کیا گیا ہے اور منقولات کے ساتھ معقولات سے بھی عقائد اہل سنت کی حقانیت وصداقت ثابت کی گئی ہے مگر چند نئے باطل وفاسد نظریات ۱۲/اور۱۳/رویں صدی میں پیدا ہوئے مثلاً وہابیت وغیرہ تو اس کا زمانہ کے علمائے حقہ ومقتدایان ملت نے ضروری سمجھا کہ ردوابطال کرکے تحفظ عقائد حقہ کی ذمہ داری کا حق ادا کیا جائے تو سیف الرسول علامہ شاہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمہ نے ایک کتاب جامع تحریر فرمائی جس کا نام رکھا ''المعتقد والمنتقد'' اس موضوع پر عربی زبان کی یہ لاثانی کتاب لکھ کر حضرت قبلہ علیہ الرحمہ نے حق و باطل کے درمیان خط امتیاز کھینچ دیا اور لائق وقابل علمائے کرام نے اس کتاب کو خوب پسند کیا وہابیت کے زہریلے اثرات کے دفاع میں یہ تصنیف لطیف تریاق ثابت ہوئی مگر اس میں بعض علمی وفنی ابحاث میں ایسا استدلالی طرز تھا جو بعض اہل علم کے لئے بھی دشوار معلوم ہوتا تھا۔

اسی ضرورت کے پیش نظر عالم ربانی محدث بے نظیر علامہ مفتی وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ سے گذارش کی کہ اس پر ایک حاشیہ تحریر فرمادیں امام موصوف کے قلم فیض رقم نے برق رفتاری سے ایک حسین وجمیل علمی وفکری حاشیہ تحریر فرمادیا ''المعتمد المستند'' کے نام سے جس کو موسوم کیا گیا جس نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا آپ نے نوپید نظریات باطلہ کا دلائل قاہرہ اور حجج ظاہرہ سے ایسا رد فرمایا کہ وہابیت کی بنیادیں ہلنے لگیں اور محل نجدیت میں زلزلہ آگیا جیسے دیکھ کر علمائے اہل سنت کا دل باغ باغ ہوگیا کئی بار اس کی اشاعت ہوئی اور اسے قیمتی سرمایہ کے طور پر رکھا گیا مگر اس کی فصاحت وبلاغت میں جو دقائق وحقائق تھے جن سے بہت سے موجودہ علماء کے لئے استفادہ میں دشواری آتی ہیں خدا بھلا کرے مولانا محمد شعیب رضا نعیمی صاحب داماد حضور تاج الشریعہ علامہ محمد اختر رضا خاں جانشین مفتی اعظم ہند کا کہ آپ نے حضرت تاج الشریعہ کی بارگاہ میں اردو ترجمہ کی گذارش کی چنانچہ نعیمی صاحب کی عرض پر حضور تاج الشریعہ نے اپنی خداداد صلاحیت واستعداد صرف چند ماہ میں ایک عمدہ اردو ترجمہ رقم فرمادیا یہ ترجمہ ایسا ہے گویا ایک نئی کتاب ترتیب دی گئی ہے اس کے بارے میں لب کشائی کرنا سورج کو چراغ دکھانا ہے تاج الشریعہ کا یہ ملت اسلامیہ پر احسان عظیم ہے جو آپ کے فضل وکمال کا بین ثبوت ہے رب قدیر نے آپ کو عربی اردو ہر دو زبان کے ادب میں ممتاز فرمایا ہے۔ ترجمہ میں کہیں دماغ بوجھل نہیں ہوتا یہ واقعی کتاب کے شایان شان ہے چند مقامات پر مترجم باوقار نے حاشیہ تحریر فرما کر مشکل معانی ومطالب کو آسان تر کردیا ہے اور علمی اشکال کو بڑی دیدہ وری سے حل فرمایا ہے جنہیں پڑھ کر روح جھوم جاتی ہے اور دل ودماغ معطر ومنور ہوجاتے ہیں۔

۳۵۰ / صفحات کی کتاب توحید باری اور نبوت و رسالت کی بحث کے ساتھ تنقیص رسالت کرنے والوں کے لئے حکم شرعی بھی خوب اچھے طریقے سے بیان کرتی ہے خلفائے راشدین صحابۂ کرام علیہم الرضوان سے متعلق اور جنت و دوزخ کے تعلق سے بھی عقائد بیان ہوئے ہیں گویا اردو میں ایک بے نظیر کتاب اہل سنت کو نصیب ہوگئی ہے حضور تاج الشریعہ نے وقت کی اہم ضرورت کو پورا کیا ہے اور اہم مسائل کو حل فرما کر ملت کی رہنمائی فرمائی ہے زیادہ تر سفر میں ترجمہ کراکے آپ نے ایک یادگاری کارنامہ انجام دیا ہے خدائے تعالیٰ نے آپ کو علم کی نعمت و دولت سے مالا مال فرمایا ہے اور یہ ترجمہ اس کی تازہ مثال ہے کتب کے نام اور ان کے مضامین و دلائل بحمدہ تعالیٰ آپ کے سینے میں موجزن ہیں جس کی جھلکیاں اس کتاب میں تابندہ، درخشندہ ہیں آپ کے اس ترجمہ کو دیکھ کر ہر منصف اہل علم آپ کی علمی صلاحیتوں کا دل سے اعتراف کرے گا۔ اور اقرار کرے گا کہ آج بھی عالم اسلام کی علمی و مرکزی وقار بریلی شہر میں جلوہ بار ہے آپ کا یہ کارنامہ یاد کیا جائے گا تمام مخلصین اہل سنت حضور تاج الشریعہ کے وجود مسعود کے لئے محمود باوجود ہونے کی مسلسل دعا کریں آج آپ کی ذات گرامی عالم اسلام کے لئے تحفۂ الٰہی و برکت نبوی کی شان ہے۔

اللہ کریم حضرت موصوف دام ظلہ العالی کی اس مخلصانہ خدمت کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اس طرح کی علمی و اصلاحی خدمات مزید لیتا رہے جن سے چمن سنیت میں بہار آئے اور ایوان نجدیت زمیں بوس ہوتے رہیں، مولیٰ تعالیٰ آپ کے علم و عمل، عمر اور صحت میں برکتیں عطا فرمائے اور ہم سب اہل سنت و جماعت کو آپ کے فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم

نبیرۂ اعلیٰ حضرت و تاج الشریعہ شہزادۂ مخدوم گرامی مولانا الحاج عسجد میاں صاحب کی ولادت باسعادت پر مسرت و شادمانی کے اشعار

مبارک آپ کو عسجد میاں بیٹے کی پیدائش
خدا کا فضل و محبوب خدا کی شان بخشائش

بڑی مدت میں گلشن میں تمہارے نونہال آیا
عنایت مصطفیٰ کی فضل رب ذو الجلال آیا

ولادت باسعادت لخت دل کی خانداں بھر کو
مسرت بخش ہو کرتی رہے روشن سدا گھر کو

گلستان رضا میں اک گل ریحان مہکا ہے
سمائے مفتی اعظم پہ اختر ایک چمکا ہے

رضا کے گلستاں میں خوشنما اک پھول پھولا ہے
جو ہیں اللہ والے گود ان کی اس کا جھولا ہے

بشکل لخت دل یہ اعلیٰ حضرت کی کرامت ہے
یقیناً حجۃ الاسلام کی پیاری امانت ہے

رہے لخت جگر ماہ مبیں اپنے بزرگوں کا
بنے یہ شاہزادہ جانشیں اپنے بزرگوں کا

ملے اس گل کو ایسی تازگی سوکھے نہ مرجھائے
رہے یہ خود بھی تازہ دین اس سے تازگی پائے

بنے یہ شاہزادہ عالم ایسا دین و ملت کا
ترقی پائے جس سے خوب مسلک اعلیٰ حضرت کا

رضا و حامد و نوری کے گلشن کا یہ گل یارب
شگفتہ ہی رہے، نکہت سے اس کی فیض پائیں سب

طویل العمر ہو یارب نبیرہ اعلیٰ حضرت کا
کرے یہ زندگی بھر نام روشن دین و ملت کا

رجب ہے ماہ معراج اس کے صدقے ہو عروج اس کو
سلامی دیں سدا نور فضیلت کے بروج اس کو

بفیض جعفر صادق ملا گھر اس کو بچوں کا
کرے رشک اپنے بچے پر مقدر اچھے اچھوں کا

الٰہی یہ دعا ہے بارگاہ ناز میں تیری
رکھیں محبوب اس لخت جگر کو خواجہ اجمیری

بفیض خاتم و شیخ الاکابر احمد نوری
رہے اس لخت دل کی زندگی ہر رخ سے مسروری

الہ العالمیں یہ ہے تمنا قلب فارق میں
رہے مقبول شہزادہ مغارب اور مشارق میں

نتیجہ فکر: حضرت مفتی محمد فاروق رضوی فارق صاحب مفتی منظر اسلام بریلی شریف

شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی...... کچھ یادیں، کچھ باتیں

حضرت مولانا ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی ممبئی

جلالۃ العلم حضرت مولانا حافظ عبدالعزیز محدث مبارکپوری، بھوجپور، مرادآباد میں پیدا ہوئے۔ وہ حافظ قرآن تھے، والد ماجد حافظ تھے، خاندان کے کئی افراد حفظ قرآن کی دولت سینے میں سمیٹے ہوئے تھے۔ پاک باز، حلال خور، ہاتھوں کی گاڑھی محنت کی کمائی کھانے والے لوگ تھے۔ گھر کچا تھا، سیرت پکی تھی، خصائل اچھے تھے۔ خدا کو جب منظور ہوتا ہے، کسی کو بھی چن لیتا ہے۔ کہیں سے بھی اٹھالیتا ہے۔ اپنے فضل سے سنوار دیتا ہے، اپنی رحمت سے چمکا دیتا ہے، پھر اپنے دین کا خدمت گار بنا دیتا ہے۔ تاریخ اسلام میں ایسی شخصیات کا گننا دشوار ہے۔

حافظ ملت کے ساتھ بھی یہی ہوا، وہ حافظ قرآن تھے، گھر کی حالت ابتر تھی، چنانچہ وہ روزگار سے لگ گئے۔ دو پیسہ کمانے لگے، اپنے والدین اور بھائی بہنوں کے پیٹ بھرنے لگے۔ اسی دوران قدرت نے انہیں چن لیا، کارساز حقیقی نے ان کو ان کی دکان سے اٹھایا۔ عہد ساز ہاتھوں میں دے دیا۔ صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی رضوی کی درسگاہ میں بٹھا دیا۔ منظر اسلام بریلی کی چھتر چھایہ میں لا کھڑا کر دیا۔ اب وہ 'حافظ جی' (مبارک پور کے ہندو مسلم بوڑھے لوگ آج بھی حافظ ملت کو 'حافظ جی' ہی سے یاد کرتے ہیں) سے حضرت مولانا عبدالعزیز ہو گئے۔

عام طور سے ہوتا یہ آیا ہے، سواد اعظم کے جید علما اپنے علاقہ سے باہر رہے، اس کا غلط فائدہ غیروں نے اٹھایا، یہی حال گھوسی، مبارکپور، اعظم گڑھ کا بھی تھا۔ حضرت صدر الشریعہ کو بروقت اس کا احساس ہوا اور وہ اپنے حاصل زندگی شاگرد رشید کو مبارک پور بھیج دیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ مدرسہ اشرفیہ اہل سنت مبارکپور کھپریل کے ایک چھوٹے سے مکان میں چلتا تھا۔ کھپریل کا وہی چھوٹا سا مکان حافظ ملت کی علمی سرگرمیوں کی جولان گاہ ثابت ہوا۔ واضح رہے، یہ مدرسہ بزرگان اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ، غالباً شیخ المشائخ حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی میاں اشرفی الجیلانی کچھوچھوی کا قائم کردہ تھا۔ کب، کہاں، کیسے، کس سے قدرت کیا کام لے لے۔ عقل اور قیاس سے اس کی پیمائش نہیں ہو سکتی۔

قدرت مہربان تھی، حافظ ملت کی جد و جہد تھی اور اہل مبارک پور کی قربانیاں تھیں، جلد ہی مدرسہ اشرفیہ دارالعلوم اہل سنت مصباح العلوم میں تبدیل ہو گیا اور اس کھپریل والے تنگ و تاریک مکان سے ایک وسیع اراضی و عمارت میں منتقل ہو گیا۔ اب اس دارالعلوم کی شہرت مبارکپور کی گلیوں سے نکل کر اکناف ہند تک جا پہنچی۔ چاروں طرف سے طلبہ ٹوٹ کر آنے لگے۔ اہل خیر بھی متوجہ ہونے لگے۔ تعمیر مکان بھی ہوتی رہی، تعمیر ملت بھی ہوتی رہی، اساتذہ کی تدریس زوروں پر تھی۔ طلبہ کی قال اللہ و قال الرسول کی گونج سے مبارکپور کی فضائیں گونجنے لگیں۔ جوان وجد و جہد کے اس دور عروج میں جو طلبا وہاں سے

فارغ ہوئے، انہوں نے ایک نئی تاریخ رقم کی، ایک نئے عہد کا آغاز کیا، بحر العلوم حضرت مفتی عبدالمنان صاحب، رئیس القلم علامہ ارشد القادری اور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری اسی دور شباب کی یادگاریں ہیں۔

پھر ایک وقت وہ آیا، وہ اراضی وعمارات اپنی وسعت کے باوجود اپنی تنگ دامانی کا شکوہ کرنے لگیں، اب حافظ ملت نے 'الجامعۃ الاشرفیہ' کا خواب دیکھا، منصوبہ بنایا اور سنگ بنیاد کا پروگرام رکھا۔ اس موڑ پر ایک بڑا ناخوشگوار واقعہ پیش آیا اور حافظ ملت ترک منصوبہ اور ہجرت مبارک پور پر مجبور ہوگئے۔ اس غیر متوقع صورت حال پر قابو پانے کے لیے مارہرہ مطہرہ کے بلند قامت قائد سید العلما حضرت سید شاہ آل مصطفیٰ علیہ الرحمہ اور تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ بہ نفس نفیس مبارکپور تشریف لے گئے اور خراب ہوتے ہوئے حالات از خود معمول پر آگئے۔ تاریخ اشرفیہ کا یہ ایک بڑا پُر پیچ ورق ہے، یہاں سے ہم سرسری گزرنے ہی میں عافیت سمجھتے ہیں۔ کیوں کہ علما مشائخ کے مشاجرات کی تہیں ادھیڑنا میری عادت نہیں۔ ہم اختلاف میں بھی اتفاق کی راہیں تلاش کرتے ہیں، اسی میں قوم وملت کی بھلائی وبہتری ہے۔

خدا کا فضل ہوا، بزرگوں کی دعائیں رہیں، قصبہ مبارکپور سے جانب شمال ذراہٹ کر لق ودق صحرا میں عالی شان قصر اشرفیہ بن کر کھڑا ہوگیا۔ اب یہ مدرسہ اشرفیہ رہا، نہ دارالعلوم اہل سنت مصباح العلوم رہا۔ اب وہ 'الجامعۃ الاشرفیہ' کہلایا۔ اب اس جامعہ کی شہرت وافادیت ملک ہی تک محدود نہ رہی۔ اطراف عالم تک جا پہنچی۔ پورے ملک سے طلبہ آئے، پوری دنیا سے تعاون آیا اور وہ صفت سیل رواں چل پڑا اور ابھی اسی رفتار سے آگے ہی آگے چل رہا ہے۔ خدا اسے آفات ارضی وسماوی سے بچائے۔ بدنظروں کی نظر بد سے بچائے۔

یہی اشرفیہ میرا مادر علمی ہے۔ میں وہاں کم وبیش چھ سات سال تعلیم پایا، میرا اشرفیہ ۱۹۸۴ء تا ۱۹۹۱ء ہے، ان برسوں میں ہم نے وہاں بہت کچھ پایا، بہت کچھ کھویا، بہت کچھ دیکھا، بہت کچھ سنا، چھ سات سالہ تعلیم، تعمیر، ترقی کے احوال، خوش گزار و ناخوشگوار حالات، طلبہ، اساتذہ، ارا کین، معاونین اور مہمانوں کی بنتی، بگڑتی صورتیں لوح ذہن پر مرتسم ہیں۔ وقت آیا، تو کبھی ذہنی پرچھائیوں کو لفظوں کا پیرہن پہنایا جائے گا۔ اظہار کی زبان دے دی جائے گی، وہ صورتیں خود گویا ہوں گی، سر دست چند عرض معروض اس فرد فرید کے بارے میں جو میرے مستقل استاذ تو نہیں، مگر ان کا رتبہ استاذ سے کم نہیں۔ کسی نے کسی سے ایک حرف بھی پڑھا، تو اسے شرف تلمذ حاصل ہوگیا۔ اس اعتبار سے وہ استاذ بھی تھے، میں نے ان سے کافیہ، اصول الشاشی، شرح تہذیب کی کئی بحثوں میں استفادہ کیا تھا۔ چوں کہ وہ وہاں باقاعدہ استاذ نہیں تھے، اس لیے یہ افادہ واستفادہ مجلسی و ملاقاتی تھا، وہ فرد فرید تھے، شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً۔

میری تعلیم یا تو اسکول کی تھی، یا مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ کی، ۱۹۸۴ء میں جامعہ اشرفیہ مبارکپور پہنچا تھا، بائسی سے حضرت مولانا رحمت حسین کلیمی علیہ الرحمہ کا خط ساتھ لایا تھا، یہ خط حضرت شارح بخاری کے نام تھا۔ یہ وہ سال تھا کہ شعبان کے مہینہ میں یوپی کے ایک طالب علم کے ہاتھوں اتفاقاً ایک دوسرے یوپی ہی کے طالب علم کی شہادت ہوگئی تھی، اس لیے شوال میں داخلہ تقریباً بند تھا۔ اگر ہوا بھی، تو بہت چھان پھٹک کر۔

اسی سال امام علم وفن مظہر اعلیٰ حضرت خواجہ مظفر حسین رضوی خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند براؤں شریف سے دارالعلوم غریب نواز الہ آباد تشریف لائے تھے، بائسی کے تمام طلبہ الہ آباد پہنچے، میں تن تنہا مذکورہ خط لے کر مبارکپور پہنچا۔ اس وقت میری عمر کوئی ۱۴/۱۵ سال کی رہی ہوگی۔ شارح بخاری کو خط دیا، خط میں ایک لفظ 'شوخ چشم' تھا، میں اس وقت اس لفظ کے معنی سے نابلد تھا، اس لیے شارح بخاری کبھی خط دیکھتے، کبھی مجھے دیکھتے۔ خط تو انہوں نے ایک ہی بار پڑھا، مگر میرا چہرا بار بار پڑھا۔ مکتوب نگار مولانا کلیمی جو شارح بخاری کے چہیتے شاگرد تھے، شارح بخاری ان کی گزارش ٹال نہیں سکے اور میرا داخلہ انہیں کے ایما پر درجۂ ثالثہ میں ہوگیا، جہاں میں ۱۹۹۱ء تک رہا۔

اس وقت دارالافتا سینٹرل بلڈنگ کے پہلے منزلہ پر سیڑھی سے اوپر آتے ہی، جدید دارالحدیث کے بازو میں داہنی طرف تھا۔ دارالحدیث جدید کی دیواریں کھڑی تھیں، گنبد کی تعمیر میرے سامنے ہوئی، مگر فنیشنگ اور تعلیمی سلسلہ میرے بعد شروع ہوا۔ محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری نیچے بڑے ہال میں جانب جنوب بیٹھتے تھے۔ میں نے وہیں ان سے درس حدیث دورۂ حدیث کی تکمیل کی، صبح ۸ر بجے شارح بخاری اپنی قیام گاہ، جو اسی سینٹرل بلڈنگ کے نیچے جنوب کے آخری کمرے میں تھی، سے دارالافتا تشریف لاتے، جہاں وہ بارہ، ساڑھے بارہ بجے تک فتویٰ نویسی کرتے۔ ہمارے اسباق کے آغاز واختتام کا وقت بھی وہی تھا۔ آنے جانے کی گزرگاہ بھی وہی سیڑھی تھی، اس لیے دن میں کئی بار ان کا آمنا سامنا ہو جاتا تھا۔ پوتا شاگرد ہونے کے ناطے وہ مجھے پیار کرتے تھے، کبھی مزاح بھی فرماتے تھے۔ جاڑے کے ایک موسم میں ایک دفعہ ان کے گھر گھوسی سے چاول کی بنی ہوئی کوئی چیز آئی ہوئی تھی۔ سلام کے بعد جیسے ہی میں سیڑھی سے اوپر اٹھا اور درسگاہ کی طرف مڑا، ان کی نگاہ مجھ پر پڑ گئی، طلب کیا اور فرمایا: یہ دیکھو کیا ہے؟ تمہارے پورنیہ میں یہ بہت بنتی ہے، کچھ لے کر کھالو۔ میں ایک ٹکڑا لے کر آگے بڑھنا ہی چاہا تھا کہ مسکراتے ہوئے ٹوکا اور کہا: جتنی چاہئے لے لو، یہیں بیٹھے کھالو، وہ وہاں پانی ہے پی لو تب چلے جاؤ۔ میں نے جھٹ پٹ لیا، کھایا، پیا، سلام کیا اور درسگاہ کی طرف چل دیا۔ جب امتحان ہوتا، بلاتے، پوچھتے، کیا نمبرات ہیں، میں رزلٹ دکھا دیتا، خوش ہو جاتے، دعائیں دیتے۔ میں خود بھی ان کے کمرے میں چلا جاتا، یہ بالعموم بعد عشا کا وقت ہوتا، ان کے عصائے پیری حضرت مولانا عبدالحق رضوی وہاں موجود ہوتے۔ ان کے خادم مولانا نسیم مصباحی، جو اس وقت زیر تعلیم تھے، بھی حاضر ہوتے۔ میں کبھی دستر خوان چن دیتا، کھانا لگا دیتا، کبھی ہاتھ دھلا دیتا، کبھی موقع ملا، تو سر پہ تیل رکھ کر مالش کر دیتا۔ میری خدمت و نیاز مندی سے بہت خوش ہوتے، فرماتے: تم بہت خدمت گزار ہو، خدا تمہارا نصیب بلند کرے اور کبھی یہ فرماتے: دیکھو! یہ تحصیل علم کا وقت ہے، جی لگا کر پڑھو، خوب محنت کرو، یہ اشرفیہ ہے، یہاں مسابقہ چلتا ہے، یہاں مطالعہ ومحنت ہی کام آتی ہے، خدا تمہیں خوب نوازے۔ کبھی یہ فرماتے: تم کتنے کمزور ہو، لمبا ہوگیا، تھوڑی صحت بھی بناؤ، خوب کھاؤ، خوب کھیلو، خوب پڑھو، جب میں سادسہ میں تھا، موقع ملتا تو کبھی فتاویٰ املا کراتے، سابعہ، ثامنہ کے سال جب وہ نزہۃ القاری لکھ رہے ہوتے، فرماتے: یہ عبارت نقل کرو، وہ حوالہ تلاش کرو، نقل، تبییض، حوالہ کی تلاش ضمناً کرتا تھا، مستقلاً نہیں۔ وہ چاہتے بھی نہیں تھے، کہ اس کام میں وقت صرف کروں۔ وہ فرماتے یہ پڑھائی کا وقت ہے، پہلے

پڑھو، مطالعہ و تکرار کرو، اسباق و مطالب خوب ذہن نشین کر لو، جب وقت آئے گا، تو یہ کام تم خود ہی کرلو گے۔

جب دوران سفر ان پر فالج کا اثر ہوا، جس سے وہ کافی بیمار، کمزور، مضمحل ہو کر رہ گئے۔ تو تقریباً اشرفیہ ہی میں متقاعد ہو گئے اور علاج و آرام ہوتا رہا، تا آں کہ خدا نے ان کو صحت کلی عطا فرمائی، پھر وہ ذرا تازہ دم ہو کر دینی و علمی کاموں میں مصروف ہو گئے، اس مرض و علاج کے دوران پیشاب و قضائے حاجت کی بڑی پریشانی تھی، بیٹھ نہیں پاتے تھے۔ پیشاب و پاخانہ گھر جو سینٹرل بلڈنگ سے قدرے پرے تھا، چل کر جانا مشکل ہوتا تھا۔ مجھے خوب یاد ہے، ان ایام علالت میں بھی مجھے خدمت کا موقع ملا۔ پانی لانا، استنجا کرانا، کپڑے سمیٹ و سنوار دینا، پیشاب و نجاست کا ٹب و ٹیوب صاف کر دینا، دوا دینا، دودھ، چائے، ناشتہ، پھل کاٹ کر یا جوس نکال کر دینا، کھانا کھلانا، ان کاموں کو انجام دینے کی بھی مجھے سعادت ملی۔ میری خدمت گزاری و سعادت مندی دیکھ کر خوش ہوتے اور ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازتے۔

میں نے انہیں سفر، حضر میں دیکھا، کئی مقامات کا ساتھ سفر کرنے کا موقع بھی ملا، ۱۹۹۲ء میں براٹ نگر، نیپال میں سنی دیوبندی مناظرہ ہوا، یہ غالباً دسمبر کا مہینہ تھا، میں اشرفیہ کے بعد ایم اے کر رہا تھا، اس مناظرہ میں مبارکپور سے شارح بخاری اور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری، مظفر پور سے عالم باعمل حضرت مفتی محمد اسلم صاحب رضوی، پورنیہ سے امام علم و فن حل المشکلات خیر الاذکیا خواجہ مظفر حسین رضوی، فقیہ النفس مناظر اہل سنت مفتی مطیع الرحمٰن رضوی، مفکر اسلام مفتی محمد ایوب مظہر رضوی مدعو تھے۔ مفتی مطیع الرحمٰن رضوی بائسی سے مجھے اپنے ہمراہ لے گیے، سارے علمائے اہل سنت سر شام براٹ نگر پہنچ گئے، دیوبندی علما کی ہوا آغاز رزم سے پہلے ہی نکل گئی، ایک بھی میدان میں نہیں آیا، علمائے اہل سنت نے فاتحانہ تردیدی تقریریں کیں، دو شب کا پروگرام تھا، دوسری شب نقابت کے لیے مجھے پکارا گیا، جھجکتے ہوئے میں کھڑا ہوا، نقابت کرتے ہوئے جب حضرت محدث کبیر کی باری آئی، تو ان کا جو تعارف کرایا، شارح بخاری نظر اٹھا اٹھا کر بار بار دیکھتے رہے، ہاتھ اٹھا اٹھا کر داد دیتے رہے۔ دعا بھی دی، اسٹیج پر بیرونی و مقامی علما موجود تھے۔

رات کو جلسہ ختم ہوا، صبح کو میں نے ٹاٹا سومو کرایہ کیا، شارح بخاری، محدث کبیر، خواجہ صاحب، مفتی مطیع الرحمٰن سب کو بٹھایا، کوئی آٹھ دس گھنٹے کے بعد سیدھے بائسی پہنچے، پہلے ادارہ افکار حق کی آفس میں اتارا، فریش ہوئے، چائے ناشتہ ہوا، تھوڑی دیر گفتگو ہوئی، تھوڑی استراحت فرمائی، نہائے دھوئے، ظہر کی نماز اور ظہرانہ تنظیم المسلمین میں ہوا، شام سہ پہر عصر بعد چائے وائے ہوئی، تحائف و ہدایا پیش کئے گئے، یہاں شارح بخاری نے مولانا رحمت حسین کلیمی کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: آپ کا یہ شاگرد (غلام جابر) 'شوخ چشم' نہیں، سیر چشم ہے۔ پھر ٹاٹا سومو سے کٹیہار پہنچے، جہاں مغرب بعد دونوں بزرگوں کو ٹرین میں بٹھایا اور حضرت علیہ الرحمہ شارح بخاری اور محدث کبیر مبارکپور کے لیے روانہ ہو گئے، میں اور میرے احباب نے نم آنکھوں سے بائسی کی راہ لی،

جب تک میں شمال ہند میں رہا، وقتاً فوقتاً شارح بخاری سے ملاقات ہوتی رہی، بمبئی کے جلسوں میں پور بندر اور اپلیٹا کے پروگرام میں قریب رہنے کا موقع ملا، جب کیرلا چلا گیا، یہ سلسلہ منقطع ہو گیا، میری آرزو تھی کہ میں شارح

بخاری کو کالیکٹ کی سیر کراؤں، جیسے میں نے اور اکابرین شمال ہند کو وہاں بلوایا تھا۔ ان کی ضعیفی، امراض، روز افزوں نقاہت اور ان کی موت نے میری یہ آرزو پوری ہونے نہ دیا۔ تا آں کہ وہ ہم سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گئے۔ خدا ان کی قبر کو اپنی رحمتوں سے بھری پری رکھے۔ جب ان کا انتقال ہوا، میں کالیکٹ میں تھا، سن کر قلبی رنج وملال ہوا، شیخ ابوبکر صاحب ملیباری کو خبر دی، رات مجلس تعزیت منعقد کی، جس میں شمالی طلبہ کے علاوہ جنوب ہند کے ملباری طلبہ و اساتذہ نے بھی شرکت کی۔ شارح بخاری کی حیات و خدمات سے حاضرین کو متعارف کرایا، مغفرت اور بلندیٔ درجات کی دعا کی گئی۔ مجھے جو صدمہ تھا، وہ تو تھا ہی، شمالی طلبہ بھی بڑے غمزدہ تھے، جب کہ بہتوں نے انہیں دیکھا بھی نہ تھا۔

شارح بخاری کی حیات ہی میں، ان کا سوانحی خاکہ مرتب ہوا، بہ قلم خود بھی انہوں نے اپنے حالات زندگی تحریر کیے، ممبئی میں ان کے شایان شان جشن منایا گیا تھا، ان کو چاندی سے تولا گیا تھا، اس موقع پر بھی ان کی خدمات کے اعتراف میں باقاعدہ سوانحی کتاب لکھی گئی، بعد وفات معارف شارح بخاری ترتیب دی گئی۔ کئی ماہناموں کے خصوصی گوشے شائع ہوئے، یہ تمام چیزیں نگاہ میں آئیں، دیکھا، مطالعہ کیا، ظاہر ہے، ان کی کتاب حیات کا ہر ورق تو میرے سامنے تھا نہیں، اس لیے پڑھا اور محظوظ ہوا، قیام اشرفیہ کے دوران ایک دفعہ مجھ سے انہوں نے فرمایا تھا: یہ ۱۹۶۲ یا ۱۹۶۳ کی بات ہے، میں دارالعلوم مصطفائیہ خانقاہ رشیدیہ چمنی بازار پورنیہ میں استاذ رہ چکا ہوں، جبھی میں نے پورنیہ اور تمہارے بائسی کے گلی کوچے دیکھا تھا۔ دارالعلوم کے اساتذہ، خانقاہ کے منتظمین سے بھی میں نے سنا ہے، جب شارح بخاری پر سوانحی کتب و مقالات دیکھا، تو قیام پورنیہ و مدرسی کا ذکر کہیں نہیں پایا۔ حیرت اس بات کی نہیں، کہ اس کا ذکر کیوں نہیں، حیرت اس بات پر ہے کہ حضرت شارح بخاری کی حیات کا ایک ورق ان کی کتاب حیات سے بچھڑ کر رہ گیا ہے۔ اب آئندہ ان کے سوانح نگاروں، تذکرہ نویسوں کو یہ ابتدائی قیمتی ورق شامل کر لینا چاہئے۔

☆☆☆

(............ بقیہ ص ۴۸ کا)

لئے منصوبہ بندی، مقامی حالات مطالعہ کی بنیاد پر ہی کی جاسکتی ہے۔ کچھ مقامات پر یہ کام آسان ہوسکتا ہے، کچھ مقامات پر ہوسکتا ہے کہ صرف قانون کے چاروں اسکولوں کو لاگو کرنا ضروری ہو، کچھ دوسرے مقامات پر علماء کے معیار کو بہتر بنانا ضروری ہو تاکہ عوام میں اپنا وقار بڑھا پائیں اور ریاستی معاملات نمٹانے کے لائق ہو جائیں۔

کئی دوسرے مقامات پر قانون کی حکمرانی کی بنیاد رکھنے اور بھونڈے ظلم سے نجات حاصل کرنے کے لئے لڑائی لڑی جاسکتی ہے۔ ایک نمایاں تبصرہ یہ ہے کہ اس کے لیے بہت زیادہ محنت کرنی پڑے گی۔ قدیم اسلامی ریاست کے قیام کے لئے سوائے چند صورتوں کے موجود حکومتوں کو بدلنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ اس کے برعکس لب لباب یہ ہے کہ موجودہ حکومتوں کو تسلیم کر لیا جائے لیکن انہیں علماء اور شریعت کے ذریعے اسلامی بنایا جائے۔

اسلامی ریاست کی طرف جانے والی شاہراہ پر ہر جگہ ریاست کے اختیارات میں کمی ہے۔ ریاست کو ہر صورت قانون کی حاکمیت تسلیم کرنا ہوگی اور اس کا مطلب ہے شریعت کی حاکمیت۔ ریاست کو بہر حال ایسے علماء کو تسلیم کرنا ہوگا جو ظلم پر روک لگائیں۔ (جاری ہے............)

اسلام کا تصورِ ریاست

از: ڈاکٹر محمد ہارون صاحب کیمبرج، برطانیہ

﴿قسط دوازدہم﴾

بنوامیہ، بنوعباس اور بعد کے حکمرانوں کی پوری تاریخ اسی نقطہ نظر سے سمجھی جاسکتی ہے کہ مسلمان ریاست کی پوجا کی کسی بھی تحریک کو مسترد کرتے ہیں اور ریاست کی پوجا ہی بیسویں صدی میں ہٹلر اور اسٹالن کی ہولناکی کا پیش خیمہ بنی۔ قدیم اسلام اس امر میں یقین رکھتا ہے کہ مسلمانوں کو اتنی کم حکومت کی ضرورت ہے جتنی کہ ممکن ہو زیادہ سے زیادہ آزادی تاکہ وہ اللہ تعالیٰ تک محبت کے ذریعے رسائی حاصل کریں۔ اسلام اس امر پر یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے محبت کرتا ہے اور اسے پسند نہیں کہ زندگی کو ان کے لئے تکلیف دہ بنائے۔

قدیم اسلام اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ کسی بھی حکمراں پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ حکمرانوں کو ہمیشہ علماء اور اولیاء کی نگرانی کی ضرورت ہے جو کہ وہ مسلمانوں کی طرف سے کرتے ہیں۔ اسلام ہر اس تحریک کو شک کی نظر سے دیکھتا ہے جس کے قدم ریاست کی پوجا یا مطلق العنانیت کی طرف اٹھتے ہیں۔ قدیم اسلام کی جو خوبیاں ہم نے بیان کی ہیں ان کی وجہ قانون کے مختلف مکاتب فکر، قبائلی اور نسلی رنگارنگی کی اجازت اور حق رازداری وغیرہ ہیں۔

قدیم اسلام انتہائی مطلق العنانیت کا مخالف ہے اور یہ اس کا ثبوت ہے کہ وہ بالکل سچا ہے اور دوسرے فرقے جھوٹے ہیں۔ اسلام مطلق العنانیت کو مسترد کرنے میں بالکل ٹھیک ہے، مطلق العنانیت کبھی بھی فعال نہیں رہی، یہ اس معاشرے کو تباہ کرتی ہے جس پر اس کی حکمرانی ہو جس طرح ہٹلر نے جرمنی اور اسٹالن نے بالآخر روس کو تباہ کیا۔

بنیاد پرستوں پر خود ہی منکشف ہوجائے گا کہ مطلق العنانیت قابل عمل نہیں رہے گی۔ یہ انہیں اسی طرح تباہ کردے گی جس طرح اس نے ہٹلر اور اسٹالن کو تباہ کیا تھا کیوں کہ ان کی وجہ سے اسلام نفرت کے باعث ختم ہوجائے گا نہ کہ محبت کے سبب، جہاں بھی وہ غالب آئیں گے لوگ اسلام سے بھاگ جائیں گے اور منافقت اختیار کرلیں گے تاکہ بنیاد پرست پولیس برہم نہ ہو۔

آخر کار دوسرے تمام فرقوں کو اپنے خیالات سے دستبردار ہونا اور قدیم اسلام کی طرف لوٹنا پڑے گا۔ میں ان حضرات کو جنہوں نے اس باب کا مطالعہ کیا دعوت دیتا ہوں کہ وہ قدیم اسلام کی طرف آئیں، ریاست کی پوجا اور مطلق العنانیت ترک کردیں۔

مسلمانوں کو قدیم اسلام کی طرف دعوت دینا ایسا کام ہے جو آج کے مسلمانوں پر واجب ہے۔ اس کام کا مقام آغاز رسول اللہ ﷺ سے بہت زیادہ اور بھرپور محبت اور تعظیم ہے۔ ہم یہ چیز امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سیکھ سکتے ہیں۔

اسلامی ریاست کا حقیقی تصور

مسلم سیاست میں کلیدی سوال اسلامی ریاست کا نظریہ ہے۔ اس باب کا مقصد اسی چیز کی وضاحت ہے لیکن

قدیم اسلام کے نقطۂ نظر سے باب اس امر کی بھی وضاحت کرے گا کہ یہ نظریہ دیگر فرقوں کے پیش کردہ نظریۂ اسلامی ریاست سے کس طرح مختلف ہے، یہ قدیم اسلامی ریاست کس طرح قائم کی جاسکتی ہے اور اس کے قائم کرنے سے کیا فوائد حاصل ہوسکتے ہیں۔

قدیم ریاست کا اسلامی تصور واپس اسلام کے ابتدائی دنوں کی طرف لے جاتا ہے جو کہ خلافت کے زوال کے بعد چاروں خلفاء راشدین کے وصال کے ساتھ شروع ہوگیا تھا۔ اسلام میں یہ ریاست کا مرکزی تصور تھا اور مغرب کی آمد تک اسی نظریہ نے مسلمان حکومتوں کی راہنمائی کی۔ مسلم ریاستوں کے انہدام کا سلسلہ اٹھارویں صدی کے اختتام سے شروع ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسا تصور ہے جس سے امام غزالی، ابن خلدون اور ابن رشد ایسے عظیم اسلامی مفکر مانوس ہیں۔

اسلامی ریاست کے قدیم تصور کا مرکزی خیال یہ ہے کہ کوئی بھی شخص حکمراں ہوسکتا ہے بشرطیکہ اس پر ٹھیک اسلامی طریقے سے کنٹرول اور پابندیاں عائد ہوں۔ اسلامی ریاست کے قدیم تصور میں حکمراں جو کہ ریاست کا سربراہ ہوتا ہے کوئی بھی ایسا شخص ہوسکتا ہے جو فی الحقیقت اس کا اہل ہو کہ اختیارات اپنے پاس رکھ سکے۔ حکمراں ایک بادشاہ بھی ہوسکتا ہے اور قبائلی راہنما بھی، وہ ایک کامیاب سپاہی بھی ہوسکتا ہے، وہ ایک جدید سیاستداں بھی، اس کے اختیارات کسی سیاسی جماعت کی قیادت سے اخذ شدہ بھی ہوسکتے ہیں یا الیکشن میں فتح مند ہونے کے باعث بھی۔

سیاسی قوت کے وجود کو قدیم مسلم تصور ریاست میں بالکل ایسے ہی تسلیم کیا گیا ہے جیسے کہ پوری دنیا میں تسلیم کیا جاتا ہے۔ اہمیت کا حامل یہ امر ہے کہ موجودہ سیاسی قوت پہلے تسلیم کی جاتی ہے پھر اس پر اسلام کے بنیادی اصولوں کے مطابق پابندیاں اور کنٹرول کیا جاتا ہے۔ اس تصور کا پہلا اصول ہے کہ مسلمانوں کے اصل راہنما علماء اور اولیاء ہیں۔ ملک کے اندر علماء اور اولیاء پر مشتمل ایک ڈھانچہ ضرور ہونا چاہئے، ان کے پاس نہایت اعلیٰ تعلیمی قابلیت اور آبادی کے اندر ان کا وقار نہایت عمدہ ہونا چاہئے، انہیں اتنی اہلیت کا حامل ہونا چاہئے کہ وہ ریاست کے حکمرانوں کو راہنمائی کرسکیں، ان کا حکمرانوں پر نہایت گہرا اثر ورسوخ ہونا چاہئے۔ انہیں ملک کے تمام اہم اداروں میں مرکزی شخصیت حاصل ہونا چاہئے، سب سے بڑھ کر یہ کہ انہیں ملک کے عدالتی اداروں پر تصرف حاصل ہونا چاہئے، انہیں پورے معاشرے کے اندر پھیل جانا چاہئے اور تعلیمی وسماجی خدمات کے علاوہ دوسرے معاشرتی ادارے چلانے چاہئیں۔ اگر ضروری ہو تو انہیں اس قابل ہونا چاہئے کہ حکمراں کی جاری کردہ غلط پالیسیوں کو روک دیں اور آخر کار انہیں یہ بھی اختیار ہونا چاہئے کہ برے حکمراں کو برطرف کرسکیں۔

دوسرا اصول یہ ہے کہ ریاست میں فرد کی حکمرانی نہیں ہونی چاہئے بلکہ اللہ تعالیٰ کی حکمرانی ہونی چاہئے۔ اس کا مطلب ہے شریعت کی حکمرانی۔ قانون خداوندی کی حکمرانی، علماء حکمرانوں کی راہنمائی کے سلسلے میں صرف عقل کا استعمال ہی نہیں کرتے بلکہ شریعت کو پیش نظر رکھ کر راہنمائی کرتے ہیں۔ وہ اس بات کی تسلی کرتے ہیں کہ ریاست ہر وہ کام شریعت کے مطابق کرنے کی پابند ہے جو وہ کرسکتی ہے۔

تیسرا اصول یہ ہے کہ شریعت کوئی ایسی چیز نہیں ہے جسے کوئی بھی شخص تبدیل کرسکے یا وقت کے ساتھ ساتھ اسے بناتا سنوارتا جائے۔ شریعت کو ایسا ہی ہونا چاہئے اور صرف ایسی ہی شریعت ہوسکتی ہے جیسی کہ قدیم اسلامی شریعت ہے جسے کوئی بھی شخص کسی بھی حوالے سے تبدیل نہیں کرسکتا کیوں

کہ اجتہاد کے دروازے بند ہیں۔ یہ شریعت آزاد ہے، مقامی سطح تک منقسم، رحمت اور لچک سے بھرپور نہ کہ کسی ریاست کا جابرانہ قانون۔

شریعت کو زندگی میں علماء لے کر آتے ہیں اور مسلم امت ریاست سے آزاد اور خود مختار ہے۔ قدیم اسلام میں۔ حکمراں پورے معاشرے کو اس طرح نہیں چلاتے جس طرح کہ کمیونسٹ آمر ایک مرکز سے پورا ملک چلاتے ہیں۔ حکمراں پر صرف ایسے مسائل کے حل کے لئے بھروسہ کیا جاتا ہے جہاں طاقت کے استعمال کی ضرورت ہو یا کسی فساد کو ختم کرنا ہو مثلاً بیرونی دنیا سے دفاع یا اندرونی نگرانی۔ حکمراں فوج اور پولیس کو کنٹرول کرتا ہے اور شریعت کے مطابق امت اور مسلمانوں کا دفاع کرتا ہے۔

مسلم معاشرہ دیگر تمام معاملات خود ہی چلاتا ہے۔ مسلمان اور ان کے عمائدین، علماء اور اولیاء خود ہی تعلیم، سماجی خدمات، بہبود، غریبوں کی امداد اور صحت وغیرہ کے شعبے منظم کرتے ہیں۔ شرعی عدالت مقامی علماء چلاتے ہیں اور مسلمان کوئی سماجی تنظیم قائم کرنا چاہیں تو علماء اسے سند جواز فراہم کرتے ہیں۔ اس طرح قصبے اور دیہات اپنی قیادت کے ذریعے خود بخود چلتے ہیں اور جب کبھی ضرورت پڑے تو شرعی عدالت کے ذریعے اپنے تنازعات کا اندراج کراتے ہیں اور قانونی چارہ جوئی کرتے ہیں۔

قدیم اسلامی ریاست میں غیر مسلم اپنے معاملات بغیر ریاستی مداخلت کے خود نمٹاتے ہیں۔ مثال کے طور پر سلطنت عثمانیہ میں ملت سسٹم کے تحت سیکڑوں برس تک ایسا ہوتا رہا۔ معاشرہ مسلم ریاست میں پوری آزادی اور خود مختاری کے ساتھ خود بخود چلتا ہے۔

پانچواں اصول یہ ہے کہ یہ تصور معاشرے میں صرف اسی وقت فعال ہو سکتا ہے جب معاشرے کی غالب آبادی مسلمان ہو اور جہاں اسلام اور مسلمانوں کے خیالات معاشرے پر غالب ہوں۔ علماء اور اولیاء صرف اس صورت میں حکمرانوں پر اثر انداز ہو سکتے ہیں اگر ایسی آبادی موجود ہو جو ان کی تائید کرے۔ شریعت صرف اسی صورت میں غالب ہو سکتی ہے اگر آبادی کی اکثریت اس کی اطاعت پسند کرے۔

ششم مسلمان ریاست کا قیام ایسے ممالک میں ناممکن ہے جہاں مسلمان ایک چھوٹی اقلیت ہیں۔ اس صورت میں مسلمانوں کے لئے حکمت عملی یہ ہے کہ وہ معاشرے کے اندر اپنے جزیرے قائم کریں اور ملک کے افسران مجاز کے ساتھ اتنی اچھی سودا بازی کریں جتنی ممکن ہو۔ سب سے بڑھ کر اس کا مقصد مسلمان ہونے کے ناطے آزادی ہے۔

قدیم اسلامی ریاست کا پانچواں اصول ایک ایسی ریاست کی تشکیل کی طرف راہنمائی کرتا ہے جو مسلمانوں کی عزت کرے گی، نہایت ذمہ داری سے کام کرے گی، نہایت رواداری اور قانون کی پابندی کرتے ہوئے حکومت کرے گی۔ اس کا خلاصہ یوں کیا جا سکتا ہے کہ شرعی اقلیتی نظام والی ریاست اسلامی ریاست کا تصور دوسرے مسلم فرقوں کے تصور سے بہت زیادہ مختلف ہے۔ اہل تشیع کے ہاں حکمراں کے حوالے سے امام کا تصور پایا جاتا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کا منتخب کردہ ہوتا ہے۔

ایسی ریاست میں علماء اور مسلم معاشرہ مکمل طور پر مغلوب ہوں گے۔ بد قسمتی سے جب بھی یہ شیعہ امام برسر اقتدار آتے ہیں تو اس طرح بے دخل ہوتے ہیں کہ کوئی ایک بھی انہیں قبول نہیں کرتا جبکہ دوسرے مختلف شیعہ حضرات ہمیشہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ وہ ان کے حق میں دستبردار ہو جائے۔ شیعہ تصور ریاست ویسے بھی بڑا آمرانہ اور استبدادانہ

ہے۔ ایران کا نیا تصور جو کہ ۱۹۷۹ء سے قائم ہے در حقیقت حکمراں کو ہر طرف کر کے علماء کو اقتدار میں لاتا ہے۔

علماء حکمراں کو کسی کام سے روک نہیں سکتے کیوں کہ وہ خود حکمراں ہیں۔ یہ علماء شریعت کو سر بلند نہیں رکھ سکتے کیوں کہ اعلیٰ قسم کے علماء شریعت کو اپنے اجتہاد کے ذریعے بدل سکتے ہیں۔ اس تصور کا حاصل بھی بڑا آمرانہ اور استبدادانہ ہے۔

اسلامی جدت پسندوں نے بڑے آرام سے ایسی ریاست کو قبول کر لیا ہے جہاں اسلام کی کوئی حکمرانی نہیں ہوتی اور اسلام صرف ذاتی عبادت بن کر رہ جاتا ہے، نتیجہ ایک نا قابل یقینی ظلم ہے کیوں کہ وہاں نہ علماء ہیں نہ اولیاء جو ریاست کا راستہ روکیں لہٰذا وہاں قانون سے بالاتر پولیس کی حکمرانی ہوتی ہے۔ حکومت ہر پانچ منٹ کے بعد قانون بدلتی ہے اور اس کا حاصل حکمراں کے دوستوں کے لئے بہت بڑا منافع ہے۔

اسلامی ریاست کا تصور جو مودودی ایسے لوگوں نے پیش کیا وہ بھی قدیم تصور سے بہت زیادہ مختلف ہے، مودودی کا تصور در حقیقت کمیونزم کی مطلق العنان اور فاشٹ ریاست سے بہت زیادہ ملتا جلتا ہے۔ بلاشبہ اس کو وہیں سے نقل کیا گیا ہے، ایسے تصورات کو روبہ عمل لانے کا نتیجہ لاشوں کے پہاڑ کھڑے کرنا ہوگا بالکل ایسے ہی جیسے ہٹلر اور اسٹالن کا خاتمہ لاشوں کے ڈھیر پر ہوا۔ مودودی کا نظریۂ اسلامی ریاست ایک خواب اور بالکل تصوراتی چیز ہے جو کہ اس کے اپنے دماغ کی ایجاد ہے۔ قدیم تصور فی الحقیقت مسلمانوں کے گزشتہ چودہ سو سال کے تجربات کا حاصل ہے۔

قدیم اسلام کا یہ تصور امام غزالی ایسے عظیم مفکرین نے اپنے زندگی بھر کے تجربات اور تاریخ کے مطالعہ کے بعد مرتب کیا۔ انہوں نے یہ تصور خالصتاً اس لئے ترتیب دیا کہ مسلمانوں کے دوسرے فرقوں کے تصورات غیر حقیقی اور ناممکن العمل ثابت ہوئے۔

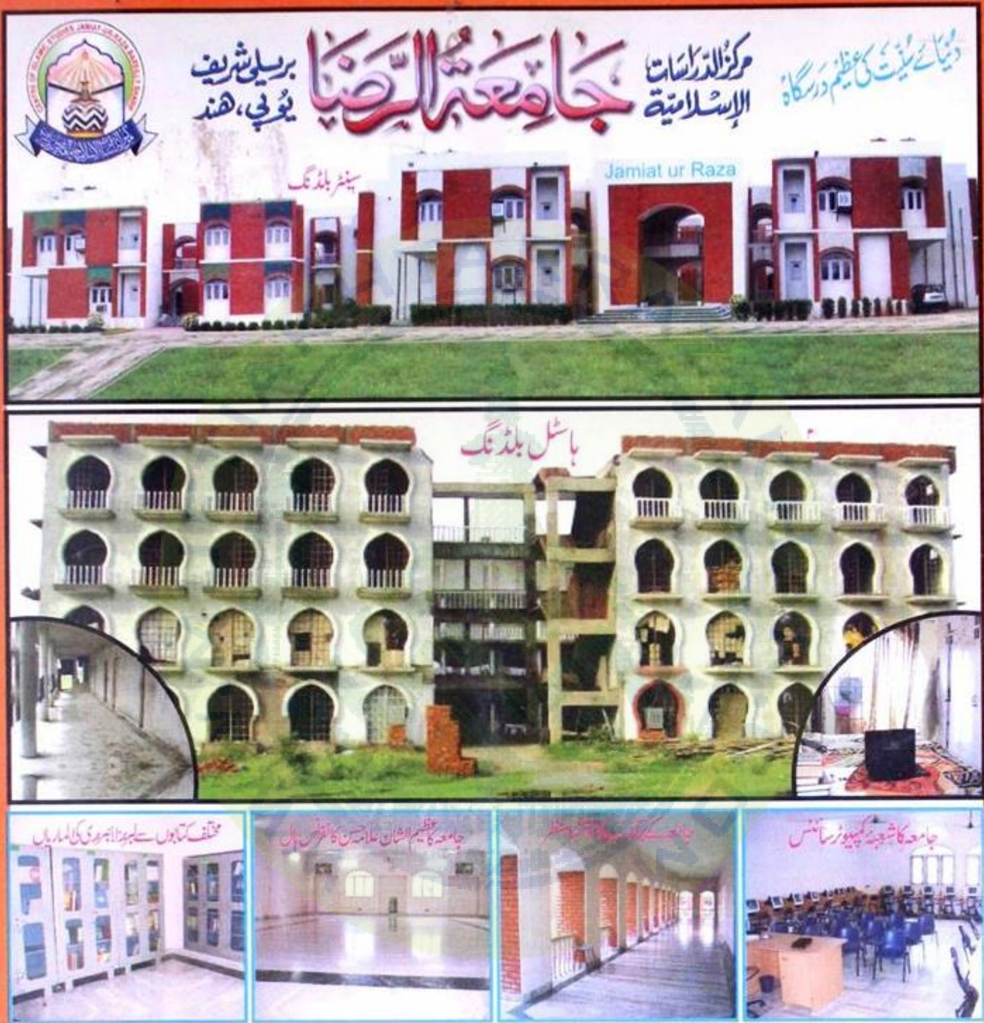
امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی سے حاصل شدہ تجربات سے یہ محسوس کر لیا کہ شیعہ امام کی حکومت در حقیقت کیسی ہے۔ ابن خلدون ایسے عظیم مسلمان نے دیکھ لیا کہ سیاسی طاقت کی جڑ دراصل قبیلہ پسندی جیسی چیز میں ہے جسے اس نے عصبیت کا نام دیا۔ لہٰذا اس نے نتیجہ اخذ کیا کہ خالصتاً اسلامی حکومت قائم کرنا ناممکن ہے لیکن آپ کو ایسے سیاسی راہنماؤں کو تسلیم کرنا ہوگا جو قبائلیت جیسی چیزیں پیدا کرتے ہیں اور ان کو علماء کے ماتحت دیتے ہوئے ان کے ساتھ کام کرنا ہوگا۔ اب ہمیں یہ بات صاف صاف تسلیم ہوگی کہ اسلامی انقلاب کے ذریعے حصول اقتدار کی کوششیں کوئی ایسی چیز پیدا کرنے والی نہیں ہیں جن کی خاطر جنگ لڑی جائے۔ مودودی کے تمام خیالات ناکام ہو چکے ہیں۔

بلاشبہ ریاست کے نظریات اصل حکومت کو جنم دے چکے ہیں۔ جب یہ حکومت اقتدار میں ہو تو قدیم اسلام کا رویہ ان حکومتوں کے ساتھ ایسا ہونا چاہئے جیسا کہ غیر مسلم حکومتوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ ان کی کوشش ہونی چاہئے کہ اس ریاست پر قدیم علماء کا اثر ونفوذ بڑھے یہاں تک کہ وہ ریاست ایک ٹھیک اسلامی ریاست میں بدل جائے۔ قدیم طریقۂ کار کسی بھی ریاست پر اپنایا جا سکتا ہے خاص طور پر ایسی ریاست کے لئے جس کے اسلامی ہونے کے تصورات گہرے ہیں۔

قدیم تصور ریاست کی بنیاد اب بھی مکمل حقیقت پسندی ہے جیسا کہ ہزار سال پہلے تھی، ایسی ریاست کے قیام کا طریقہ کار ہر علاقے اور ہر ملک میں جدا ہے۔

ریاست کے قیام کے (بقیہ ص ۴۴ رپر..........)))

The Monthly
SUNNI DUNIA BAREILLY
Regd. No. 17(82) Vol-2 Annual Subscription
Rs.(150) Per Copy (15) Regd. PO. No. BR/211/2008



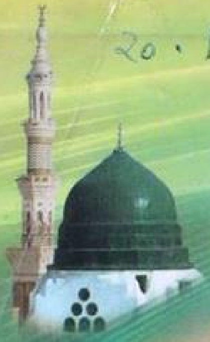
Under Management

باھتمام

IMAM AHMAD RAZA TRUST
82, Saudagaran,
Bareilly Shareef (U.P.)

امام احمد رضا ٹرسٹ
۸۲/سوداگران، بریلی شریف (یوپی)

20.1.09

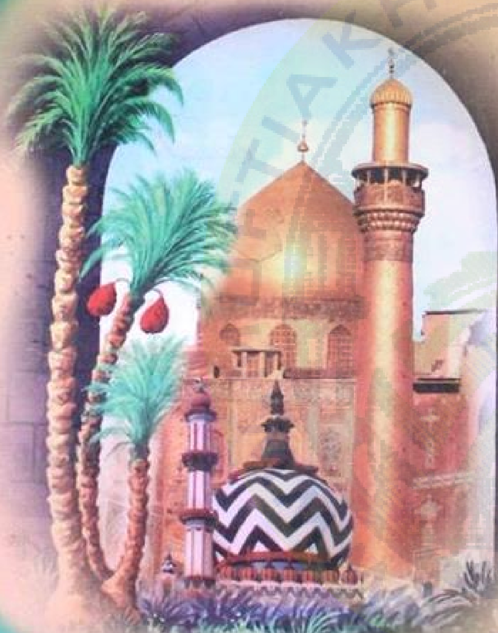


مرکز سوادِ اعظم اہل سنت وجماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی واصلاحی ترجمان

سُنّی دُنیا

عالم اسلام کو
نیا اسلامی سال
مبارک ہو!

زیرِ سرپرستی
قاضی القضاۃ جانشین مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری



ایک ظفر الدین کدھر کدھر جائیں ____ ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی

داعی کے اوصاف ____ مولانا تاج محمد ازہری

النکاح من سنتی ____ مفتی عبدالقدوس

اعلیٰ حضرت کی والہانہ عقیدت ____ الحاج سید محمد فرقان علی

مدیر
یونس رضا مونس
وائس پرنسپل
جامعۃ الرضا

دسمبر ۲۰۰۸
December 2008

مالک ونگراں:
مولانا محمد عسجد رضا قادری
ناظم اعلیٰ
جامعۃ الرضا

20.1.09

جلد: ۲۸

دسمبر ۲۰۰۸ء

شمارہ: ۱۴

مرکز سواد اعظم اہل سنت وجماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی و اصلاحی ترجمان

ماہنامہ سُنّی دُنیا

بریلی شریف

بیادگار

امام المتکلمین مفتی نقی علی خاں بریلوی
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی
حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی
مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خاں نوری
مفسر اعظم ہند مولانا ابراہیم رضا خاں جیلانی

زیر سرپرستی
قاضی القضاۃ جانشین مفتی اعظم
حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری

مالک و نگراں:
مولانا محمد عسجد رضا قادری
ناظم اعلیٰ جامعۃ الرضا

مدیر:
یونس رضا مونس اویسی
وائس پرنسپل جامعۃ الرضا

فی شمارہ: ۱۵ روپے ✿ زرسالانہ: ۱۵۰ روپے ✿ بیرونی ممالک: ۴۵۰ روپے ✿ لائف ممبری: ۳۰۰۰ روپے

رابطہ کا پتہ

دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ / سوداگران بریلی شریف (یوپی)
فون: 0581-3291453, 2472166
فیکس: 0581-2458543

Visit us: www.hazrat.org E-mail: akhtarrazakhan@yahoo.com, atiq_shujamalik@yahoo.com

چیک یا ڈرافٹ بنام ''اختر رضا خاں'' یا ''امام احمد رضا ٹرسٹ'' ہی بنائیں۔ مرکزی دار الافتاء کے لئے جوابی لفافہ ضرور روانہ فرمائیں۔

کمپوزنگ: عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) 09719918868

اشاریات

سرکار علیہ السلام کی نگاہِ مقدس

اداریہ

یونس رضا مونس اویسی

نبی آخرالزماں، شہنشاہ کون و مکاں ،زینت عرش و کرسیاں، دانائے غیوب، نبی مکرم، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے آخری رسول ﷺ اور اس کے محبوب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ الصلاۃ والسلام کو ایسا کامل واکمل مبعوث فرمایا کہ اس کے مثل دنیا کی کوئی چیز نہ بنائی اور تا قیام قیامت نہ بنائی جائے گی۔ ایسا حسن دیا ایسا حسین کیا کہ ساری دنیائے حسن نے نبی کریم علیہ السلام کا صدقہ پایا۔ ایسا بے مثل بنایا کہ آپ کا ثانی تک نہ بنایا حتی کہ آپ ﷺ کے محب عز و جل نے آپ کے سایہ تک کو نہ رکھا۔ ایسا علم عطا کیا جو ساری مخلوقات میں سے کسی کو عطا نہ ہوا۔ ایسا کمال دیا کہ ساری کمالات محتاج محبوب بنایا، اور محبوب کی ذات اقدس کو ایسا مرکز اور مرجع کیا کہ ساری مخلوق کو اس در کا فقیر ومحتاج کیا اور زمانے کے تمام خزانے کی کنجیاں بدست مصطفیٰ کیا اور محبوب علیہ السلام کو حکم دیا "واما السائل فلا تنھر" یعنی اور منگتا کو نہ جھڑکو۔ گو ساری دنیا کو جو نعمتیں اور برکتیں مل رہی ہیں اور ملیں گی، سب اللہ کے محبوب علیہ السلام کے در سے مل رہی ہیں اور ملیں گی اور یہ سب انہیں کا صدقہ ہے۔ اللہ کے محبوب ﷺ کو اول تا آخر ہر زمانے کے واقعات و حادثات کا علم ہے اللہ کے رسول نے جیسا فرمایا ویسا ہوا اور ہورہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ ان کی وسعت علم تک نہ کسی کی رسائی ہے اور نہ ہوسکے گی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو ہر شئی کا علم عطا کیا اور سرکار علیہ السلام نے ان علوم میں ہزار ہا کو ظاہر و باہر فرمایا اور عین فرمان کے مطابق فرمان مصطفیٰ علیہ السلام صادق آیا اور آتا رہے گا۔ ایک حدیث ہے جو جلیل القدر صحابی رسول حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اس میں سرکار علیہ السلام نے جہاں مصر کی فتح کی بشارت دی وہیں یہ بھی بیان فرمادیا کہ اے ابوذر اس جگہ دو اشخاص کے درمیان صرف اینٹ بھر زمین میں جھگڑا ہوگا اس وقت وہ ملک وہ جگہ چھوڑ دینا وہاں سے نکل جانا۔ اللہ اکبر غور کریں کہ علم مصطفیٰ کی اونچائی اور بلندی کی کوئی انتہا ہے۔ جب ایک حدیث میں علم مصطفیٰ علیہ السلام کا یہ حال ہے تو اور حدیثوں میں علم غیب مصطفیٰ کی روشن چمک کتنی ہوگی اس کا کوئی اندازہ ہے مگر ہمیں سخت تعجب ہے جو اسلام کے مدعی ہیں مگر محمد رسول اللہ کی تنقیص کے درپے ہیں اور علم غیب مصطفیٰ میں طرح طرح سے کلام کرتے ہیں۔ حدیث سنیں اور ایمان کی چمک کو دوبالا کریں۔

امام مسلم نے اپنی کتاب "مسلم شریف" میں کتاب فضائل الصحابہ کے تحت یہ حدیث روایت کی ہے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم عنقریب ایک زمین کو فتح کروگے جس میں قیراط کا ذکر کیا جائے گا، تم اس زمین کے رہنے والوں سے اچھا سلوک کرنا کیوں کہ تم پر ان کا حق اور رشتہ ہے۔ جب تم وہاں دو آدمیوں کو ایک اینٹ کی جگہ کے لئے لڑتے ہوئے دیکھو تو وہاں سے چلے آنا، حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو بیٹے ربیعہ اور عبدالرحمٰن ایک اینٹ کی جگہ میں لڑ رہے تھے تو حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے نکل آئے۔" ایک روایت میں واضح طور پر منقول ہے کہ تم عنقریب سرزمین مصر کو فتح کروگے"۔ (مسلم)

حدیث سے حدیث کی شرح ہوگئی کہ وہ زمین جس کے فتح کی بشارت سرکار علیہ السلام نے دی تھی وہ سرزمین

''مصر'' ہے۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ سرکار ابد قرار علیہ السلام نے ''مصر'' کے فتح کی خبر اپنے علم غیب سے بتایا۔ اور سرزمین مصر فتح ہوئی۔ پھر وہاں اینٹ بھر زمین کی جھگڑے کی جو خبر دی تھی وہ بھی صادق آئی کہ ربیعہ اور عبدالرحمن دونوں بھائی ٹھیک اتنی تھوڑی سی زمین کے لئے لڑ رہے تھے۔ اور لڑائی کے بعد ابوذر رضی اللہ عنہ کو حکم تھا اس سرزمین سے نکل جانا تو صحابی رسول علیہ السلام وہاں سے ضرور نکل آئے۔ نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سرکار علیہ السلام کو امت کے جزوی وکلی حالات کی خبر ہے۔ اہل مصر کا اہل عرب پر حق یہ ہے کہ حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت سیدہ ہاجرہ کا تعلق ''مصر'' سے تھا اور رشتہ یہ ہے کہ سرکار علیہ السلام کی زوجہ محترمہ حضرت سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا بھی مصری النسل تھیں، سرکار علیہ السلام نے امت کی شان وشوکت اور قوت وعظمت کی اطلاع دی۔ سرکار علیہ السلام کو اتنا بھی علم تھا کہ دو آدمی ایک اینٹ کی جگہ کے لئے برسرپیکار ہوں گے۔ اس ایمان افروز حدیث سے مدعی اسلام اور نبی کریم علیہ السلام کے علم غیب کے منکرین کو سبق حاصل کرنا چاہئے۔ اللہ ہم سب مسلمانوں کو دین مصطفیٰ کی صحیح سمجھ دے اور اس پر قائم رکھے اور مدعی اسلام کو توبہ اور ایمان کی توفیق بخشے۔ (آمین)

واما السائل فلا تنھر جن کے دربار کی شان ہو وہاں بھلا کس چیز کی کمی ہوگی، ان کی نگاہ کا عالم کیا ہوگا۔ ان کے عطا کرنے کی شان کیا ہوگی اس کا کوئی اندازہ کرسکتا ہے، پوری دنیا اس در کی محتاج ہے تا قیام قیامت جسے جو ملے گا اور ملتا ہے وہ دربار فیض بار سے ہی ملتا ہے ملے گا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آکے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

اے حاجیو! زائرین مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ دل کی سچی لگن دونوں جہاں کے آقا ومولیٰ سرور کائنات جناب محمد مصطفیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف رکھو کہ اسی دربار کا صدقہ ملے گا تو حج کی سعادت نصیب ہوگی انہیں کی نگاہ کرم سے حج مقبول ہوگا، دل عشق مصطفیٰ علیہ السلام سے سرشار ولبریز رکھو۔ کہ جس آقا ومولیٰ کی نگاہ مقدس کا عالم یہ ہے کہ ذرے ذرے کے رونما ہونے والے واقعات و حادثات ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ جنہیں جو حاجتیں درپیش ہیں اس کی حاجتیں پوری فرمارہے اپنے غلاموں کی رہنمائی فرمارہے ہیں کہ حالت جب ایسی ہوگی تو فلاں جگہ چھوڑ دینا وغیرہ وغیرہ آپ حضرات تو اس مقدس بارگاہ کے مسافر ہیں وہاں ادب سے جاؤں سے جاؤ اور دل کو سرکار علیہ السلام کی محبت میں ایسا فنا کرلو کہ اس کے ہر حصہ سے ہر آن عشق مصطفیٰ کے انوار پھوٹیں۔

ہم اہل سنت و جماعت، مسلک اعلیٰ حضرت کے علمبردار کی یہی شان پہچان ہے کہ دل عشق مصطفیٰ علیہ السلام سے لبریز ہوتا ہے اور ہم دل و جان سے دربار مصطفیٰ کی حاضری کے لئے بے چین نظر آتے ہیں بلکہ ہمارا وظیفہ تو وہ ہے جو ہمیں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سکھا گئے ہیں۔

ان کے طفیل حج بھی خدا نے کرادیئے
اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

اللہ عزوجل ہم تمام برادران اہل سنت کو دربار مصطفیٰ کی حاضری نصیب کرے اور ہم تمام آداب کے ساتھ ان کے حضور حاضر ہوکر دارین کی نعمتوں سے مالامال ہوں۔ آمین بجاہ سید المرسلین وآلہ وصحبہ اجمعین

☆☆☆

تجلیات نعت

آقائے نعمت دریائے رحمت مجدّدِ دین وملت سرکارِ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو
رکنِ شامی سے مٹی وحشتِ شامِ غربت
اب مدینہ کو چلو صبحِ دل آرا دیکھو
آبِ زم زم تو پیا خوب بجھائیں پیاسیں
آؤ جودِ شہ کوثر کا بھی دریا دیکھو

زیرِ میزاب ملے خوب کرم کے چھینٹے
ابرِ رحمت کا یہاں زور برسنا دیکھو
دھوم دیکھی ہے درِ کعبہ پہ بیتابوں کی
ان کے مشتاقوں میں حسرت کا تڑپنا دیکھو
غور سے سن تو رضا کعبہ سے آتی ہے صدا
میری آنکھوں سے مرے پیارے کا روضہ دیکھو

تاجدارِ اہلسنّت حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ

حبیب خدا کا نظارہ کروں میں
دل و جان ان پر نثارا کروں میں
تری کفش پا یوں سنوارا کروں میں
کہ پلکوں سے اس کو بہارا کروں میں
تری رحمتیں عام ہیں پھر بھی پیارے
یہ صدمات فرقت سہارا کروں میں
مجھے اپنی رحمت سے تو اپنا کرلے
سوا تیرے سب سے کنارا کروں میں
میں کیوں غیر کی ٹھوکریں کھانے جاؤں
ترے در سے اپنا گزارا کروں میں
خدا را اب آؤ کہ دم ہے لبوں پر
دمِ واپسی تو نظارا کروں میں
یہ اک جان کیا ہے اگر ہوں کروروں
ترے نام پر سب کو وارا کروں میں
مجھے ہاتھ آئے اگر تاج شاہی
تری کفش پا پر نثارا کروں میں
خدا خیر سے لائے وہ دن بھی نوری
مدینے کی گلیاں بہارا کروں میں

قاضی القضاۃ حضور تاج الشریعہ مدظلہٗ

داغِ فرقت طیبہ قلب مضمحل جاتا
کاش گنبد خضریٰ دیکھنے کو مل جاتا
میرا دم نکل جاتا ان کے آستانے پر
ان کے آستانے کی خاک میں میں مل جاتا
میرے دل سے دھل جاتا داغ فرقت طیبہ
طیبہ میں فنا ہوکر طیبہ میں ہی مل جاتا
خلد زار طیبہ کا اس طرح سفر ہوتا
پیچھے پیچھے سر جاتا آگے آگے دل جاتا
دل پہ جب کرن پڑتی ان کے سبز گنبد کی
اُس کی سبز رنگت سے باغ بن کے کھل جاتا
فرقت مدینہ نے وہ دئے مجھے صدمے
کوہ پر اگر پڑتے کوہ بھی تو ہل جاتا
وہ خرام فرماتے میرے دیدۂ و دل پر
دیدہ میں فدا کرتا صدقے میرا دل جاتا
میرے دل میں بس جاتا جلوہ زار طیبہ کا
داغِ فرقت طیبہ پھول بن کے کھل جاتا
ان کے در پہ اخترؔ کی حسرتیں ہوئیں پوری
سائل درِ اقدس کیسے منفعل جاتا

ضیائے قرآن

(کنزالایمان) اعلیٰ حضرت **امام احمد رضا** فاضل بریلوی علیہ الرّحمۃ والرّضوان

سورۂ بقرہ مدنی — اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا — آیت نمبر ۸۸/۸۹

پھر اس کے بعد ہم نے تمہیں معافی دی ﴿۸۸﴾ کہ کہیں تم احسان مانو (۵۲) ﴿۸۹﴾ اور جب ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی اور حق و باطل میں تمیز کردینا کہ کہیں تم راہ پر آؤ (۵۳)

(خزائن العرفان) صدر الافاضل **مولانا نعیم الدین** مرادآبادی علیہ الرّحمۃ والرّضوان

فرعون اور فرعونیوں کے ہلاک کے بعد جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر مصر کی طرف لوٹے اور ان کی درخواست پر اللہ تعالیٰ نے عطائے توریت کا وعدہ فرمایا اور اس کے لئے میقات معین کیا جس کی مدت معہ اضافہ ایک ماہ دس روز تھی مہینہ ذوالقعدہ اور دس دن ذوالحجہ کے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم میں اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ و جانشین بنا کر توریت حاصل کرنے کے لئے کوہ طور پر تشریف لے گئے چالیس شب وہاں ٹھہرے اس عرصہ میں کسی سے بات نہ کی اللہ تعالیٰ نے زبرجدی الواح میں توریت آپ پر نازل فرمائی یہاں سامری نے سونے کا جواہرات سے مرصع بچھڑا بنا کر قوم سے کہا کہ یہ تمہارا معبود ہے وہ لوگ ایک ماہ حضرت کا انتظار کرکے سامری کے بہکانے سے بچھڑا پوجنے لگے سوائے حضرت ہارون علیہ السلام اور آپ کے بارہ ہزار ہمراہیوں کے تمام بنی اسرائیل نے گوسالہ کو پوجا (خازن) ﴿۸۸﴾ عفو کی کیفیت یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ توبہ کی صورت یہ ہے کہ جنہوں نے بچھڑے کی پرستش نہیں کی ہے وہ پرستش کرنے والوں کو قتل کریں اور مجرم برضا و تسلیم سکون کے ساتھ قتل ہو جائیں وہ اس پر راضی ہوگئے صبح سے شام تک ستر ہزار قتل ہوگئے تب حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام بتضرع و زاری بارگاہ حق کی طرف ملتجی ہوئے وحی آئی کہ جو قتل ہو چکے شہید ہوئے باقی مغفور فرمائے گئے ان میں کے قاتل و مقتول سب جنتی ہیں۔ مسئلہ شرک سے مسلمان مرتد ہو جاتا ہے۔ مسئلہ مرتد کی سزا قتل ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ سے بغاوت قتل و خونریزی سے سخت تر جرم ہے فائدہ گوسالہ بنا کر پوجنے میں بنی اسرائیل کے کئی جرم تھے ایک تصویر سازی جو حرام ہے دوسرے حضرت ہارون علیہ السلام کی نافرمانی تیسرے گوسالہ پوج کر مشرک ہو جانا یہ ظلم آل فرعون کے مظالم سے بھی زیادہ شدید ہیں کیوں کہ یہ افعال ان سے بعد ایمان سرزد ہوئے اس لئے مستحق تو اس کے تھے کہ عذاب الٰہی انہیں مہلت نہ دے اور فی الفور ہلاکت سے کفر پر ان کا خاتمہ ہو جائے لیکن حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی بدولت انہیں توبہ کا موقع دیا گیا یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے ﴿۸۹﴾ اس میں اشارہ ہے کہ بنی اسرائیل کی استعداد فرعونیوں کی طرح باطل نہ ہوئی تھی اور ان کی نسل سے صالحین پیدا ہونے والے تھے چنانچہ ان میں ہزار ہا نبی و صالح پیدا ہوئے۔

بہار حدیث

فرامین رسالت کی تشریحات

پیشکش: شہزادۂ حضور تاج الشریعہ حضرت مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری بریلی شریف

حدیث کا یہ ٹکڑا: ثم انها تخلف من بعدهم خلوف: پھر ان کے بعد نا خلف پیدا ہونگے۔ اسی کے مثل ہے آیت کریمہ فخلف من بعده خلف پھر نا خلف پیدا ہوئے (دیکھئے الدرر السنیہ تفصیل وتفسیر کے لئے) اور نا خلف اس کو کہتے ہیں جو اپنے اسلاف کے طریقہ پر نہ ہو۔ تقویٰ وصلاح یا دین ودیانت کے اعتبار سے۔ اس سے اتباع سلف ثابت ہے جس کے منکر وہی نا خلف ہیں۔ عملاً تو دیوبندی بھی مگر زبان سے اقرار نہیں بر سبیل خدع ومکر ودجل۔ مگر صریحاً غیر مقلد و مودودی۔ اور حدیث کا یہ فرمان۔ يقولون مالا يفعلون و يفعلون مالا يؤمرون کہتے ہیں وہ جو کرتے نہیں اور کرتے ہیں وہ جس کا حکم نہیں دیا گیا تو یہ اس جماعت پر پوری طرح صادق آتا ہے اس لئے کہ یہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ توہین رسول کفر ہے مگر اس پر عمل نہیں کہے ہوئے پر عمل نہیں کرتے ان لوگوں کے کلمات توہین رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شائع وذائع ہیں نقل کرنے کی حاجت نہیں پڑھئے حسام الحرمین الکوکبۃ الشہابیہ وغیرہ وغیرہ۔

ایصال ثواب کو حق جانتے ہیں اور فاتحہ کو بدعت جانتے ہیں تعظیم رسول کو حق جانتے ہیں اور عمل کو بدعت حالانکہ جس چیز کی اصل دین میں ثابت ہو وہ بدعت نہیں یہی وہ فرمان نبی ہے کہتے ہیں اور کرتے ہیں اس کے متصل يفعلون مالا يؤمرون کرتے ہیں وہ جس کا حکم نہ دیا گیا یعنی بہت سے وہ کام کرتے ہیں جن کا کچھ ذکر و بیان نہ ہوا تو وہ ان کے زعم میں بدعت ہے پھر اسے کیوں کرتے ہیں جیسے تعلیم وتعلم نحو وصرف۔ وبناء مدارس وفراخی طعام وترجمہ قرآن تفاسیر وختم بخاری وغیرہ۔ اگر چہ حدیث اپنے عموم کے اعتبار سے معانی کثیرہ رکھتی ہے مگر ہم نے صرف اس کا ذکر کیا جو اہل بدع واہوا پر صادق آتا ہے۔

و عن ابی هريرة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم ان الاسلام بدا أغريبا وسيعود كمابدأ فطوبى للغراباء۔

اسلام پیدا ہوا بیکسی وغریبی میں اور عنقریب ہو جائیگا ویسا ہی جیسا تھا ابتداء حال میں (یعنی غریب وبیکس وتنہا) تو خوشی ہو غریبوں کو (یعنی ایمان غربا ہی میں رہیگا) یہ حدیث بھی دیگر احادیث کی طرح علامت ومعیار حق ہے یہود ونصاریٰ ومشرکین کے مقابلہ میں غربت اسلام ظاہر ہے اور مدعیان اسلام میں غرباء اکثر اہل سنت وجماعت ہیں۔ مل مالک۔ دوکاندار۔ دولت مند بیشتر بدعقیدہ غلامی رسول کے منکر۔ خلاف سلف ہیں۔ فاعتبروا يا اولى الابصار۔ یہی وہ چیز ہے جس کا ذکر سورۂ واقعہ میں آیا کہ اصحاب یمین جنتی ہیں اور اصحاب شمال دوزخی ہیں یہ دنیا دولت مند تھے تفصیل کے لئے دیکھئے۔ حجۃ اللہ

وعن ابی رافع رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم لا الفین احدکم مسنا علی اریکته یا تیه الامر من امری مما امرت به اونهیت عنه فیقول لا ادری ما وجدنافی کتاب اللّٰه اتبعناه ۔ نہ پاؤں میں تم میں سے کسی کو تکیہ لگائے ہوئے اپنے تخت پر (جیسے دولت مند لگاتے ہیں اور اس زمانہ میں گمان ہوتا ہے چھوٹی آرام کرسی پر مراد دولت مند ہیں) کہ اس کے پاس میری حدیث پہنچے تو یوں کہے میں نہیں جانتا۔ جو ہم قرآن میں پائیں گے اسے مانیں گے۔

مختصراً دیکھئے یہ فتنہ انکار حدیث جو اس زمانہ میں پیدا ہوا اور ہمارے علم میں ہے کہ یہ حدیث، مشکوٰۃ شریف میں کتنی صدی پیشتر تحریر ہوئی بعض شکی ایسا گمان کرتے ہیں کہ واقعات کے بعد احادیث وضع ہوئیں جن کا ذکر ان احادیث میں آیا پس اس حدیث نے اہل ایمان کو تصدیق و یقین زیادہ ہونا چاہئے ان تمام احادیث پر جس میں مابعد کے وقائع کا ذکر آیا ہے بہت ہو گئے اور بہت ہونے والے ہیں جیسے طلوع شمس مغرب سے وغیرہ وغیرہ۔

و عن العرباض بن سارية قال صلی بنا رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم ذات یوم ثم اقبل علینا بوجهه فو عظنا موعظة بلیغة ذرفت منها العیون ووجلت منها القلوب فقال رجل یا رسول اللّٰه کان هذه موعظة مودع فاوصنا. فقال اوصیکم بتقوی اللّٰه والسمع والطاعة و ان کان عبدا احبشیا فانه من یعش منکم بعدی فسیری اختلا فا کثیرا فعلیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المهدین ، تمسکوا بها و عضوا علیهابالنواجذو ایاکم و محدثات الامور فان کل محدثة بدعة و کل بدعة ضلاله رواه احمد و ابو داؤد والترمذی و ابن ما جه۔

حضرت عرباض بن ساریہ سے روایت ہے کہا نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ ایک دن پھر ہماری طرف مونہہ کر کے وعظ فرمایا جس سے آنکھیں بہہ نکلیں اور دل خوف خدا سے بھر گئے تو کہا ایک شخص نے یارسول اللہ یہ تو ایسی نصیحت ہے جیسی رخصت کرنے والا کرتا ہے تو اور فرمایئے حضور نے فرمایا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں خوف خدا کی اور اپنے امیروں کی سمع وطاعت کی اگرچہ حاکم تمہارا غلام حبشی کیوں نہ ہو اس لئے کہ جو تم میں سے میرے بعد زندہ رہے گا، وہ بہت اختلاف دیکھے گا پس لازم پکڑو میری سنت کو اور میرے خلفا راشدین اہل ہدایت کی سنت کو اس کو مظبوط پکڑو اپنے دانتوں سے (یعنی نہایت مضبوط پکڑو) اور بچو نو پیدا چیزوں سے ہر نو پیدا چیز بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت ہے۔

بدعت اور ضلات کا ذکر اوپر ہو چکا، اس حدیث کی شرح میں حضرت شیخ نے تحریر فرمایا۔ پس ہرچہ خلفاء راشدین بداں حکم کردہ باشند اگرچہ اجتہاد و قیاس ایشاں بود۔ موافق سنت بنویست۔ اطلاق بدعت برآں نتواں کرد پس جو کچھ خلفاء راشدین نے اس کا حکم دیا۔ (یا اس پر عمل کیا اگرچہ وہ چیز اس طرح زمانہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نہ تھی (اور اسی بدعت کو کہتے ہیں جو حضور کے زمانے میں نہ تھی) اگرچہ یہ امر اپنے اجتہاد و قیاس سے کیا اسے بدعت نہ کہنا چاہئے (پس اجتہاد و قیاس کا یہ ثبوت ہے)

اور درحقیقت حضور کا یہ فرمان لازم پکڑو میرے خلفاء راشدین کی سنت (اور وہ ہے اجتہاد و قیاس و اجماع امت) کو اس سے بدعت حسنہ کا ثبوت ہے۔ جیسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان متعلق تراویح با جماعت بخاری شریف میں

نعمۃ البدعۃ ھذہ یہ اچھی بدعت ہے اور مختصر اً حدیث ہے بخاری میں جنگ یمامہ میں بہت حافظ قرآن شہید ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا قرآن کو ایک کتاب میں جمع کر لیجئے ورنہ وہ ہم میں سے اٹھ جائیگا، آپ نے جواب دیا۔ کیف افعل مالم یفعل بہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ وہ کام میں کیسے کروں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں کیا (یعنی وہ بدعت ہے بادی النظر میں) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا لکنہ واللہ ھو خیر۔ لیکن وہ قسم خدا کی خیر ہے۔ فلم یزل یراجعنی حتی شرح اللہ صدری بما شرح بہ صدر عمر (او کما قال) حضرت صدیق اکبر نے فرمایا تو برابر ان کی میری لوٹ پھیر رہی۔ یہاں تک کہ اللہ نے میرے شرح صدر (سینہ کھول دینا) کر دیا اس چیز کے لئے کہ شرح صدر کیا اس چیز کے لئے عمر کا رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جن کا شرح صدر نہیں ہوا ہے وہ بدعت حسنہ کے متعلق ایسا کہتے ہیں وہ کام ہم کیسے کریں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں کیا (دیکھئے ہماری کتاب نعمۃ اللہ)

شرح صدر کی مزید تشریح کے لئے حدیث نقل کرتے ہیں۔ مسلم شریف سے عن ابی ھریرۃ قال لما توفیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و استخلف ابو بکر بعدہ و کفر من کفر من العرب قال عمر بن الخطاب لا بی بکر کیف تقاتل الناس و قد قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ فمن قال لا الہ الا اللہ فقد عصم منی مالہ و نفسہ الا بحقہ و حسابہ علی اللہ تعالی فقال ابو بکر واللہ لا قاتلن من فرق بین الصلوۃ والزکوۃ فان الزکوۃ حق المال واللہ لو منعونی عقا لا کانو یؤدونہ الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تقاتلتھم علی منعہ فقال عمر بن الخطاب فواللہ ما ھو الا ان رئیت ان اللہ قد شرح صدر ابی بکر للقتال فعرفتہ انہ الحق۔

کہا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جبکہ وفات فرمائی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور خلیفہ بنائے گئے آپ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کافر ہو گئے اہل عرب میں سے جو ہو گئے تو کہا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو بکر سے کیسے قتال کریں گے آپ لوگوں سے حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں قتال کروں لوگوں سے یہاں تک کے وہ کہیں لا الہ الا اللہ پس جس نے یہ کہا اس کا مال اور جان مجھ سے محفوظ ہے مگر اس کے حق سے اور اس کا حساب اللہ پر ہے تو کہا حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واللہ میں قتال کروں گا اس سے جو فرق کرے گا نماز اور زکوٰۃ میں اس لئے کہ زکوٰۃ حق المال ہے قسم خدا کی اگر وہ مجھے منع کریں گے عقال (رسی جسے اونٹ باندھتے ہیں) سے جسے دیا کرتے تھے رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تو میں ان سے قتال کرونگا تو کہا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو میں نے سمجھ لیا کہ اللہ نے شرح صدر کر دیا ہے قتال کے لئے حضرت ابو بکر کا تو میں نے پہچانا یہ حق ہے۔ تشریح کچھ لوگ نماز تو پڑھتے ہیں مگر زکاۃ سے انکار کرتے تھے ان سے حضرت صدیق اکبر قتال کرنا چاہتے تھے حضور کی سیرت میں یا قرآن میں مانع زکوۃ سے صرف قتال کا کوئی حکم صریح واضح نہ تھا اس پر حضرت عمر نے عرض کیا جو حدیث میں مذکور ہوا۔

☆☆☆

☆☆☆ مصدّقہ ☆☆☆

حضور مفتی اعظم ہند

علیہ الرحمۃ والرضوان

فتاویٰ مرکزی دارالافتاء

حضرت علامہ مفتی قاضی محمد عبدالرحیم صاحب بستوی مدظلہ، صدر مفتی مرکزی دارالافتاء بریلی شریف

سوال: جماعت سے نماز پڑھنا فرض ہے یا واجب؟

الجواب: جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے۔ اس کا تارک سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہے درمختار میں ہے: الجماعة سنة موكدة للرجال قال الزاهدى ارادوا بالتاكيد الوجوب الافى الجمعة وعيد فشرط وفى التراويح وسنة كفاية اور رمضان کے وتر کی مستحب واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اگر منفرد تنہا نماز پڑھ رہا ہے اور بلند آواز سے تو رکوع سے سر اٹھائے تو سمع الله لمن حمده اور ربنا ولك الحمد دونوں بلند آواز سے کہے یا چپکے سے ربنا ولك الحمد اور سمع الله لمن حمده زور سے پڑھے۔

۷۸۶-الجواب: ربنا لك الحمد آہستہ سے کہے اور سمع الله لمن حمده بلند آواز سے کہہ سکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ایک شخص نماز کی حالت میں بھول گیا تو کتنی دیر سے سجدہ سہو واجب ہوگا۔

عظمت اللہ حافظ شفیع مستری

الجواب: تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے تک خاموش رہا یا سوچتا رہا تو سجدہ واجب ہے درمختار میں ہے: مع التفكر الموجب للسهو مالزم منه تاخير الواجب اوالركن عن محله قطع الاشتغال اوالواجب هوالاصح والله تعالى اعلم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فرض نماز میں مقتدی لقمہ دے سکتا ہے یا نہیں کس صورت میں دے سکتا ہے کس صورت میں نہیں۔ بینوا وتوجروا

الجواب: مقتدی اپنے امام کو فرض واجب نفل ہر نماز میں لقمہ دے سکتا ہے مگر لقمہ دینے میں جلدی نہ کرے شاید امام خود نکال لے اور اگر اس کی عادت معلوم ہے کہ رکتا ہے تو بعض ایسے حروف نکلتے ہیں جس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے

تو فوراً بتائے یوں ہی امام کو مکروہ ہے کہ مقتدیوں کو لقمہ دینے پر مجبور کرے بلکہ کسی دوسری سورت کی جانب منتقل ہوجائے یا دوسری آیت شروع کردے۔ بشرطیکہ اس کا وصل مفسد نہ ہو اور اگر بقدر حاجت پڑھ چکا ہے تو رکوع کردے مجبور کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بار بار پڑھے یا ساکت رہے مگر وہ غلطی اگر ایسی ہے جس میں فساد معنی تھا تو اصلاح نماز کے لئے اس کا اعادہ لازم تھا اور یاد نہیں آیا تو مقتدی کو آپ ہی مجبور کرے گا اور وہ بھی نہ بتاسکیں تو نماز گئی لقمہ دینے والے کے لئے بالغ ہونا شرط نہیں مراہق بھی لقمہ دے سکتا ہے بشرطیکہ نماز جانتا ہو اور شریک نماز ہو واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

سوال: ہمارے یہاں بمبئی میں خصوصاً اور مہاراشٹر میں عموماً اکثر یہ عمل دیکھا جاتا ہے کہ ہر نماز کے بعد اختتام پر اکثر مصلیان بیٹھے رہتے ہیں اور جب امام صاحب اپنی نماز ختم کرچکتے ہیں تو اجتماعی دعا مانگتے ہیں اور آخر میں اعلان کرتے ہیں الفاتحہ تو لوگ فاتحہ پڑھتے ہیں اور ان اللہ وملائکتہ پر ختم کرتے ہیں تو عمرو کا کہنا ہے کہ یہ طریقہ بدعت ہے بلکہ لوگوں کو اپنی اپنی دعا مانگ کر جانا چاہئے لیکن بکر کا کہنا ہے کہ یہ طریقہ سنت ہے حدیث بخاری میں ہے کہ حضور کے صاحبزادے ابراہیم کے انتقال پر حضرت ابوذر غفاری خردنی اشیاء لیکر آئے تو آپ نے اس پر ہاتھ رکھ کر فاتحہ پڑھا اور کہا کہ اس کو لوگوں پر تقسیم کردو۔

الجواب بعون الملک الوھاب: دعائے ثانی جائز ہے اور اس کے لئے ہاتھ اٹھانا بھی جائز ہے بلکہ سنت ہے کہ ہاتھ اٹھانا حدیث قولی وفعلی دونوں سے ثابت ہے اور الفاتحہ بھی کہنا درست ہے کہ اہل سنت وجماعت کے نزدیک یہ ایصال ثواب ہے اور یہ جائز ہے اور الفاتحہ کا مطلب یہ ہے کہ فاتحہ پڑھو واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: دوسرا عمل یہاں مسجدوں میں بہت عقیدت سے کیا جاتا ہے کہ جب نماز میں دعائیں مانگ کر ختم کرتے ہیں تو امام صاحب سے خصوصاً اور لوگوں سے عموماً مصافحہ کر کے اپنے اپنے گھروں کو جاتے ہیں چنانچہ اس پر بھی عمرو کا کہنا ہے کہ یہ طریقہ بدعت ہے مصافحہ سنت وقت ملاقات ہے رخصت پر نہیں۔ بکر کا کہنا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور حضور سے ملنے گئے تو آپ نے اٹھ کر مصافحہ کرتے ہوئے استقبال کیا اور پھر رخصت پر مصافحہ کیا لہٰذا یہ بھی طریقہ سنت ہے۔

سوال: مذکورہ بالا دونوں سوالوں کے ندا کرے کہ دوران بکر نے یہ بھی کہا کہ حضور رمضان میں بھی روزے کی حالت میں مباشرت کرتے تھے چنانچہ اس جملہ پر عمرو اور دیگر مصلیان چونک اٹھے اور کہا کہ ایسا تو ہو نہیں سکتا۔

لہٰذا بکر نے صحیح بخاری پیش کیا جس سے ساتویں بارہ کتاب الصوم باب حدیث ۱۷۷۶ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور بحالت روزہ مباشرت اور بوس وکنار کرتے تھے مگر آپ اپنی خواہش پر تم سب سے زیادہ قابو رکھتے تھے عمرو کا کہنا ہے کہ مباشرت روزہ کی حالت میں قطعاً منع ہے جبکہ حشفہ کا فرج میں داخل ہوتے ہی روزہ ٹوٹ جائے گا کیوں کہ عورتیں اس معاملہ میں قطعاً بے قابو ہوتی ہیں۔ لہٰذا براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل اور تشفی بخش جواب سے مطمئن کریں۔

الجواب: بعون الملک الوھاب۔ نماز کے بعد مصافحہ کرنا جائز ہے عمرو کی مراد اگر بدعت سے بدعت محرمہ یا مکروہہ

ہے تو محض غلط ہے جنہوں نے اسے بدعت کہا اور بدعت سے مراد بدعت حسنہ مباحہ مراد لیا تو درست ہے نسیم الریاض میں ہے: الاصح المصافحة بدعة مباحة، مصافحہ کرنا سنت ہے اور مطلقاً مصافحہ کا جواز یہ بتاتا ہے کہ نماز فجر، عصر کے بعد بھی مصافحہ جائز ہے درمختار میں ہے: واطلاق المصنف تبعا للدر والكنز والوقاية والنقاية والمجمع وغيرها يفيد جوازها ولو بعد العصر ردالمحتار میں ہے: اعلم ان المصافحة مستحبة عند كل لقاء وما اعتاده الناس من المصافحة بعد صلاة الفجر والعصر فلا اهل له في الشرع لكن هذا الوجه ولكن لا باس به فان اصل المصافحة سنة. اور بعض کتابوں میں جو بدعت بتایا گیا ہے یہی مطلب ہے کہ بدعت حسنہ ہے چنانچہ درمختار میں ہے: وقولهم بدعة اي حسنة كما افاده النووي في اذكاره والله تعالىٰ اعلم

۳- بکر نے غلط کہا مباشرت سے مراد یہاں جماع نہیں ہے چنانچہ باب المباشرت للصائم کے بعد وقالت عائشة يحرم عليه فرجها مذکور ہے جو دلیل ہے کہ مباشرت سے مراد غیر جماع یعنی بوس و کنار ہے۔ بین السطور میں ہے: ليس المراد الجماع بهذه والمراد بالمباشرة غير الجماع مذکور ہے اور بوس و کنار بھی جائز اور جواز اس کے ہے جو اپنے نفس پر قادر ہو عمرو پر توبہ لازم ہے واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ قاضی عبدالرحیم بستوی غفرلہٗ

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہٗ

سوال: میں خادم مفتی اعظم دامت برکاتہم العالیہ ہوں میرا تقرر ۵؍رجب المرجب ۱۳۸۳ھ سے مدرسہ عزیزیہ پنجر اتواں میں بحیثیت ٹیچر ہوا۔ میں نے رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ میں ہر ماہ سے خطبہ جمعہ سے قبل پندرہ بیس منٹ تک تقریر کا سلسلہ قائم کیا ہے اور آخری جمعہ کو عید کا شرعی پروگرام بھی بتایا ہے عید کے روز ترکیب نماز بتانے کے بعد خطبہ سننے اور دعا مانگنے اور اس کے بعد مصافحہ و معانقہ برادری اور عوام سے عرض کی کہ نماز ختم ہوجانے کے بعد خاموشی اطمینان سے بیٹھ کر خطبہ سنیں اور آخر میں دعا مانگیں۔ تب مصافحہ و معانقہ کے بعد خوشی خوشی اپنے اپنے گھر تشریف لے جائیں اور تمام لوگوں نے ایسا کیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ چیزیں ایک مولانا صاحب کے اصرار پر دس سال سے بند ہیں اور مولانا صاحب ان تمام باتوں کو واہیات و خرافات کہتے ہیں ان کے قول کے مطابق صرف خطبہ سننا درست ہے نماز کے بعد دعا مانگنا مصافحہ و معانقہ قطعی ضروری نہیں بلکہ کفر ہے صحیح جواب مرحمت فرمائیں۔

ریاض حسن رضوی

مدرسہ عزیزیہ پنجر اتواں ضلع گیا بہار

الجواب بعون الملك الوهاب: نماز عید کے بعد دعا مانگنا مصافحہ کرنا جائز ہے اور مستحب ہے تفصیل کے لئے رسالہ مبارکہ سرور العيد السعيد في حل الدعاء بعد صلاة العيد اور وشاح الجيد في تحليل مصافحة العيد دیکھیں جس نے لغو بتایا اس پر توبہ لازم ہے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں حدیث میں ارشاد ہے: من افتى بغير علم لعنته ملائكة السموات والارض جو بے علم فتویٰ دے اس پر زمین و آسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں اور ارشاد ہے اجرؤكم على الفتيا اجرؤكم على النار اس ظالم نے صرف مصافحہ و

معانقہ کو واہیات وخرافات نہیں کہا بلکہ دعا کو بھی اس لئے اس پر توبہ وتجدید ایمان لازم ہے بی بی رکھتا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے وہابی مصافحہ ومعانقہ کے منکر ہیں وہ اگر وہابیت کے سبب ایسا کہتا ہے تو وہابی گمراہ ہے بلکہ آج کل کے وہابیہ پر حکم کفر ہے وہ وہابیت سے تائب ہو تجدید ایمان کرے۔
واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کو کچھ لوگ سنتیں پڑھتے ہیں اور اس میں لوگ تقریر کرتے ہیں سنت پڑھنے میں دخل ہوتا ہے شریعت میں کیا حکم ہے اور مسجدوں میں کچھ لوگ زور سے حق اللہ یا اور کوئی ضرب لگاتے ہیں اور لوگ نماز پڑھتے ہیں اس میں لوگوں کی نماز میں خلل واقع ہوتا ہے یہ کیسا ہے اور کچھ لوگ بلند آواز سے قرآن مجید پڑھتے ہیں نماز پڑھنے والوں میں کیسا ہے؟ فقط
بینوا توجروا

الجواب: جب لوگ نماز میں مشغول ہوں تو بلند آواز سے کوئی ذکر تلاوت، تقریر وغیرہ درست نہیں ہے ویسے ذکر جہر مسجد میں تنہا اور جماعت کے ساتھ دونوں طرح درست ہے ردالمحتار میں ہے الاان یشوش جهرهم علی نائم او مصلی اوقاری واللہ تعالی اعلم

کتبہ قاضی عبدالرحیم بستوی غفرلہٗ

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم

محمد شریف الحق امجدی غفرلہٗ

☆☆☆

گزارش

مستفتی حضرات سے گزارش ہے کہ مرکزی دارالافتاء میں سوالات بھیجنے کے ساتھ جوابی لفافہ ضرور ارسال فرمائیں تاکہ آپ کا جواب بھیجنے میں ہمیں آسانی ہو۔ شکریہ

(بقیہ ص ۴۴ کا)

دعائے مفتیٔ ناظم علی یوں برکتیں لائی
منظم ہو گئیں لڑیا- بنا نکہت فضا سہرا
یہ علامہ ریاض، اسلام و شاہد شعیب اب تو
مسرت کا سجا کر لائے اپنے دوست کا سہرا
زبیر و مجتبیٰ و مصطفیٰ و عبد قدوس ہیں
بہت ہی شادمان چشم و دل- صد مرحبا سہرا
یہ توحید و عتیق، عامل یہ عارف اور نوید آئے
دیا نوشاہ کو ان ساتھیوں نے خوش ادا سہرا
ہوئے یہ مفتی افضل و مطیع رحمان و عاصم
بہت خوش دیکھ کر یونس کے سر پر علم کا سہرا
یہ مفتی حضرت سلمان و مولانا شہاب الدین
محبت- اُنسیت کی ان کو دیتا ہے صدا سہرا
یہ مفتی خواجہ آصف اور جمیل و نشتر و کوثر
دکھاتا ان سبھی کو ہے محبت کی ادا سہرا
ہیں فرحاں مفتی بیت اللہ اور فیض النبی قاری
معہ برکاتی سوغاتوں کے گجروں سے سجا سہرا
سبھی احباب کے عشق و وفا کا رنگ تو دیکھو
کہا سب نے رضا ہے بس ہماری ہے رضا سہرا
براتی سب کے سب دولہا کے حق میں یوں دعا گو ہیں
الٰہی عیش دیکھے از طفیل مصطفےٰ سہرا
بفیض غوث و خواجہ و رضا و مرشد برحق
رہے یونس رضا کا اور صبا کا ہمنوا سہرا
نہ کیوں رنگ محبت فارق نوری ہو سہرے میں
بفیض حضرت مفتی اعظم یہ لکھا سہرا

☆☆☆☆☆

ایک ظفر الدین کدھر جائیں

ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی، ممبئی

یہ جملہ جو رخی بنا ہے، امام احمد رضا کا ہے۔ اس جملہ میں جو جامعیت ہے، ایک معروف ترین زندگی کی طرف اشارہ ہے، اس اشارہ پر ذرا سی روشنی ڈال دی جائے، تو ایک پوری کتاب تیار ہو جائے۔ جی ہاں! یہ اشارہ اتنا جامع ہے، بامعنی ہے۔ ایک جہان علم و عمل کا اشاریہ ہے۔ ایک عالم بزم و رزم کا استعارہ ہے، جو کسی کی پر شور علمی کائنات اور پر ہجوم افکار حیات کو حاوی ہے۔

اس جملہ کا پس منظر یہ ہے۔ ۱۳۳۴ھ کے شعبان کا مہینہ تھا، مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں تعطیل کلاں ہو چکی تھی، اسی ماہ اخیر یا رمضان کے شروع میں ملک العلما حسب معمول بریلی آ گئے، امام احمد رضا کے تصنیفی کاموں میں ہمہ تن جٹ گئے۔ اچانک کلکتہ سے ایک تار آیا، جس میں ملک العلما کی طلبی تھی۔ واضح ہو، اس زمانہ میں مواصلات کا سب سے زود رفتار ذریعہ تار ہی تھا، تار بھیجنے والے الحاج محمد لعل خان مدراسی تھے۔ الحاج مدراسی مولداً ویلور مدراس کے تھے، موطناً کلکتوی تھے۔ نہایت دیندار تجارت پیشہ تھے۔ ملکی وغیر ملکی سامان تجارت کی درآمدات و برآمدات میں ان کے چار جہاز دریاؤں کی لہروں پر رواں دواں رہا کرتے تھے۔ وہ امام احمد رضا کے محب تھے، مداح بھی، ممدوح بھی، خلیفہ بھی، سپہ سالار بھی۔ وہ باقاعدہ سند یافتہ عالم دین نہ تھے، دست قدرت کے تربیت یافتہ تھے۔ امام احمد رضا کے صحبت یافتہ تھے۔ یہ وہی الحاج مدراسی تھے، جن کے بارے میں امام احمد رضا نے فرمایا تھا: ان کی طرح قاضی عبدالوحید فردوسی عظیم آبادی کی طرح اور حجۃ العصر مولانا شاہ محمد وصی احمد محدث سورتی کی طرح ہر شہر ایک ایک سنی پیدا ہو جائے، تو سنیت کا طوطی بول جائے۔

خیر تار آیا، امام احمد رضا نے اجازت دے دی، ملک العلما کلکتہ روانہ ہو گئے۔ اب جو ملک العلما کلکتہ تشریف لائے، بدعقیدہ مولوی ولی اللہ مارواڑی روپوش ہو گئے، جس نے اہل سنت کو مناظرہ کا چیلنج دیا تھا۔ اس کی ساری سرگزشت دیکھنی ہو، تو 'گنجینۂ مناظرہ' مطبوعہ کلکتہ ۱۳۳۴ھ دیکھئے۔ رمضان گزرا، شوال آیا، مدرسہ شمس الہدیٰ کھل گیا۔ اب ملک العلما پٹنہ آنے کے لیے بال و پر تولنے لگے، مگر کلکتہ کے الحاج مدراسی، الحاج عبدالرحمٰن مارواڑی و دیگر معززین ان کو کلکتہ ہی روکنے پر مصر ہو گئے۔ اس زمانہ میں دو ہزار روپئے کی پیش کش ہوئی، اعلیٰ حضرت کے ایک جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک العلما نے صدر الشریعہ مولانا امجد علی رضوی کو بلانے کا مشورہ دیا تھا۔ وہ جملہ یہ ہے 'مولوی امجد علی کے آنے پر رائے معلوم ہوگئی' یہ جملہ ۲۶ رمضان ۱۳۳۴ھ کا موقعہ ہے۔ ظاہر ہے، اس وقت صدر الشریعہ اپنے وطن گھوسی میں تشریف رکھتے ہوں گے۔

ملک العلما نے وہاں کئی ماہ قیام کیا، وعظ کیا، تقریریں کیں، 'گنجینۂ مناظرہ' ترتیب دی، امام احمد رضا کا رسالہ 'تسہیل التعدیل' کی تبییض کی، جس کو وہ بریلی سے صاف کرنے کے لیے ساتھ لائے تھے۔ جس کی صاف کتابت پر امام احمد رضا نے کلمات تحسین لکھ بھیجا اور مزاحاً فرمایا ''تین

مہینے کی چھٹی لیں گے، تو کم از کم اس میں نصف کا میں مستحق ہوں، ورنہ تو دو ثلث چاہئے تھا''۔ ممکن ہے، ملک العلما نے اپنے جواہر البیان ترجمہ الخیرات الحسان کی بھی دیکھ ریکھ کی ہوگی، جو انہیں دنوں الحاج مدراسی کے زیر اہتمام زیر طباعت تھی۔ اعلیٰ حضرت کے جملہ سے معلوم ہوتا ہے، ملک العلما وہاں دو تین مہینے رہے۔ نہایت مصروف تھے، جب حالات معمول پر آگئے، تو آپ پٹنہ چلے آئے۔ پٹنہ میں پھر وہی مصروفیات، فقہ، حدیث، تفسیر کی تدریس، کتابوں کی تصنیف، مقالوں کی ترتیب، وعظ و خطاب، خدا بخش لائبریری پٹنہ میں دن رات بیٹھ بیٹھ کر متون و شروح اور امہات الکتب سے عبارات و حوالجات کی تلاش اور اپنے استاذ و مربی کی خدمت میں ترسیل، یہ تھیں مصروفیات دراز قد خوب رو نوجوان ملک العلما کی، اس وقت ان کی عمر ۳۱ ربرس کی تھی۔

ملک العلما کی عملی زندگی ۲۰ ربرس کی عمر سے شروع ہوئی تھی، یعنی سن فراغت سے تین سال پہلے ہی۔ ۱۳۲۳ھ ہی میں انہوں نے قلم پکڑ لیا تھا، ان کے ایک مجموعہ فتاویٰ میں ایک فتویٰ ۸ ررمضان ۱۳۲۲ھ کا تحریر کردہ ہے، اس حساب سے دیکھا جائے تو ۱۹ ربرس میں مفتی کے منصب پر فائز ہو چکے تھے۔ ایک دوسرے مجموعہ فتاویٰ میں پہلا فتویٰ ۱۵ رمحرم الحرام ۱۳۲۳ھ کا تحریر کردہ ہے۔ غالباً یہی وہ فتویٰ ہے، جس کا ذکر ملک العلما نے 'حیات اعلیٰ حضرت' میں کیا ہے۔ ۱۴ رمحرم الحرام ۱۳۰۳ھ کی پیدائش ہے۔ تو ٹھیک ۲۰ ربرس بعد آپ نے یہ فتویٰ لکھا، جو رضاعت کے متعلق تھا، جس کے درست ہونے پر امام احمد رضا نے ان کو ایک روپیہ شیرینی کھانے کے لیے دیا تھا۔ اہل علم جانتے ہیں، فتویٰ نویسی جس علمی رسوخ، مہارت، ممارست کا طالب ہے، وہ علمی رسوخ، مہارت، ممارست کا طالب ہے۔ وہ علمی رسوخ و مہارت گویا ملک العلما کو ۲۰ ربرس کی عمر میں حاصل ہو چکی تھی، وہ بھی امام احمد رضا کے زیر نگرانی امام احمد رضا کے دارالافتا بریلی میں۔ یہ تو رہی فتویٰ نویسی کی بات، جو ۲۰ ربرس کی عمر میں ہوئی تو وقت وصال ۱۳۸۲ھ تک جاری رہی۔

فن مناظرہ میں بھی ملک العلما نے اسی عمر میں شد بد حاصل کر لی تھی، جس کے ثبوت میں 'ظفر الدین الجید' کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ وہ بھی اشرف علی تھانوی کی موجودگی میں، دو بہ دو، رو برو بحث و مناظرہ، اس کی پوری کیفیت رسالہ مذکورہ میں دیکھی جا سکتی ہے۔ اسی عمر میں آپ نے ظفر الدین الطیب لکھی۔ علم غیب رسول پر 'الحسام المسلول علی منکر علم الرسول' لکھی، 'مواہب ارواح القدس لکشف حکم الوس' تحریر کی، اس پر امام احمد رضا کی تقریظ بھی ہے۔ ۲۱ ربرس کی عمر میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے نظیر نہ ہونے کے ثبوت پر 'مبین الہدیٰ فی نفی امکان مثل المصطفیٰ' قلمبند کی۔ عمر کی اس اکیسویں بہار میں آپ نے 'شفا شریف للقاضی عیاض مالکی' کی عربی میں شرح لکھی۔ آغاز شرح کی بھی ماہ مبارک ۱۴ ربیع الاول ۱۳۲۴ھ کی ہے۔ اپنی عمر کے ۲۲ رویں سال آپ نے 'کتاب القدوری' پر عربی زبان میں تعلیق لکھی۔ رسالہ 'اعلام الساجد بصرف جلود الاضحیۃ فی المساجد' لکھا۔

یہ تمام تحریری نقوش عہد تحصیل کے ہیں اور عمر کا بائیسواں سال تھا۔ یعنی ملک العلما فتاویٰ کے علاوہ مذکورہ آٹھ کتب و رسائل کے جامع و مانع مصنف ہو چکے تھے۔ یہی سال (۱۳۳۵ھ) ان کی تکمیل تحصیل کا سن بھی ہے۔ خانقاہ عالم پناہ حضرت مخدوم عبدالحق چشتی ردولوی کے آستانہ پر عرس کی تقریب میں صاحب سجادہ حضرت شاہ التفات حسین علیہ الرحمہ نے آپ کے سر پر دستار فضیلت

باندھی۔ امام احمد رضا بنفس نفیس موجود تھے۔ واضح رہے، اس زمانہ میں آج کی طرح دستار بندی کے جلسے دھوم دھڑاکے نہیں ہوا کرتے تھے، بس استاذ کے علاوہ دوسرے جید علمائے عصر امتحان لیا کرتے تھے اور فضیلت کی سند دے دی جاتی تھی۔ اسی سال امام احمد رضا نے ان کو ملک العلما اور فاضل بہار کا خطاب دیا اور اسی برس اپنے پیر و مرشد سید شاہ آل رسول قدس سرہ العزیز کی تقریب عرس، جو بریلی ہی میں منعقد ہوئی تھی۔ خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔

غرض ان چار، پانچ سالوں (۱۳۲۱ھ-۱۳۲۵ھ) میں پڑھائی کی، فتوے بھی لکھے، استاذ علام کے فتاویٰ کے املا بھی کئے، حوالوں کی تلاش بھی کی، کتب و رسائل کو صاف بھی کیا، کتابیں بھی لکھیں، رسائل ترتیب دئے، تعلیق لکھی، شرح لکھی، وہ بھی عربی زبان میں، مناظرہ بھی کیا، علمی و عرفانی فیوض و برکات سے سرخ رو بھی ہوئے۔ اندازہ کیا جا سکتا ہے، کس قدر ذہین تھے، چاق و چوبند تھے، بلند اقبال اور طالع آزما تھے، یہ وہ خصوصیات ہیں، جو طالب علموں کی تاریخ میں نظر نہیں آتیں۔ شاید اسی لیے امام احمد رضا نے ان کو 'ملک العلما' کے بھاری بھرکم ذی وقار خطاب سے نوازا۔ یعنی تمام علوم و فنون اور علما کا بادشاہ قرار دیا۔ امام احمد رضا جانتے تھے، اس معزز لقب کا وہی حقدار ہے اور وہی تمام فنون میں علما کی رہنمائی و قیادت کر سکتے ہیں۔ چنانچہ ملک العلما امام احمد رضا کے معیار و مقیاس پر مکمل پورے اترے اور اپنے مرشد برحق کی سچی علمی جانشینی کا حق ادا کر دیا۔

ملک العلما اپنے دور کے ملک العلما تو تھے ہی، اس دور کے بھی ملک العلما ہیں۔ آج بھی ان کے فنی رشحات قلم سے عصر استفادہ کرتے ہیں اور انصاف پسند علما اعتراف حقیقت کرتے ہیں۔ اس وقت میرے سامنے فیصلہ مقدسہ شرعیہ ہے، جو ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۵ء میں یونیورسل لیتھو ورکس، نوروجی اسٹریٹ، ممبئی سے چھپی ہے۔ اس میں وہی قضیہ ہے، جو حدائق بخشش حصہ سوم سے متعلق ہے۔ اس میں ملک العلما نے جو نپا تلا جواب دیا ہے۔ اردو، فارسی، عربی کے دواوین سے اشعار تشبیب نقل کر کے زیر بحث مسئلہ کی وضاحت کی ہے۔ اس سے صاف عیاں ہے۔ حصہ سوم پر توبہ و رجوع سرے سے لازم نہیں آتی۔ جو اپنی جگہ ٹھیک ہیں اور قصیدہ اپنی جگہ ٹھیک ہے، صرف ترتیب اشعار کا فرق ہے۔ بات تھی، ملک العلما کے اوائل عمر کی۔ شعبان میں درسیات کی تکمیل ہوئی، شوال ۲۵ھ میں مدرس سوم بنا دئے گئے۔ اب ملک العلما منظر اسلام میں پڑھانے لگے۔ جس تاسیس میں ان کا مؤسسانہ رول رہا تھا۔ مطبع اہل سنت و جماعت کے مہتمم قرار دئے گئے۔ یہ مطبع ۱۳۱۳ھ کے بعد بریلی میں قائم ہوا تھا، مطبع کے قیام میں امام احمد رضا کے مسودات اور فتاوے کو صاف کرنے لگے، خطوط و فتاویٰ کا املا کرنے لگے، ان کاموں کے کتب و رسائل بھی تحریر کرنے لگے، ضرورت پڑی تو خطاب و مناظرہ کے لیے جانے لگے، مطالعہ و تدریس، مطبع کا اہتمام اور حساب و کتاب، فتویٰ نویسی، امام احمد رضا کے رشحات و تحریرات کی صفائی و ترتیب و املا، اپنے کتب و رسائل کے مواد کی تلاش و ترتیب، سوچی جا سکتی ہے، ملک العلما کس مشینی رفتار سے کام انجام دیتے تھے اور ابھی عمر کا وہی بائسواں سال تھا۔

۱۳۲۲ھ سے ۱۳۲۹ھ تک ملک العلما کی وہی سرگرمیاں رہیں، جو اوپر مذکور ہوئیں۔ ۱۳۲۶ھ میں علاقہ میوات گئے، عربی زبان میں مناظرہ کر نے مخالف مناظر کا پانی اتار دیا، دیکھئے، شکست شفاہت، روداد مناظرہ۔ اسی سال انہوں نے 'سبط الراحۃ فی الحظر والاباحۃ' لکھی، 'الفیض الرضوی فی تکمیل العمری' لکھی، فتاوے لکھے، ۱۳۲۷ھ میں

'الجمیل العدد لتالیفات المجدد' ترتیب دی، جو تصانیف رضا کے تعین میں سنگ میل ثابت ہوئی، ۱۳۲۸ھ میں 'سجم الکنندہ علی الکلاب المطرۃ' لکھی، ۱۳۲۹ھ میں 'النبر اس لدفع ظلام المنہاس' لکھی، یہ چھ کتابیں قیام بریلی کے دوران تدریس تصنیف کیں، دن رات مصروفیات کا عالم تو وہی تھا جو اوپر بیان ہوا۔ اس لیے ان برسوں میں شاید زیادہ کچھ نہ لکھ سکے، لیکن ان کے لکھنے سے زیادہ اہم اعلیٰ حضرت کے علمی کاموں میں ہاتھ بٹانا تھا، جو انہوں نے کیا اور آج تمام خواجہ تاشان رضویت کے لیے سرمۂ چشم بنا، جب کہ سن کا وہی تیئسواں، چوبیسواں، پچیسواں، چھبیسواں برس تھا۔

کم وبیش ۹ رسال ملک العلما بریلی میں رہے، قریب پانچ سال تو درسیات پڑھی اور چار سال درسیات پڑھائی۔ ۱۳۲۸ھ میں دارالعلوم نعمانیہ لاہور سے درخواست بھی آئی اور امام احمد رضا اپنے نفس پر ایثار کر کے انہیں بھیجنے کی آمادگی بھی ظاہر کی۔ مگر مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے، ملک العلما لاہور نہیں گئے۔ شاید ان کے استاذ اور احباب کو اتنی دور ان کا جانا پسند نہیں آیا۔ ۱۳۲۹ھ کو اعلیٰ حضرت کے معتقد قاضی الحاج عبدالرزاق رضوی نے بے حد اصرار کیا، تو امام احمد رضا نے ان کو جامع مسجد شملہ کے خطیب و امام بنا کر وہاں بھیج دیا۔ ملک العلما جو علمی شخصیت کے مالک تھے، منبر خطابت اور مصلیٰ امامت پر کب رہ سکتے تھے، چنانچہ وہاں ان کا قیام بہت تھوڑا رہا، یہیں انہوں نے ڈاکٹر سر ضیاء الدین وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ سے ملاقات کی اور اس مسئلہ کی تصدیق کی، کرائی۔ جو ڈاکٹر موصوف نے بریلی جا کر امام احمد رضا سے حل دریافت کر کے آیا تھا، وہ مسئلہ ریاضی سے متعلق تھا۔

اس سال یا اس کے اگلے سال ملک العلما مدرسہ حنفیہ آرہ تشریف لے گئے، یہ مدرسہ نیا تھا، بانی تھے حضرت مولانا شاہ عبدالوہاب الہ آبادی، جو امام احمد رضا کے اخص الخاص احباب میں سے تھے۔ مولانا الہ آبادی کے بے پناہ اصرار اور امام احمد رضا کی اجازت و ایما سے ملک العلما شملہ سے آرہ بحیثیت صدر مدرس منتقل ہو گئے۔ یہاں بھی وہ کچھ ہی مدت رہے، ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء میں مدرسہ شمس پٹنہ قائم ہوا، بانی تھے مسٹر سید نور الہدی ڈسٹرکٹ شیشن جج، انہوں نے اپنے والد ماجد سید شمس الہدیٰ کے نام پر یہ مدرسہ بنوایا تھا، ملک العلما کو پیش کش ہوئی، وہ وہاں مدرس اول کی حیثیت سے صدارت کا عہدہ سنبھالا، وہ یہاں ۱۳۳۴ھ تک تعلیم دیتے رہے، فقہ، حدیث، تفسیر و دیگر فنون پڑھاتے رہے، اس چار سالہ دور قیام میں ملک العلما نے یہاں درج ذیل کتابیں تصنیف کیں۔

۱) فن توقیت میں: 'الجواہر والیواقیت فی علم التوقیت' ۱۳۳۰ھ
۲) فن تکسیر میں: 'اطیب الاکسیر فی علم التکسیر' ۱۳۳۰ھ
۳) فن فقہ میں: 'التحقیق المبین لکلمات التوبین' ۱۳۳۰ھ
۴) فن نحو میں: 'التعلیق علی شروح المغنی' ۱۳۳۱ھ
۵) فن مناظرہ میں: 'رفع الخلاف من بین الاحناف' ۱۳۳۲ھ
۶) فن فقہ میں: 'القول الاظہر فی الاذان بین یدی المنبر' ۱۳۳۲ھ
۷) فن مناظرہ میں: 'کشف الشور عن مناظر رام پور' ۱۳۳۲ھ
۸) فن حدیث میں: 'نزول السکینۃ باسانید الاجازات المتینۃ' ۱۳۳۲ھ
۹) فن انساب میں: 'خیر السلوک فی نسب الملوک' ۱۳۳۳ھ
۱۰) فن سیرت میں: 'جواہر البیان ترجمہ خیرات الحسان' ۱۳۳۳ھ
۱۱) فن مناظرہ میں: 'گنجینۂ مناظرہ' ۱۳۳۴ھ

امام احمد رضا کا پہلا خط ملک العلما کے نام ۳۰ رجمادی

الاولیٰ ۱۳۳۰ھ کا ملتا ہے، جو علم الاعداد میں ہے۔ دوسرا خط ۲۳؍جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ کا ہے۔ آخری خط ۱۳۳۹ھ کا ہے۔ یہ آخری ۱۴؍ذیقعدہ کے بعد یا ذی الحجہ کا ہے۔ یعنی مرشد کریم کے وصال سے دو ڈھائی مہینے پہلے تک ملک العلما کو خط لکھا جاتا رہا۔ یہ کل ۴۴؍خطوط ہیں، ان خطوط کو پڑھنے سے پتہ چلتا ہے، ملک العلما جہاں کہیں رہے، امام احمد رضا کی تربیت، ہدایت، مشورے سے ایک پل غافل نہیں رہے۔ نہ ہی امام احمد رضا نے اپنی نظر سے دور رکھا، سواد خطوط بتاتا ہے، ایک دوسرے کے دل میں کتنی محبت تھی، اپنائیت تھی، کتنا مضبوط تعلق خاطر اور احترام تھا۔ علمی، معنوی، روحانی فرزند تو تھے ہی، لگتا ہے، عینی، حقیقی، صلبی، فرزند ہو، پل پل نظر رکھی جا رہی ہے، لمحہ لمحہ خبر دی اور لی جا رہی ہے۔ یہ دلی تعلق، قلبی لگاؤ، ذہنی جھکاؤ آج کل کے مرید وشاگرد کے لیے بھی درس عبرت ہے، تو اساتذہ ومشائخ کے لیے بھی مقام عبرت ہے۔

۱۳۳۴ھ کے وسط یا اواخر میں ملک العلما سہسرام تشریف لے گئے، جہاں وہ قریب ۱۳۳۸ھ تک علوم شرعیہ و شرقیہ کی تعلیم دیتے رہے، وعظ وخطاب کرتے رہے، مباحثہ ومناظرہ کے لیے دور دراز تک سفر کرتے رہے، اپنے علمی ذوق کی تسکین بھی کرتے رہے۔ امام احمد رضا کی تصنیفی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیتے رہے، ملک العلما کے نام خطوط رضا میں اس کا واضح ثبوت موجود ہے، ملک العلما کے قیام سہسرام کی یہ علمی یادگاریں ہیں۔

۱) فن صرف میں	عافیہ لکھی،	یہ درسی کتاب ہے
۲) فن نحو میں	وافیہ لکھی،	یہ بھی درسی کتاب ہے
۳) فن منطق میں	تقریب لکھی،	یہ بھی درسی کتاب ہے
۴) فن فلسفہ میں	تہذیب لکھی،	یہ بھی درسی کتاب ہے
۵) فن ہیئت وتوقیت میں	موذن الاوقات لکھی،	جو تمام اکناف ہند کی ضرورت پوری کی اور آج تک کر رہی ہے
۶) فن ہیئت وتوقیت میں	بدر الاسلام لکل الصلوٰۃ والصیام لکھی،	جو غیر مطبوعہ ہے
۷) فن فقہ میں	تحفۃ الاحباب فی الکوۃ والباب	لکھ کر ایک بہت بڑے فتنے کو سرد کر دیا
۸) فن نحو میں	مغنی اللبیب کی شرح لکھی،	جو عربی زبان میں ہے
۹) فن نحو میں	نظم المبانی فی علم المعانی لکھی،	جو غیر مطبوعہ ہے
۱۰) فن سیرت میں	تحفۃ الاحبار فی اخبار الاخیار لکھی	یہ بھی غیر مطبوعہ ہے
۱۱) فن تکسیر میں	الاکسیر فی علم التکسیر لکھی	یہ بھی غیر مطبوعہ ہے
۱۲) فن ترجمہ میں	امام جلال الدین سیوطی کی شرح الصدور کا	ترجمہ کیا
۱۳) فن تنقید میں	حکیم عبدالحئی کی رپورٹ ندوۃ العلما پر تنقیدی واحتسابی مقالہ لکھا	جو دبدبہ سکندری رام پور میں چھ سات قسطوں میں چھپا

۱۳۳۸ھ ہی کے کسی مہینہ میں ملک العلما دوبارہ مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ باصرار بلالئے گئے، چنانچہ ملک العلما سہسرام سے پٹنہ تشریف لے آئے، صدر مدرس کے عہدے پر فائز ہوئے، مدرسہ خانقاہ کبیریہ سہسرام میں بھی اسی عہدۂ جلیلہ پر فائز تھے۔ مدرسہ شمس الہدیٰ میں پھر وہی فن فقہ، فن حدیث، فن تفسیر کی متداول ومنتہی کتب زیر درس آگئیں۔ منطق، فلسفہ، ہیئت، توقیت تو وہ اپنے دور کے تنہا تاجدار تھے ہی، ان فنون میں بھی طلبا کے علاوہ اساتذہ وعلمائے عصر کی تربیت کرتے رہے، ان علوم کو سیکھنے کے لیے علما دور دراز سے خط وکتابت کرتے تھے، پٹنہ میں قیام کر کے بھی سیکھتے تھے۔ الغرض ملک العلما ہر کام اپنے وقت پر نہایت منضبط انداز میں سرانجام دیتے تھے، تحریک ترکِ موالات کا طوفان اٹھا، تو ملک العلما نے ایک طرف پٹنہ میں محاذ سنبھالا اور 'ہادی الہداۃ لترک الموالات' لکھ کر قوم پرست علما اور سیاست دانوں کو متنبہ کیا، تو دوسری طرف علیگڑھ سے علامہ الشاہ سید سلیمان اشرف پروفیسر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی نے زبردست علمی مقالہ لکھ کر امام احمد رضا کے موقف کی حمایت کی۔

المختصر ۱۳۳۰ھ سے ۱۳۴۰ھ تک ملک العلما دور رہ کر بھی امام احمد رضا سے فیض اٹھاتے رہے، وہ دوری کوئی اور نہیں، فقط زمینی اور مکانی تھی۔ ۱۸ ربرس کی عمر میں ملک العلما امام احمد رضا سے جو قریب ہوئے، وہ قربت امام احمد رضا کے وصال تک کوئی ۱۹ ر۲۰ ربرس تک اپنی قائم رہی، اس رشتہ قربت ومحبت کو بجا طور پر اٹوٹ رشتہ کہا جا سکتا ہے۔ اپنے حلقۂ مریدین میں یا امام احمد رضا کے چاہنے والوں میں اہل سنت یا مسلک اعلیٰ حضرت کا پرچم بلند کرنا یا رکھنا آسان بات ہے کہ وہ اپنا خیمہ ہے، اپنی دنیا ہے، لیکن جہاں ہر اسکول کے لوگ ہوں، وہاں نظریات رضا کا پرچم لہرائے رکھنا، مشکل کام ہے۔ مدرسہ شمس الہدیٰ میں ہر اسکول کے اساتذہ تھے، طلبہ تھے، ملک العلما نے وہاں اہل سنت کا پرچم ایسی تاب وتوانائی سے اٹھائے رکھا کہ کسی کو پل مارنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ یہ بھی ایک ملک العلما کی انفرادی خصوصیت ہے، یہی خصوصیت ہمیں رئیس المتکلمین حضرت سید شاہ سلیمان اشرف بہاری کے صحیفۂ میں نظر آتی ہے۔ جب کہ اس وقت علیگڑھ میں دینی بیزاری عروج پر تھی۔

زمینی دوری کے ان نو دس برسوں (۱۳۳۰ھ-۱۳۴۰ھ) میں بھی ملک العلما کا ررضا میں ہمہ تن مستعد رہے، ذکر رضا کرتے رہے، ترانۂ رضا پڑھتے، پڑھاتے رہے۔ ان کی صحبت کے فیض اٹھانے والے، ان کی مجلس میں بیٹھنے والے، ان سے درس لینے والے، سب کے دلوں میں نام رضا گھر کرتا گیا، سب کے ذہنوں پر ذکر رضا چھپتا رہا، وہ خود بیعت نہیں کرتے، اپنے چاہنے والوں کو امام احمد رضا سے کراتے، حجۃ الاسلام سے قریب کرتے، مفتی اعظم ہند کے پاس بھیج دیتے، طلبا کو منظر اسلام پہنچا دیتے، پڑھاتے خود تھے، تیار خود کرتے، دستار منظر اسلام سے کراتے تھے۔ جب منظر اسلام قائم ہوا، تب بھی انہوں نے خط لکھ لکھ کر طلبہ کو بلا کر منظر اسلام میں داخل کراتے تھے۔ خود سے انہوں نے کوئی مدرسہ نہیں بنایا، ساری عمر منظر اسلام کی وفاداری میں کام کیا۔

بات تھی ملک العلما کے ان نو دس برسوں کی، جب وہ بریلی سے بعد مکانی پر رہے، ان برسوں میں خط وکتابت کا سلسلہ رہا اور خوب رہا۔ خط وکتابت کے لفاف وملفوف سے جو باتیں سامنے آتی ہیں، جو خط امام احمد رضا نے ارسال فرمایا ہے، ملک العلما کی سیرت، حیات، علوم، تصانیف، خصوصیات لکھنے کے لیے بس وہی خط کافی ہے۔ امام احمد

رضا ہی نے خاکہ کھینچ دیا ہے، ذیلی عنوانات قائم کر دئے ہیں، سنی خالص مخلص ہادی مہدی ہیں، یہ جملہ ملک العلما کی شفاف سیرت کی طرف واضح اشارہ ہے۔ درسیات میں بفضلہ تعالیٰ عاجز نہیں، کہہ کر باکمال مدرس ہونے کی ضمانت دے دی ہے۔ ملک العلما درس کی خصوصیات پر باقاعدہ ایک باب لکھا جا سکتا ہے۔ ان کے تلامذہ پر کئی ابواب تیار ہو سکتے ہیں۔ 'مفتی ہیں' یہ جملہ بھی ایک باب کا عنوان بن سکتا ہے۔ 'مصنف ہیں' اس جملہ پر تو ایک پوری کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ 'واعظ ہیں' وعظ وخطاب پر تو ملک العلما کے کئی رسائل لاہور سے شائع ہو چکے ہیں۔ مزید اور غیر مطبوعہ ہیں۔ سب کو جمع کر دیا جائے، تو ایک ضخیم جلد 'خطبات ملک العلما' کے نام سے چھپ سکتی ہے۔ 'مناظرہ بعونہ تعالیٰ کر سکتے ہیں' یہ جملہ فن مناظرہ میں مہارت وکمال کی کھلی شہادت ہے، اس سے بھی مکمل ایک جلد کتاب بآسانی بن سکتی ہے۔ 'علمائے زمانہ میں توقیت سے تنہا آگاہ ہیں' یہ جملہ اس بات کے ثبوت کے لیے بہت کافی ہے کہ اس علم میں ملک العلما علمائے عصر کے مرجع ومقتدا تھے اور آج بھی ہیں۔

ملک العلما کے بارے میں اعلیٰ حضرت نے یہ جملے اس وقت لکھے (جو سند کا درجہ رکھتے ہیں) جب ملک العلما صرف ۲۵ ربرس کے تھے، پچیس سالہ نوجوان ملک العلما پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کو اتنا اعتماد تھا۔ جب یہ صغرسنی کا عالم تھا، تو کبرسنی کا عالم کیا رہا ہوگا۔ جو علمی رسوخ، فنی حذاقت ومہارت لوگ چہل سال کے بعد حاصل کرتے ہیں، ملک العلما پچیس برس کی عمر میں حاصل کر چکے تھے، وہ بھی امام احمد رضا کی علمی وفنی تجربہ گاہ میں، امام احمد رضا کی تحریری وقولی ثبوت وشہادت کے ساتھ۔ جبھی تو اعلیٰ حضرت نے ملک النحو، ملک الحدیث، ملک التوقیت نہیں فرمایا، ملک العلما فرمایا۔ تمام علوم کے ملک، تمام علما کے ملک، شاہ، بادشاہ اور سچ یہ ہے کہ وہی اس عظیم خطاب کے مستحق بھی تھے۔ پھر وہ مدت مدید علوم رضا، فنون رضا، افکار رضا، کی نیابت، نقابت کرتے رہے، جو کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔

امام احمد رضا عالم علوم کثیرہ تو تھے ہی، عامل عملیات عجیبہ بھی تھے، مارہرہ مطہرہ کے حضرت نوری میاں نے ایسے اعمال واسرار سربستہ کی تعلیم دی تھی، جو کسی بھی امر میں اکسیر، تریاق، تیر بہ ہدف، شہد کلید سے کم نہیں۔ چنانچہ امام احمد رضا نے ملک العلما کو ان علوم واسرار سے کلبی حصہ دیا اور حفاظت فرمائی۔ ایک جگہ لکھتے ہیں "میں جن امور میں ہوں، اگر آپ تفصیل لکھوں، تو مجھے عدم تحریر خطوط میں معذور رکھیں گے، مگر آپ کی یاد دل کے ساتھ ہے۔ جو عظیم ساعت میسر ہوئی محض عطیۂ الٰہی تھی، اس میں یہ نقوش تیار کیے، جو مرسل ہیں"۔ دوسری جگہ لکھتے ہیں "ایک کی ساعت وقت صبح کی تھی اور دوسرے کی افضل الساعات ساعت اخیرہ جمعہ اور بعد نماز جمعہ، ایک نقش آپ کے لیے چاندی کندہ کرایا"۔

امام احمد رضا طبیب وحکیم بھی تھے، ایک خط میں حکمت وطب کی تعلیم وہ بھی 'کاشف الاسرار' کے حوالہ سے دے رہے ہیں، جو مارہرہ مطہرہ کا مجرب وآزمودہ ہے۔ شب برأت کی فضیلت پر روشنی ڈالتے ہیں، ایک پرچہ بھیج کر عوامی اصلاح واعمال کی ترغیب دیتے ہیں، ایک خط میں لکھتے ہیں:

"آپ اور مولانا حامی سنت، ماحی بدعت حاجی محمد لعل صاحب سلمکما جو کچھ خدمات دین کر رہے ہیں، اللہ عز وجل برحمتہ قبول فرمائے اور دو جہان میں اس پر اجر جزیل دے اور ہمیشہ اعلائے دین پر منصور رکھے"۔ ایک اور جگہ لکھتے ہیں "افسوس! ادھر نہ مدرس، نہ واعظ، نہ ہمت والے مالدار، ایک ظفر الدین کدھر کدھر جائیں"۔

یہی جملہ عنوان مضمون بھی ہے اور 'ایک لعل خان کیا کیا بنائیں' حضرت مولانا محمد لعل خان مدراسی پر بھی آج تک کچھ نہیں ہوا، جو حقیقتاً مجاہد اہل سنت تھے، کوئی فاضل ان پر کام کرے، تو یہ ایک نادر تاریخی باب ہوگا، مواد سب موجود ہے، مگر منتشر ہے۔ صرف جمع کر دینے کی ضرورت ہے۔ خود اعلیٰ حضرت کی تحریری شہادتیں درجنوں ہیں۔ ایسی گمنام کڑیوں پر کام کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ سالار وقت حضرت مولانا قاضی عبدالوحید فردوسی تاریخ رضویات کا دوسرا تابناک باب ہے۔ یہ وہی قاضی صاحب ہیں، جن کی خدمات کی سراہنا خود امام احمد رضا نے کی۔ دعوت قبول کی، بیمار ہوئے، تو عیادت کی، وصال ہوا، تو خود قبر میں اترے، قاضی کی نعش کو اتارا اور یہ کہتے ہوئے سلا دیا ع

جا میری جاں خدا حافظ

قاضی صاحب کا انتقال عین عہد شباب میں ہوا، اس کم عمری میں بھی جو انہوں نے خدمت دین تاریخ رقم کی، اس کا اعتراف زمانے کو ہے۔ یہ وہ شخصیات ہیں، جو امام احمد رضا کے نورتنوں میں ہیں اور اپنی اپنی جگہ ایک عہد اور ایک تاریخ ہیں۔ ماضی کے ان آئینوں کو سامنے لانے کی ازحد ضرورت ہے، تاکہ حالیہ نسلوں کو سوئے حرم بلانے میں مدد مل سکے۔

موضوع تھا، ایک ظفر الدین کدھر کدھر جائیں، کیا کیا کریں، کب کب جائیں، کہاں کہاں جائیں، درسگاہ میں پڑھائیں، دارالافتا میں فتویٰ لکھیں، دارالتصنیف والترجمہ میں تصنیف کریں، ترجمہ کریں، درسی کتابیں تیار کریں، یا درسی کتابوں کی شرح لکھیں، کتابیں چھپوائیں، رسائل بٹوائیں، مضامین شائع کریں، اخبارات و جرائد پر نظر رکھیں، خلاف شرع باتوں کی نوٹس لیں، کیا کیا کریں، کہاں کہاں جائیں، وعظ کریں، تقریر کے لیے دورے کریں، مناظرہ کے لیے میوات جائیں، کلکتہ جائیں، برما جائیں، مدراس جائیں، رام پور جائیں، بنارس جائیں، کہاں کہاں جائیں، آریہ سماجوں سے مناظرہ کریں، یا وہابیوں سے مناظرہ کریں، کیا کیا کریں؟ روداد سفر لکھیں، یا سرگزشت مناظرہ لکھیں، کیا کیا لکھیں؟ علوم قدیمہ پڑھائیں، یا علوم جدیدہ پڑھائیں، حدیث و تفسیر کا درس دیں، یا ہیئت و توقیت کی کلاس میں بیٹھیں، پورے ہندوستان کی مسجدوں کے اوقات نماز کا نقشہ بنائیں، یا روزہ و افطار کا ٹائم ٹیبل بنائیں، خطوں پر خط ہے، تاروں پر تار ہے، فرمائش پر فرمائش ہے، کیا کیا کریں؟ کیا کیا بنائیں۔ ۱۸/ برس کی عمر میں امام احمد رضا کا وہ لاڈلا امام احمد رضا کی درسگاہ میں بیٹھا، تو عمر کی ۸۲/ ویں پائیدان تک اٹھنا نصیب نہ ہوا، تا آں کہ وہ دنیا سے اٹھ گئے۔ چند ہی سال وہ طالب علم رہے، ساری عمر طالب علموں میں گھرے رہے۔ ان طالب علموں میں صغیر السن بھی تھے، شاب السن بھی تھے، کبیر السن بھی تھے۔ علما و فقہا تک ان کی درسگاہ میں بیٹھے، اکتساب علم کیا، جدید علوم سیکھے، وقت کے سجادہ نشین ہوں، صدر المدرسین ہوں، شیخ الحدیث ہوں سب ان کی درسگاہ فیض سے سیراب ہوئے۔ ایسی کثیر الجہات مصروف ترین شخصیت کے بارے میں امام احمد رضا کا یہ ریمارک 'ایک ظفر الدین کدھر کدھر جائیں' کتنا برمحل ہے۔ خدا رحمت کند ایں پاک طینت را۔

اب ایک بات کر کے رخصت ہوتا ہوں، پروفیسر مختار الدین احمد صاحب نے لکھا ہے، ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۰ء میں ملک العلما جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کٹیہار (قدیم پورنیہ) تشریف لے گئے۔ ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۰ء میں جامعہ لطیفیہ کٹیہار سے وہ ظفر منزل شاہ گنج پٹنہ آ کر مقیم ہو گئے۔ ملک العلما کا پورنیہ میں دو سالہ قیام کیسے رہا؟ (بقیہ ص ۳۸ پر ....)

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی والہانہ عقیدت سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کے آستانہ سے

از: حضرت الحاج مولانا سید محمد فرقان علی رضوی چشتی گدی نشین اجمیر شریف

ہند کے بادشاہ دین کے وہ معین
خواجۂ دین و ملت پہ لاکھوں سلام

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خاں علیہ الرحمہ کے رسالہ "احسن الوعافی آداب الدعاء" کی شرح فرمائی ہے اوراس میں کچھ بطور حاشیہ اضافہ کیا ہے اس کا نام ہے ''ذیل المدعا لاحسن الوعا'' اس کے فصل ''درامکنہ اجابت'' میں جہاں مدینہ امینہ مکہ معظمہ اور دوسرے مقامات مقدسہ پر دعا کی مقبولیت کا ذکر ہے وہیں پر آپ نے قال الرضا لکھ کر آستانہ اقدس سرکار حضرت خواجہ غریب نواز معین الحق والدین قدس سرہ کا اضافہ کیا ہے۔

اسی طرح ۱۳۲۵ھ میں اعلیٰ حضرت جب زیارت حرمین شریفین سے ہندوستان واپس تشریف لائے تو بمبئی کی بندرگاہ سے آپ سیدھے اجمیر شریف خواجۂ ہند کی بارگاہ ناز میں حاضری دینے آئے وابستگان و اہل عقیدت کا ایک ہجوم اعلیٰ حضرت کو لیکر سب سے پہلے اپنے شہر یا اپنے قصبہ یا اپنے گھر کو ان کے وجود سے مشرف کرنے کی سعادت حاصل کرنے کا اصرار کرتا رہ گیا۔ مگر آپ نے سارے عقیدت مندوں کی عقیدت پر حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اپنی عقیدت و شیفتگی کو ترجیح دی چنانچہ وہاں کے خدمت گزار و گدی نشین سید حسین علی رضوی اجمیری وکیل جاورہ جو کہ اعلیٰ حضرت کے وکیل دعا گو و مرید خاص بھی تھے انہوں نے اپنی مرتبہ کتاب ''دربار چشت'' کے ص ۶۰ پر لکھا ہے کہ یہ حاضری ایسی عقیدت و محبت کی حامل تھی کہ ہم خدام آستانہ اور تمام مسلمانان اجمیر کے دلوں پر نقش کر گئی۔

اسی طرح جب بھی بات اجمیر کی آئی تو اعلیٰ حضرت نے بالتزام اجمیر شریف لکھا اور اجمیر کے ساتھ شریف نہ لگانے والوں کو گمراہ بلکہ عدو اللہ کہا اس پر بس نہیں کیا بلکہ مزید یہ بھی لکھا کہ اگر یہ ناپاک التزام بر بنائے کسل اور کوتاہ قلمی ہے تو سخت بے برکتی اور فضل عظیم اور خیر جسیم سے محرومی ہے۔

شاہزادہ اعلیٰ حضرت تاجدار اہل سنت سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا یہ معمول رہا کہ ۵ر رجب کو اجمیر پہنچ کر خانقاہ رضویہ رضوی گلی بر مکان مولوی سید احمد رضوی چشتی ولد سید حسین علی رضوی وکیل جاورہ کے دولت کدہ قیام فرماتے اور انہیں کی وکالت سے حاضر آستانہ سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوا کرتے تھے اور ۹ر رجب کو اجمیر شریف سے رخصت ہو کر عرس نوری میں مارہرہ شریف پہنچتے تھے۔ آج بھی اپنے اسلاف کی سنت پر عمل کرتے ہوئے جگر گوشہ اعلیٰ حضرت تاج الشریعہ

مولانا مفتی اختر رضا خان صاحب و خانوادہ رضا اپنے قدیم دعاگو کے دولت کدہ پر قیام فرما کر انہیں کے توسل سے حاضری دیتے ہیں اسی ضمن میں شاہزادہ اعلیٰ حضرت سرکار مفتی اعظم ہند نوری علیہ الرحمہ و دیگر اکابرین و خانوادہ رضا کے جلیل القدر علما نے ایک وکالت نامہ حضرت سید صاحب قبلہ مولوی سید احمد علی رضوی چشتی کے حق میں تحریر فرمایا ہے جس کا مفہوم اس طرح ہے۔

''میں مخدوم محترم ذی المجد و الکرم جناب قادری چشتی الحاج مولوی سید احمد علی رضوی صاحب وکیل جاؤرہ کی وکالت سے آستانہ عالیہ سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حاضری دیتا رہا ہوں اور میں تمام عقیدت مندان طریقت و خواجہ تا شان رضویت و برادران اہل سنت کو مخلصانہ ہدایت کرتا ہوں کہ وہ بھی مرے وکیل دعاگو سید صاحب قبلہ کی وکالت سے حاضر آستانہ ہوکر فیوض و برکات حاصل کریں اور نذر و نیاز و حاضری کا انہیں سے تعلق رکھیں اللہ تعالیٰ عزوجل تا قیامت سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سایۂ رحمت تمام اہلسنّت و جماعت پر قائم رکھے''۔ آمین

مذکورہ وکالت نامہ پر جن اکابرین و علماء و مفتیان نے دستخط فرمائے اور تحریر و کالت کی ہے۔ اس میں سرکار مفتی اعظم ہند محمد مصطفیٰ رضا خان صاحب، خلیفہ اعلیٰ حضرت برہان ملت مولانا مفتی برہان الحق صاحب قبلہ جبلپوری، مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اڑیسہ، مولانا غلام جیلانی میرٹھی صاحب استاذ مولانا ریحان رضا خان نواسہ حضور مفتئ اعظم ہند، مولانا محمد ریحان رضا خان، تاج الشریعہ حضرت مفتی اختر رضا خان صاحب و احسن العلماء مولانا حسن برکاتی مارہروی صاحب مفتی رجب علی نانپارہ وغیرہ

لہٰذا آپ تمام برادران اسلام و عاشقان خواجہ و برادران طریقت سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ بھی سرکار اعلیٰ حضرت و تاجدار اہلسنّت سرکار مفتی اعظم ہند و اکابرین و اپنے اسلاف کی سنت پر عمل کرتے ہوئے جب بھی اجمیر شریف جائیں یا نذر و نیاز کی رقم روانہ کریں تو مندرجہ ذیل پتے پر رابطہ کریں، روانہ کریں اور خوشنودی خواجہ اعظم حاصل کریں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وکالت نامہ علماء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم الحمد للہ وکفیٰ والصلاۃ والسلام علی حبیبہ مولانا و سیدنا والمصطفیٰ وعلیٰ الہٖ وصحبہ اولی الصدق والصفا۔

خواجہ خواجگاں سلطان الہند خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات اقدس مرجع خلائق خاص و عام ہے۔ یہی وہ آستانہ مقدسہ ہے جہاں سلاطین زمانہ غلامانہ طور پر حاضر ہوتے رہے اور آج بھی ہزاروں علماء صلحا خواجہ خواجگاں ولی الہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں جبین نیاز خم کرتے ہیں خادم آستانۂ غریب نواز جناب الحاج الشاہ سید حسین علی صاحب رضوی وکیل جاورہ کے ہندوستان میں سب سے بڑے صاحبزادہ قادری چشتی مولوی سید احمد علی صاحب رضوی وکیل جاورہ کی وکالت سے حاضر آستانہ ہوتا رہا اور میں تمام عقیدت مندان طریقت و خواجہ تاشان رضویت و برادران اہل سنت کو مخلصانہ ہدایت کرتا ہوں کہ وہ بھی وکیل جاورہ

جناب قادری چشتی مولوی سید احمد علی صاحب رضوی زید عنایتہ کی وکالت سے حاضر آستانہ ہوکر فیوض و برکات حاصل کریں اور نذر و نیاز و حاضری کا ان سے تعلق رکھیں اللہ تعالیٰ عزوجل تا قیامت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سایۂ رحمت تمام اہل سنت و جماعت پر قائم رکھے۔

آمین وما ذالك على الله العزيز۔

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہٗ

۱۷ر جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ

محمد برہان الحق قادری رضوی سلامی جبلپوری

محمد رجب علی قادری غفرلہٗ

محمد منصور علی خاں قادری رضوی محبوبیٔ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

عزیز گرامی قدر صاحبزادہ سید احمد علی صاحب چشتی کے والد ماجد سید حسین علی صاحب چشتی رضوی مرحوم سے فقیر کے قدیم تعلقات تھے۔ موصوف بڑی خوبیوں کے مالک اور اخلاق حمیدہ رکھتے تھے، خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ کی بارگاہ میں حاضری کے لئے وہی فقیر کے وکیل تھے اور اب ان کے بعد صاحبزادہ موصوف فقیر کے وکیل ہیں۔ انہیں کے توسط سے اب حاضر ہوتا ہوں صاحبزادہ موصوف بھی اپنے والد ماجد مرحوم کے قدم بقدم ہیں زائرین کو ہر قسم کی سہولت فراہم کرواتے ہیں نظر بر آں برادران اہل سنت کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ بھی انہیں توسل سے دربار خواجہ قدس سرہٗ میں حاضر ہوں اور نذر و نیاز وغیرہ میں انہیں کو وسیلہ بنائیں۔

فقیر غلام جیلانی

صدر المدرسین مدرسہ اسلامی عربی اندرکوٹ میرٹھ ۲۷ر۴ر۷۸ء

فقیر قادری محمد ریحان رضا رحمانی غفرلہٗ

سجادہ نشین آستانۂ عالیہ رضویہ بریلی شریف

فقیر محمد اختر رضا خاں قادری ازہری غفرلہٗ

۷۸۶

باسمہٖ تعالیٰ

حامدا ومصليا ومسلما

بفضلہٖ تعالیٰ اس فقیر قادری کی سعادت ہے کہ حضور خواجۂ خواجگاں سیدنا سلطان الہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ فیض میں حاضری کے لئے میرے وکیل جناب محترم مولوی سید احمد علی صاحب قادری رضوی نوری دام فیضہم ہیں مولیٰ تعالیٰ کے کرم وفضل سے موصوف سید صاحب محترم زائرین بارگاہ کو ہر طرح سہولت بخشتے ہیں اور ان کے صاحبزادگان بھی ماشاء المولیٰ تعالیٰ اس امر میں بڑی دلچسپی لیتے ہیں اپنے تمام احباب اہل سنت اور مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ کے مدرسین اور طلبا نیز اپنے اہل خانہ اور متعلقین کو یہ مشورہ دیتا ہوں کہ اجمیر مقدس میں حاضری دربار فیض بار کے قصد سے جب بھی آئیں ان ممدوح حضرت سید صاحب محترم کو ضرور اپنا وکیل بنائیں۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا و شفیعنا محبوبہ المصطفیٰ وآلہ وبارک وسلم والسلام علی الاحباب

محتاج دعا محمد رجب علی قادری

خادم مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ ضلع بہرائچ شریف یوپی

محمد منصور علی خاں قادری رضوی

محبوبی خطیب سنی بڑی مسجد مدنپورہ ممبئی ۸

سید محمد نورانی غفرلہٗ ۲۵ر۱ر۸۲ء

نوٹ: وکالت نامہ کا عکس اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

(یہ وکالت نامہ کا عکس ہے جس میں متعدد مشائخ اہل سنت کے دستخط ہیں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وکالت نامہ علماء

۷۸۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم الحمد للہ وکفٰی والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ مولانا وسیدنا المصطفٰی وعلی الہ وصحبہ اولی الصدق والصفا۔

خواجہ خواجگان سلطان الہند خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات اقدس مرجع خلائق خاص وعام ہے۔ یہی وہ آستانہ مقدسہ ہے جہاں سلاطین زمانہ علماء ہر طور پر حاضر ہوتے رہے اور آج بھی ہزاروں علماء وصلحاء خواجگان ولی الہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں جبیں سائی کرتے ہیں خادم آستانہ غریب نواز حاجی الحاج الشاہ سید حسین علی صاحب رضوی وکیل خادمہ کے ہندوستان میں صدہا بڑے صاحبزادہ قادری چشتی مولوی سید احمد علی صاحب رضوی وکیل خادمہ ہیں جو کہ رضوی گلی میں رہتے ہیں میں مخدوم محترم ذی المجد والکرم صاحب قادری چشتی مولوی سید احمد علی صاحب رضوی وکیل خادمہ کی وکالت سے حاضر آستانہ ہو کر بار بار ادر میں تمام عقیدت مندان طریقت وخواجہ تاشان سوتے وبرادران اہل سنت کو مخلصانہ ہدایت کرتا ہوں کہ وہ بھی وکیل خادمہ صاحب قادری چشتی مولوی سید احمد علی صاحب رضوی زید معالیہ کی وکالت سے حاضر آستانہ ہو کر فیوض وبرکات حاصل کریں اور ہندوستان حاضری کا ان سے تعلق رکھیں اللہ تعالیٰ عزوجل تا قیامت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سایۂ رحمت تمام اہل سنت جماعت پر قائم رکھے آمین وما ذالک علی اللہ بعزیز۔ فقیر [illegible]

محمد برہان الحق قادری [illegible]

[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

عزیز گرامی سعادت صاحبزادہ سید احمد علی صاحب چشتی کے والد ماجد سید حسین علی صاحب چشتی رضوی سے ہم کو قدیمی تعلقات تھے۔ موصوف بڑی خوبیوں کے مالک اور اخلاق حمیدہ رکھتے تھے۔ [illegible]

[illegible]

سید محمد [illegible] ازہری

[illegible]

ارکان اسلام کی عظمت و اهمیت

از: حافظ محمد عبد الرشید قادری، گلڑیا، سکولہ، پیلی بھیت شریف

نماز

اللہ رب العزت نے انسان کو جن چیزوں کا پابند اور مکلّف بنایا ہے وہ دوطرح کی ہیں یا توان چیزوں کا صدور اور تعلق دل سے ہے یا دیگر اعضاء سے وہ چیزیں جن کا صدور دل سے ہوتا ہے ان کو ایمان کہاجا تا ہے یہی ایمان پوری شریعت اسلامیہ کی بنیاد اور جڑ ہے اس کے بغیر سب کچھ بیکار و بے سود ہے قرآن کریم کا ارشاد ہے۔

وقدمنا الیٰ ما عملو من عمل فجعلنه هباءً منثورا (الفرقان ۲۲) اورہم نے کافروں کے کئے ہوئے اعمال کاارادہ فرمایاتوان کو بکھرے ہوئے ذرّے بنادیا۔ حدیث پاک میں ہے:

بنی الاسلام علیٰ خمس شهادة ان لا اله الااللّٰه (وان محمد رسول اللّٰه) واقام الصلوة وایتاء الزکوة والحج وصوم رمضان (رواه البخاری) اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی [۱] اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں (اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں) [۲] اور نماز قائم کرنا [۳] زکوۃ دینا [۴] حج کرنا [۵] اور رمضان شریف کے روزے رکھنا۔

قارئین کرام! وہ چیزیں جن کا صدور دل کے علاوہ دیگر اعضاء سے ہوان کو اعمال کہا جاتا ہے اعمال کا تعلق ایمان سے بڑا گہرا اور مضبوط ہے حتیٰ کہ ایمان کی حلاوت و چاشنی اوراس کا لطف وکمال اعمال کے بغیر حاصل ہو ہی نہیں سکتا پھر اعمال میں سب سے زیادہ اہمیت و افادیت نماز وزکوۃ، روزہ اورحج کی ہے پیش نظر مضمون میں انہیں ارکان اربعہ کی جانب رغبت وشوق دلانے اوران کے تارکین کو ڈرانے نیز ان کے اندر خوف پیدا کرنے والے اقوال و واقعات کونہایت سنجیدگی کے ساتھ مؤثر انداز میں پیش کیا گیا ہے کیوں کہ ایمان و اسلام کے بعد آخرت کی سرخروئی و سربلندی اورتقرب الی اللہ کے لئے اعمال صالحہ کی جو بنیادی ضرورت ہے وہ اہل ایمان پر مخفی نہیں اور شامت نفس کی وجہ سے اعمال سیّئہ کا ارتکاب بندۂ مومن کے لئے کتنا ہلاکت خیز اور شرعی نقطہ نظر سے کتنا خطرناک جرم ہے اس سے بھی اہل دین وایمان ناآشنا نہیں بلکہ یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ ہر پرہیزگار وتقویٰ شعار بندۂ مومن وہ قابل رشک بندہ ہے جس کے لئے آخرت کی ساری منزلیں آسان اور جنت اس کا ٹھکانہ۔

اس کے برخلاف فسق و فجور اور گناہوں میں مبتلا مسلمان شرعی نقطہ نظر سے قابل ملامت لائق نفور بندہ ہے جس کے لئے آخرت کی منزلیں نہایت سخت اور پرخار ہیں۔

راہ پر خار ہے کیا ہونا ہے
پاؤں افگار ہے کیا ہونا ہے

چھپ کے لوگوں سے کئے جس کے گناہ
وہ خبردار ہے کیا ہونا ہے
پار جانا ہے نہیں ملتی ناؤ
زور پر دھار ہے کیا ہونا ہے
ان کو رحم آئے تو آئے ورنہ
وہ کھڑی مار ہے کیا ہونا ہے

اس لئے ہر مرد مومن کو صحت عقائد کے ساتھ ساتھ ارکان اسلام اور احکام دین پر سختی سے عمل پیرا رہنا چاہئے چونکہ دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں اور اچھائیاں اسی میں پوشیدہ ہیں۔

اپنے مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی کے پیش نظر ہم نے ارکان اسلام سے متعلق یہ مختصر مضمون ترتیب دیا ہے دراصل یہ مقالہ حضرت مجدد الف ثانی سیدنا شیخ احمد سرہندی رضی اللہ عنہ کے ارشادات و ملفوظات کا وہ بیش بہا مجموعہ ہے جو ارکان اسلام یعنی نماز، روزہ، حج وزکوٰۃ کی اہمیت وافادیت اور عظمت وشان نیز ان سے متعلق رشد و ہدایت کا چشمۂ سیال ہے۔ اس سے بہت سے غافل دلوں کو ایمانی ضیاء نصیب ہوگی اور کتنے گم گشتگان راہ کے لئے بداعمالی کی تاریکیوں سے نجات کا سامان پیدا ہوگا۔ انشاء اللہ فارسی کا مشہور مقولہ ہے۔ ''از دل خیزد بردل ریزد'' جو بات دل سے اٹھتی ہے دل کو لگتی ہے۔

ہم نے موقع و محل کی مناسبت سے نوٹ کے عنوان سے بعض ضروری باتیں بھی عرض کی ہیں انشاء اللہ تعالیٰ امید ہے کہ قارئین انہیں پسند فرمائیں گے اور اصلاح حال کی کوشش بھی کریں گے۔ لیجئے اب چشم بصیرت وعقیدت سے امام ربانی مجدد الف ثانی سیدنا شیخ احمد سرہندی رضی اللہ عنہ کے ارشادات ملاحظہ فرمائیں اور آخرت میں سرخروئی کا سامان فراہم کریں۔

اسلام کے پانچ ارکان میں سے نماز دوسرا رکن ہے۔ نماز تمام عبادات کی جامع اور جز ہے نیز تمام مقربہ اعمال میں سے برتر ہے اور فرائض کی ادائے گی میں سستی نہیں کرنا چاہئے کہ کسی وقت میں فرائض میں سے ایک فرض کو ادا کرنا ہزار سال نوافل ادا کرنے سے بہتر ہے اگرچہ نفلی عبادت نیت خالص سے ادا کی جائے۔ فرض نماز ہمیشہ جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کریں بلکہ تکبیر اولیٰ ترک نہ ہونے پائے، نماز اوقات مستحبہ میں ادا کرے اور دیگر تمام سنن و مستحبات کو مدنظر رکھے۔ (مکتوبات شریف)

نوٹ: حضرت شیخ سرہندی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد ہمارے ان بھائیوں کے لئے درس عبرت ہے جو کہ پنج وقتہ نمازوں سے تو بالکل غافل رہتے ہیں اور شب معراج یا شعبان کی پندرہویں شب نوافل میں گزار دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے بڑا تیر مار لیا ہے اور ساری رات نفل پڑھ کر ہم نے امام صاحب اور مولوی صاحب کو بھی پیچھے کر دیا ہے۔ سنو! حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور پوچھا کہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے کہ جو رات میں نفل نمازیں پڑھتا ہے۔ اور دن میں روزہ رکھتا ہے لیکن جمعہ میں حاضر نہیں ہوتا اور نہ ہی جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتا ہے۔ اس حال میں اگر اس کا انتقال ہوگیا تو اس کا انجام کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا وہ جہنمی ہے۔ (درۃ الناصحین)

حضرت شیخ سرہندی لکھتے ہیں کہ'' ایک روز امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے نماز فجر کی جماعت سے فارغ ہوکر قوم پر نگاہ ڈالی۔ اپنے اصحاب میں سے ایک صاحب کو نہ پایا دریافت کیا فلاں شخص

جماعت میں حاضر نہیں، حاضرین نے عرض کیا وہ شخص رات کا اکثر حصہ بیدار رہتا ہے شاید اسی وجہ سے سویا ہوا ہو۔ آپ نے فرمایا اگر وہ ساری رات سویا رہتا اور فجر کی نماز جماعت سے ادا کرتا تو بہتر تھا۔'' (مکتوبات شریف)

اور فرماتے ہیں شیخ سرہندی ''ایک مستحب کی رعایت اور مکروہ سے بچنا اگر چہ تنزیہی ہی ہو اور مکروہ تحریمی تو بطریق اولیٰ کئی مرتبے ذکر وفکر اور مراقبہ وتوجہ سے بہتر ہے''۔

(مکتوبات شریف)

میرے عزیز بھائیو! اس سچائی میں کوئی شبہ نہیں کہ اب مبارک راتوں میں عبادت اور شب بیداری بڑی خوش نصیبی اور سعادت مندی کی بات ہے مگر بزرگوں کے مذکورہ ارشادات سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنا چاہئے جو فرائض کی ادائے گی میں سستی اور نوافل میں چستی دکھاتے ہیں اور نوافل کو فرائض پر فوقیت دیتے ہیں اور ان لوگوں کو بھی اپنی اصلاح کی فکر کرنی چاہئے کہ جو جماعت چھوڑ کر نماز پڑھنے کے عادی ہیں کیوں کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے ارادہ کیا کہ نماز قائم کرنے کا حکم دوں پھر کسی سے کہوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور میں کچھ لوگوں کو لیکر ان کے پاس جاؤں جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے ان کے گھروں کو آگ لگادوں۔ (بخاری شریف)

اور فرماتے ہیں ﷺ کہ جماعت چھوڑنے والا میرے طریقہ پر نہیں ہے اور نہ ہی مجھے اس سے کوئی واسطہ ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ اس کی فرض ونفل نماز قبول فرماتا ہے۔ اگر یہ اسی حال میں مر جائے تو جہنم کا سزاوار ہے۔

(روح البیان جلد ا،ص ۳۵)

اور ان لوگوں کو بھی اپنی عادت بدلنی چاہئے کہ جو نماز کو اصل وقت گزار کر پڑھنے کے عادی ہیں۔ کیوں کہ ابن ابی الدنیا نے عمر بن دینار سے روایت کیا کہ مدینہ شریف میں ایک شخص کی بہن مر گئی جب وہ اپنی مردہ بہن کو دفن کرنے گیا تو بے خبری میں اس کی ایک تھیلی کا خیال آیا۔ وہ دوڑا ہوا بہن کی قبر پر پہنچا اور مٹی ہٹانا شروع کر دیا تا کہ اپنی تھیلی نکالے۔ اب جو قبر کھلی تو اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس نے دیکھا کہ قبر میں آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں اس خطرناک منظر سے وہ کانپ اٹھا جیسے تیسے قبر پر مٹی ڈالی اور غمگین حالت میں روتا ہوا ماں کے پاس آیا اور پوچھا ماں! بتا میری بہن کیا کرتی تھی کہ اسے قبر میں اس طرح دردناک عذاب ہو رہا ہے جب ماں نے سنا کہ بیٹی کی قبر میں آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں تو اس کی بھی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور اس نے روتے ہوئے کہا بیٹا! تیری بہن نماز میں سستی کرتی رہتی تھی اور نمازوں کو ان کے اوقات سے مؤخر کر کے پڑھا کرتی تھی۔ (مکاشفۃ القلوب)

نماز کے مسائل وفضائل، فرائض، واجبات اور سنن و مستحبات کو بھی سیکھنے حاصل کرنے میں کمی وکوتاہی نہیں کرنی چاہئے کہ نماز کی صحت اور اس کا کمال انہیں پر موقوف ہے۔

مگر افسوس کہ آج کے مسلمان نماز کے فرائض وواجبات اور سنن ومستحبات کو سیکھنے سکھانے کے بجائے امام صاحب کے افعال واطوار اور اخلاق وکردار کی جانچ پڑتال میں لگے رہتے ہیں۔ آج کے نمازی سے اگر نماز کے شرائط وفرائض اور سنن و مستحبات پوچھے جائیں تو نہیں بتا سکتا لیکن امام صاحب کی تمام اچھائیاں اور برائیاں بڑی وضاحت سے بیان کر دے گا۔ ایسے لوگوں کو حضرت شیخ کے اس فرمان سے اصلاح لینا چاہئے اور دوسروں کے عیبوں ونقائص دیکھنے کے بجائے اپنے عیوب پر نظر رکھنی چاہئے اور نماز کے مسائل سیکھنے نیز یاد رکھنے کی فکر کرنی چاہئے۔ (بقیہ انشاء اللہ اگلے شمارہ میں..........)

(......بقیہ ص ۴۸ کا)

سرکار بادشاہ حسین واسطی کے جہاز کی پرواز اموسی ہوائی اڈے لکھنؤ سے ۴؍نومبر ۲۰۰۸ء بروز منگل رات 10:20 پر تھی، لیکن وہاں حجاج کرام کو ۳؍نومبر کو ہی بلایا گیا تھا۔اس لئے بلگرام شریف سے ۳؍نومبر کو لگ بھگ ۱۱ ربجے دن میں دونوں امی جان اور حضور سید ڈاکٹر بادشاہ حسین واسطی کا یہ نوری قافلہ روانہ ہوگیا تھا۔ اللہ اکبر کیا سہانا سماں تھا،لوگوں کا کیا اژدھام تھا کہ میں نے تو پہلی بار کسی حاجی کی رخصتی کے موقعہ پر یہ بھیڑ اور سماں دیکھا تھا۔

لوگوں کی لمبی لمبی قطاریں آپ کے در دولت پر لگی ہوئی تھیں سرکار بادشاہ میاں صاحب گھر سے باہر تشریف لارہے تھے صلوۃ وسلام کا نذرانہ پیش ہورہا تھا اور نعرۂ تکبیر ونعرۂ رسالت کی صدائیں بلند ہورہی تھیں، شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے،حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو، کے نغمے فضاؤں میں گونج رہے تھے،حضور ڈاکٹر سید بادشاہ حسین واسطی نے گھر سے نکل کر سرکار سید محمد قادری بابا علیہ الرحمہ کی درگاہ شریف میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔ پھر اپنے غلاموں کو اپنے سایہ کرم میں لیکر انہیں مقدس صداؤں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے دربار عالی شان میں حاضری دینے کے لئے چل پڑے۔ راستے میں بھی لوگ اپنے اپنے مکانوں دکانوں سے نکل نکل کر فیضیاب ہورہے تھے،لگ بھگ ار بجے دن میں نوری قافلہ بلگرام شریف کی سرحد پر پہنچا،اب آپ اور دونوں امی جان اپنی اسکار پیو گاڑی میں بیٹھ گئے ۔ غلاموں کو بہت بہت کرم سے مشرف کرتے ہوئے لکھنؤ کے لئے روانہ ہوگئے۔آپ کے ہمراہ کئی اور گاڑیاں گئیں تھیں اب کیا تھا، زائرین حرمین شریفین، زائرین حرم، زائرین مدینہ کے فلک شگاف نعرے بلند ہونے لگے۔اپنے محسن ومحبوب کو لوگ دیوانہ وار رخصت کر رہے تھے،گاڑیاں جب تک نظر آتی رہیں تب تک سبھی لوگ نعرہ لگاتے رہے اور پھر انہیں کے کرم کے ساتھ اپنے اپنے گھروں پر آگئے۔

المرسل: محمد واجد حسین واسطی،محمد غلام صغری فیضانی
دارالعلوم الدعوۃ الصغری،بلگرام شریف ہردوئی یوپی
۹۲/۷۸۶

محب الفقیر اعاشق خواجہ مولانا یونس رضا مونس اویسی صاحب
السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ

ایک ماہ قبل ایک مضمون بنا کر خط آپکی خدمت میں روانہ کیا تھا بغرض ماہنامہ سنی دنیا میں شائع کرانے معلوم نہیں وہ خط آپ کو کیوں نہیں ملا بہرحال پچھلے خط کی فوٹو کاپی ارسال کررہا ہوں جس پر نمبر[۱] لکھا ہے وہ پچھلا خط کی فوٹو ہے اور جس پر [۲] لکھا ہے وہ وکالت نامہ علماء کا ہے یہ دونوں اگلے شمارہ میں ضرور شائع کرادیں۔[۳] جس پر لکھا ہے یہ مضمون سالانہ یادگار رضا میں شائع ہو چکا ہے اس کو اگلے شمارہ میں شائع کرادیں۔

اس کے علاوہ ایک استفتاء ہے،وہ دارالافتاء میں دیکر اس کا جواب بھی جلد از جلد میرے پتے پر روانہ کردیں آستانہ عالیہ میں بروقت حاضری آپ کی صحت تندرستی درازی عمر بلند اقبال،ترقی کاروبار نیز آپ کی حاضری اجمیر شریف اور آپکی ازدواجی زندگی میں خوشیاں ملنے کی دعا کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا۔حضرت علامہ ازہری صاحب کو میرا اسلام عرض کردیں کارلائقہ سے یاد فرماتے رہیں۔سبھی احباب متعلقین کو میرا اسلام ودعا کہدیں۔فقط والسلام

دعا گو قدیم آستانہ عالیہ چشتیہ حاجی سید فرقان علی رضوی چشتی
خانقاہ رضویہ درگاہ شریف اجمیر

عرس امجدی کے موقع پر منعقد منقبتی و طرحی مشاعرہ کی رپورٹ

فقیہ اعظم صدر الشریعہ علامہ شاہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کے دو روزہ عرس کے پہلے دن جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی کے صحن میں ایک شاندار طرحی نعتیہ منقبتی مشاعرہ کا انعقاد کیا گیا جس کی صدارت صاحب سجادہ محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری نے کی۔ اور نظامت آصف رضا سیفی نے کی۔ مشاعرہ میں ملک کے نامور نعت خواں شعراء نے شرکت اور طبع کئے ہوئے مرصع اور خوبصورت کلام سے تمام شرکاء و سامعین کو نہ صرف مسرور کیا بلکہ انہیں ادبی و مذہبی رنگ میں رنگ دیا۔

اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری نے کہا کہ اردو کی ترقی میں سب سے بڑا ہاتھ نعتیہ شاعری، مدارس اسلامیہ اور اسلامی جلسوں کا ہے بلکہ انہیں کے دم قدم پر آج اردو زندہ ہے۔ مولانا فداء المصطفیٰ قادری نے کہا کہ شاعری میں معانی کی بھرمار کے ساتھ ساتھ قوت تخیل کا ہونا بہت ضروری ہے ورنہ وہ شاعری اچھی نہیں کہلائے گی۔ بہت سے شعراء کے اشعار پسند کئے گئے سامعین نے خوب کھل کر داد دی۔

یہ پروگرام پوری کامیابی کے ساتھ سفر کرتے ہوئے رات تقریباً دو بجے بعد صلاۃ و سلام شہزادۂ صدر الشریعہ مولانا بہاء المصطفیٰ شیخ الجامعہ جامعۃ الرضا بریلی شریف کی دعا پر بحسن وخوبی اختتام پذیر ہوا۔

فقیہ اعظم صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا ۶۲/ واں عرس منایا گیا

فقیہ اعظم صدر الشریعہ مولانا حکیم امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کا ۶۲/واں عرس امجدی پوری روایتی شان و شوکت کے ساتھ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی کے صحن طلبہ کی دستار بندی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ عرس میں فیضان صدر الشریعہ سے مستفید ہونے کے لئے ہندوستان بھر کے بے مثال خطباء وشعراء نے شرکت کی۔

بعد نماز عشاء تلاوت کلام پاک سے جلسہ کا آغاز ہوا۔ قاری غلام رسول صاحب نے نعت پڑھ کر سامعین کے قلوب کو عشق رسول سے بھر دیا۔ اس کے بعد خطابت کے لئے مولانا عبد المبین نعمانی مہتمم دار العلوم قادریہ چریا کوٹ کو دعوت دی گئی جنہوں نے اصلاح معاشرہ پر زبردست تقریر فرمائی۔ نماز کی طرف رغبت دلاتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ جلوس کا مقصد محض بھیڑ بھاڑ کو اکٹھا کرنا نہیں بلکہ علماء کرام کے بیانات کو سن کر خشیت الٰہی کا جذبہ پیدا کرنا ہے پھر نعت خواں محمد اسلم ردولوی نے قصیدہ بردہ شریف اور کلام اعلیٰ حضرت ''عرش حق ہے مسند رفعت رسول اللہ کی'' پڑھ کر سامعین کے قلوب کو مسحور کر دیا۔

مولانا مسیح الدین حشمتی نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ حضور محدث کبیر کی ذات ستودہ صفات پر اکابر و مشائخ آج اعتماد کرتے ہیں آپ نے کہا کہ مذہب اسلام میں کوئی ملاوٹ نہیں اس لئے مذہب میں صلح کل کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔

مولانا عبد المصطفیٰ ردولوی نے کہا کہ صدر الشریعہ اپنے وقت کے زبردست عالم، فقیہ اور عاشق رسول تھے صدر الشریعہ نے مذہب اسلام کی ترویج و اشاعت کے لئے کافی کوشش کی۔ آپ کی زندگی کا بیش قیمت خزانہ ''بہار شریعت'' آج ہمارے درمیان موجود ہے جس سے مدارس اسلامیہ کے طلبہ وطالبات فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

جامعہ امجدیہ رضویہ کے استاذ مولانا عبد الرحمٰن

صاحب نے ''یوم اساتذہ'' کے انعقاد کی کاروائی کی جس میں اسٹیج پر موجود تمام اساتذہ کی طلبہ نے گل پوشی اور انعامات پیش کر کے خراج محبت حاصل کیا۔ دوران گل پوشی مولانا عبد الرحمٰن صاحب نے کہا کہ آج ہندوستان کے علماء اہل سنت میں اکثر بالواسطہ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے شاگرد ہیں اس کے بعد علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری کے ہاتھوں صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا تصنیف کردہ ''حاشیہ طحاوی شریف'' کی رسم اجرا ہوئی۔

اس موقع پر آپ نے مرتب حاشیۂ طحاوی شریف مولانا فیضان المصطفیٰ قادری کو مبارک باد دی جنھوں نے کافی محنت اور عرق ریزی کے بعد اس کام کو انجام دیا۔ آپ نے آگے فرمایا کہ یہ حاشیہ صدر الشریعہ کی وفات کے ۶۲ ر سال بعد وجود میں آیا ہے اور ۶۲ ر کا عدد کافی متبرک ہے اصح الکتب بعد کتاب اللہ بخاری شریف کے مؤلف امام بخاری کی عمر بھی ۶۲ ر سال تھی صدر الشریعہ نے یہ حاشیہ ایسی حالت میں لکھا کہ طحاوی شریف کا کوئی حاشیہ پیش نظر نہ تھا۔

صدر الشریعہ کی وہ ذات ہے جس نے علامہ بدر الدین عینی کے بعد سب سے پہلے اس کتاب پر قلم اٹھایا، حاشیہ پڑھنے کے بعد معلوم ہوگا کہ صدر الشریعہ فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ محدث بھی تھے اس موقع پر جامعہ امجدیہ سے فارغ ہونے والے طلبہ کی علماء و مشائخ کے ہاتھوں دستار بندی کی گئی جن کی کل تعداد ۷۹ ر تھی۔ ۱۲ ر بجکر ۲۶ ر منٹ پر قل شریف ہوا، اثر فیضی، اسد اقبال، عسجد رضا، واصف اختر قادری وغیرہ نے نعت پڑھی۔

☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

مدینہ جاکے دیکھیں گے

جناب سرور عالم کا روضہ جاکے دیکھیں گے
وہاں پر روز رحمت کا برسنا جاکے دیکھیں گے

ہماری دونوں امی جان اور اچھے میاں صاحب
خدا کے فضل سے کعبہ کا کعبہ جاکے دیکھیں گے

جناب سید صغریٰ پیا کے فیض اقدس سے
مدینہ انوار طیبہ میں برستا جاکے دیکھیں گے

کرم ہے قادری بابا کا کتنا دیکھئے ان پر
خدا کے خاص رحمت کا نظارہ جاکے دیکھیں گے

عطائے سید شاہد حسین پاک سے بے شک
نبی کا معجزہ زم زم کا چشمہ جاکے دیکھیں گے

پئیں گے آب زم زم اور صفا مروہ پہاڑی کی
کریں گے یہ سعی اللہ کا جلوہ جاکے دیکھیں گے

ہزاروں جان و دل سے بوسہ دیں گے حجر اسود کو
غلاف کعبہ کا منظر سہانا جاکے دیکھیں گے

خدا کا نام لے لے کر درود پاک پڑھ پڑھ کر
نبی کا گنبد خضریٰ انوکھا جاکے دیکھیں گے

منیٰ کی سرزمیں اور دلنشیں عرفات کا منظر
وہاں سے ان کا آیا ہے بلاوا جاکے دیکھیں گے

اویس مصطفیٰ سرکار کی نظر عنایت سے
شہیرؔ خالدی ہم بھی مدینہ جاکے دیکھیں گے

از: شہیر رضوی کھیروی
سید واڑہ، کھیری یوپی

داعی کے اوصاف اور دعوت کے چند سنہرے اصول

از: مولانا تاج محمد خان ازہری، ہیڈ آف اورینٹل اسٹڈیز ڈپارٹمنٹ، البرکات ایجوکیشنل انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ (یوپی)

دعوت و تبلیغ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ تخلیق کائنات کے بعد، جب سے دنیا میں انبیاء اور رسل علیہم السلام کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا ہے ہر نبی اور ہر رسول نے اس فریضے کو انجام دیا ہے۔ اور ان کی آمد کا سلسلہ منقطع ہو جانے کے بعد اب یہ مقدس فریضہ اللہ کے انتہائی مقرب اور برگزیدہ بندے سرانجام دے رہے ہیں۔ چونکہ رب قدیر کا ارشاد پاک ہے: أدع الی سبیل ربك بالحكمة و المؤعظة الحسنة۔ لوگوں کو حکمت و موعظت کے ساتھ اپنے رب کی جانب دعوت دو اور بلاؤ۔ اور دوسرے مقام پر فرمایا: کنتم خیر أمة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف و تنهون عن المنكر۔ تمہیں خیر الامم ہونے کا شرف اس لیے حاصل ہے کہ تم لوگوں کو اچھائیوں کی ترغیب دیتے ہو اور برائیوں سے باز رہنے کا حکم دیتے ہو۔ صرف قرآن عظیم ہی نے نہیں بلکہ دعوت و تبلیغ کا حکم پیارے آقا نے بھی دیا، اور فرمایا: بلغوا عنی و لو آیة۔ اور دوسری حدیث پاک میں فرمایا: فلیبلغ الشاهد الغائب۔ مندرجہ بالا آیات اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں ہمارے قارئین کو دعوت الی اللہ کی اہمیت کا اندازہ بخوبی ہو گیا ہوگا۔ لھذا اب ذیل میں ہم داعی کے کچھ اوصاف اور دعوت کے چند سنہرے اصول و ضوابط سپرد قرطاس کرتے ہیں۔ کہ یہ اوصاف اگر ایک داعی کے اندر پالیے جائیں نیز بیان ہونے والے اصول وضوابط اس کے پیش نظر ہوں تو باذن اللہ وہ ایک انتہائی کامیاب مبلغ اسلام اور اس کی دعوت کو ضرور مقبولیت عامہ حاصل ہوگی۔

داعی کا کام دوسروں کو ان کے ارادوں اور افکار سے دستبردار کروا کے اپنے خیالات کے مطابق ڈھالنا ہوتا ہے، مگر یہ کوئی آسان کام نہیں، ہر شخص اپنے آپ کو حق پر سمجھتا ہے، پیدائشی اور وراثی عقائد و نظریات کلیۃ ترک کر دینا آسانی کے ساتھ ممکن نہیں ہوتا۔ دوسروں کو بدلنے کی تکنیک سے واقفیت کے بغیر دعاۃ کو اکثر ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اس سلسلے میں داعی کے لیے ضروری ہیکہ مخاطب کی ذہنی کیفیت، حالات و واقعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے دعوت کے کام کا آغاز نہایت ہی حکمت وبصیرت سے کرے، بایں طور اس کی دعوت مؤثر ہو سکتی ہے۔ ذیل میں ان اہم نکات کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو ہمہ وقت داعی کی فطرت ثانیہ کی صورت میں اس کے وجود کا حصہ بنکر رہیں، ان نکات پر عمل کر کے انشاء اللہ داعی اپنی دعوت کو قابل قبول اور مؤثر بنا سکتے ہیں۔

اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ: داعی کی اولین کوشش یہ ہونی چاہئے کہ وہ چیزوں کو صرف اپنے ہی نقطہ نگاہ سے نہیں بلکہ دوسروں کے نقطہ نگاہ سے بھی دیکھے، اس طرح

اسے مخالفت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا، ایک ہی مسئلے کے بارے میں مختلف لوگوں کا نقطہ نظر مختلف ہوتا ہے۔ اگر داعی بھی صرف اپنے ہی نقطہ نگاہ پر اڑا رہے تو دوسروں تک اپنی بات نہیں پہنچا سکے گا، اس لیے ضروری ہے کہ فریق ثانی کی بات کو مکمل سنے اور اپنی بات کے آغاز کیساتھ ہی اس کی بات کا انکار نہ کرے بلکہ اس کے موقف کو سراہتے ہوئے دوسرے زاویئے سے بات کرے کیونکہ آغاز گفتگو میں مخاطب کی بات کے جھٹلانے سے وہ دل برداشتہ ہوجائے گا اور اپنی انا (میں) کی وجہ سے آپ کی بات بھی سننے سے انکار کردے گا، جملہ نقطہ ہائے نظر کو سامنے رکھکر ہی درمیانی راہ نکالی جاسکتی ہے، جو قابل قبول ہوسکے۔ داعی کے لیے لازم ہے کہ وہ دوسروں کے نظریات کی تنقیص نہ کرے، دوسروں کی آراء کا احترام بھی کرے، بات توجہ سے سنے پھر دلائل کے ساتھ اپنی بات پہنچائے۔ دوسرے شخص کو کبھی یہ نہ کہے کہ تم غلط کہتے ہو بلکہ گفتگو سن کر اس طرح کہے کہ جو کچھ آپ نے کہا درست ہے لیکن سوچنے کا ایک اور انداز بھی ہے۔ آپ توجہ فرمائیں تو میں کچھ عرض کروں، اس طرح دوسرا شخص حق بات قبول کرنے پر آمادہ ہوسکتا ہے ورنہ ہٹ دھرمی پر اتر آئے گا اور آپ کی بات کو غلط کہتا رہے گا۔

انداز تکلم: یہ ڈرامے کا دور ہے، ڈرامہ عصر حاضر میں ابلاغ کا مؤثر ترین ذریعہ ہے، جو غیر محسوس طریق سے دل و دماغ میں کئی ایسی چیزیں اتار دیتا ہے جن کا آدمی کو شعور تک نہیں ہوتا، اپنے خیالات کو ڈرامائی انداز سے دوسروں تک پہنچایئے؟ پھر دیکھئے غیر محسوس طریقے سے مخاطب کس طرح سنجیدگی کے ساتھ آپ کی دعوت کے بارے میں سوچنے لگ جاتا ہے، کسی تاریخی واقعہ، ذاتی تجربہ و مشاہدہ سے بات کا آغاز یا حالات حاضرہ اور امت کی مجموعی صورت حال سے بات کا آغاز کرنا مخاطبین کی توجہ اپنی طرف مبذول کروانے کا بہترین طریقہ ہے۔ بہر حال بالجملہ داعی کے لیے ضروری ہے کہ مندرجہ ذیل شعر کا مصداق حقیقی ہو۔

نگہ بلند سخن دلنواز جاں پرسوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لیے

اپنی اہمیت جتانے سے اجتناب: اپنی دعوت کو کامیاب بنانے کے لیے داعی کو چاہیے کہ اپنی اہمیت جتا کر دوسروں پر بات ٹھونسنے سے اجتناب کرے، بات اس طرح کرے کہ دوسرا شخص محسوس کرے کہ یہ اس کے اپنے دل کی آواز ہے، جو کچھ اس نے سنا اس کے اپنے نظریات ہیں ان میں غیریت نہیں بلکہ اپنائیت ہے۔ ان نظریات پر کسی کی اجارہ داری نہیں، دوسروں کے نظریات کو اپنانے میں انسانی نفس آڑے آجاتا ہے جبکہ وہی خیالات اپنے سمجھ کر قبول کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔

بحث و تکرار سے پرہیز: بے جا بحث مباحثہ اور تکرار سے پرہیز کرے، کبھی دوسرے شخص کو چیلنج نہ کرے، اس لیے کہ جب آپ علی الاعلان کسی شخص کو للکارینگے تو وہ لازماً اپنے دفاع پر تل جائے گا پھر کبھی ہار ماننے کے لیے تیار نہیں ہوگا، خواہ اس کا موقف غلط ہی کیوں نہ ہو، اس لیے کہ یہ انسان کی نفسیات میں سے ہے کہ وہ جس معاملے میں اپنی تذلیل محسوس کرتا ہے اسے کبھی قبول نہیں کرسکتا۔

دوستانہ ماحول: اگر آپ دوسروں کو اپنی سوچ کے مطابق بدلنے کے خواہش مند ہیں تو گفتگو کا آغاز دوستانہ ماحول میں کیجیے، طرز عمل سے اپنائیت کا احساس ہو۔ شیریں کلامی دلوں کو تسخیر کرنے میں اکسیر کا درجہ رکھتی ہے دوران گفتگو اس بات کا شدت کے ساتھ خیال رکھیئے کہ مخاطب

آپ کی باتوں سے زیادہ سے زیادہ موافقت کرے، ورنہ گفتگو کا رخ اگر بار بار انکار کی سمت جائے گا تو آپ اپنی کامیابی کے راستے مسدود پائینگے ،کوئی ایسی بات نہ کی جائے مخاطب جس کا فوری انکار کردے،مشترک امور پہلے زیر بحث لائے جائیں تا کہ موافقت کا ماحول قائم رہے۔

مخاطب کو سننا: اگر کہیں غلطی ہوجائے تو داعی کو چاہیے کہ فوراً تسلیم کر کے معذرت کر لے ،دوران گفتگو دوسرے کو بات کرنے کا زیادہ موقع دیا جائے ،اس طرح مخاطب اپنی اہمیت کو محسوس کرے گا،اور داعی کی بات بھی توجہ سے سنے گا،اگر داعی ہی بولتا جائے اور مخاطب کو موقع نہ دے تو سننے والا بوریت محسوس کرے گا،اس طرح اچھی بات کے قبولیت کے امکانات بھی کم ہوجائینگے۔

ہمدردانہ رویہ: مخاطب کے اچھے جذبات کو بار بار سراہا جائے ،چونکہ ذہن کی نسبت دل کے راستے سے تبدیلی جلد آتی ہے ، اس کے لیے ضروری ہے کہ داعی کا رویہ ہمدردانہ اور خیر خواہی پر مبنی ہو۔مخاطب کو داعی کے خلوص اور حسن نیت پر اعتماد و بھروسہ ہو۔

غصہ سے اجتناب: دعوت کا کام انتہائی صبر آزما اور قوت برداشت طلب ہوتا ہے۔دعوت کی کامیابی کے امکانات ایسی صورت میں ہی روشن ہوسکتے ہیں جبکہ داعی دوسروں کو غصے اور اشتعال میں لائے بغیر اپنی بات منتقل کرنے پر قادر ہو،مخاطب کو بوریت اور ناراضگی سے بچانے کا ہنر بخوبی جانتا ہو،وقت ضائع نہ کر کے سارا کام خوشگوار موڈ اور اچھے ماحول میں کرے۔

مثبت سوچ: داعی کی گفتگو سے مخاطب کو کبھی اس طرح کا اشارہ نہ ملے کہ اشیاء اور موجودہ حالات ناقابل اصلاح ہیں ، بلکہ اس طرح مخاطب کے ذہن کو تبدیلی کی طرف راغب کرے کہ ساتھ ساتھ اس کی حوصلہ افزائی بھی ہوتی رہے اس طرح مخاطب کی غلطیوں کو درست کر لینا کوئی زیادہ مشکل نہیں ہوگا،غلط خیالات پر آسانی سے قابو پایا جاسکتا ہے،بس ہمت کرنے کی دیر ہے۔ ،مزید برآں دوسرے لوگوں کی عملی مثالیں دینے سے مخاطب کا حوصلہ بڑھتا ہے اور قدم جادہ حق پر رواں دواں ہوجاتے ہیں۔

مخاطب کی دلجوئی و حوصلہ افزائی: اس میں شک نہیں کہ تعریف جادو کا اثر رکھتی ہے،اسی لیے داعی کو گفتگو کا آغاز ہمیشہ مخاطب کی خوبیوں سے کرنا چاہئے، اس لیے کہ تعریف سننے کے بعد ناخوشگوار اور تلخ بات بھی گوارا کی جاسکتی ہے۔بہتری کے آثار پیدا ہوں تو داعی کو چاہیے کہ مخاطب کو قدم قدم پر دل کھول کر داد وتحسین سے نوازے،تعریف کرنے میں بخل سے کام نہ لے،اس طرح حالات تیزی کیساتھ سنورنے لگیں گے،رفتار کام میں اضافہ ہوگا۔ڈانٹ ڈپٹ اور روک ٹوک سے یاس اور قنوطیت جنم لیتی ہے،اٹھے ہوئے قدم بھی رک جاتے ہیں،جو کچھ داعی تجویز کرے اسے مخاطب کو بخوشی ورضا قبول کرنے دے، جبر کا ماحول پیدا نہ کرے۔ اس لیے کہ رب کا فرمان ہے: لااکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی ۔ دین میں کوئی زور وزبردستی نہیں،ہدایت گمرہی دونوں کے راستے واضح کردیئے گئے ہیں۔

ڈائرکٹ تنقید سے گریز: داعی کے لیے ضروری ہے کہ دوسروں پر نکتہ چینی سے قبل خود اپنی غلطیوں کی نشان دہی کرے۔کسی کو براہ راست اور سب کے سامنے نہ ڈانٹے اس لیے کہ حکماء نے کہا ہے:نصیحت اگر تنہائی میں ہوتو وہ نصیحت ہے اور اگر لوگوں کے مابین ہوتو فضیحت ہے۔اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسی نصیحت کے منفی اثرات مرتب

ہوتے ہیں۔ داعی کو چاہیے کہ مخاطب کو اس کی خامیوں اور کوتاہیوں کی طرف بالواسطہ طریقے سے متوجہ کرے، تاکہ احسان مندی کے جذبات پیدا ہوں، ورنہ غصہ اور نفرت پیدا ہوگی، اور دعوت کا مقصد حقیقی فوت ہو جائے گا۔

حکم کے بجائے گزارش: داعی کبھی بھی تحکمانہ انداز اختیار نہ کرے، احکامات صادر کرنے کی بجائے مختلف سوالات کرکے مخاطب کو اپنے نقطہ نظر کی طرف لائے تاکہ مخاطب جواب کی صورت میں خود اسے تسلیم کرے۔ اس طرح وہ شرمندگی سے بچ جائے گا ورنہ اپنی اہانت اور رسوائی کے احساس کے باعث سچ کو تسلیم کرنے پر بھی آمادہ نہیں ہوگا۔

غمی و خوشی میں شرکت: داعی کا اخلاقی اور منصبی فریضہ یہ بھی ہے کہ دوسروں میں سچی دلچسپی لے، غمی و خوشی میں شرکت کرے، اس طرح عوام داعی کے قریب آجائیں گے، پھر اس کے لیے اپنی بات سمجھانا اور منوانا آسان ہو جائے گا۔

خوش مزاجی: دعاۃ اور مبلغین یہ بات ہمہ وقت پیش نظر رکھیں کہ خندہ پیشانی اور مسکراہٹ جادو کا اثر رکھتی ہے، ایک خوش مزاج شخص کو کسی محفل میں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، ہر اچھے شخص کے گرد دلکشی کا ایک ہالہ ہوتا ہے، اس میں داخل ہونے سے کوئی شخص بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ لھذا داعی کے لیے لازم و ضروری ہے کہ وہ لوگوں سے ہمیشہ خندہ پیشانی اور نرم کلامی سے پیش آئے، ترش روی اور تلخ کلامی سے غایت درجہ بعید رہے۔

ذاتی روابط: رابطوں کی مختلف نوعیت اور صورتیں ہوتی ہیں، لیکن سب سے اہم ذریعہ ذاتی رابطہ ہے۔ سب سے زیادہ غلط فہمیاں دوری کے باعث پیدا ہوتی ہیں، بارہا ایسا بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگوں اور جماعتوں کے افکار و نظریات ایک دوسرے کے مماثل ہوتے ہیں لیکن درمیان میں رابطے کی خلیج حائل ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کو سمجھ نہیں پاتے، نتیجۂ باہم برسر پیکار رہتے ہیں۔ اسی لیے تو کسی دانا و حکیم شاعر نے کہا ہے:

قریب آؤ تو شائد ہمیں سمجھ لوگے
یہ دوریاں تو غلط فہمیاں بڑھاتی ہیں

شخصی رابطے بعد کو قرب میں بدلنے کا بہترین ذریعہ ہیں۔ اس طرح افہام و تفہیم کی راہیں کھلتی ہیں، بدگمانیاں دور ہوتی ہیں، ذہنوں میں لگی گرہیں کھلتی ہیں، اور حسن اخلاق سے دل پگھلنے لگتے ہیں۔ لہٰذا داعی فرائض منصبی میں سے یہ بھی ہے کہ وہ لوگوں سے قدر امکان ذاتی روابط بھی برقرار رکھے۔

تدریجی دعوت: دعوت کے ضمن میں داعی کا تدریج کا خیال رکھنا بہت اہم ہے، عوام کو ایک دم ساری باتیں نہ بتائے، بلکہ حسب ضرورت تھوڑی تھوڑی، یا بلفظ دیگر یوں کہا جائے کہ آسان سے مشکل کی جانب سفر کرے۔ غیر مسلموں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت اس طرح حسین پیرائے میں دے کہ وہ اس میں انفرادی اور اجتماعی مسائل کا حل محسوس کریں، تشنہ روح کی سیرابی اور ضروری کامیابی کی ضمانت کا احساس کریں، دعوت اسلام انہیں اپنے دل کی پکار محسوس ہو۔ اسلام قبول کرنے والوں کو اللہ کی بندگی کی دعوت اس طرح دی جائے کہ ان کی زندگی کا ایک ایک پہلو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے ضمن میں آتا جائے۔ جو لوگ اپنی انفرادی زندگی میں اصلاح قبول کرلیں انہیں ظالمانہ اور استحصالی نظام کو بدلنے کی دعوت دی جائے تاکہ طاغوت کے ساتھ ٹکرانے کے لیے ذہنی طور پر تیار ہو جائیں، اور جب وقت آئے تو اپنا تن، من اور دھن سب کچھ غلبۂ اسلام کے لیے لٹا دینے سے بھی دریغ نہ کریں، اس لیے

داعی کو چاہیے کہ کسی بھی مخاطب کو اس کی قوت ہضم سے زیادہ خوراک نہ دے۔

انکساری و سادہ مزاجی: اس ضمن میں داعی کو ہمیشہ اپنا قد وہ رسول گرامی وقار ﷺ کی ذات کو بنانا چاہیے۔ تواضع انکساری اور سادہ مزاجی اس کی ذات میں کوٹ کوٹ بھری ہو اور پھر کام خاموشی، آہستگی اور سادگی سے کرے، نمود ونمائش تکبر وغرور کا شائبہ تک نہ ہو، ذاتی پروپیگنڈے سے پرہیز کرے، صرف رضائے الٰہی مقصود ہو، اس کام میں شہرت بھی ہے اور بزرگوں نے شہرت کو آفت قرار دیا ہے کیونکہ اس راستے نفس و شیطان کا حملہ بہت شدید ہوتا ہے۔ نفس کی تربیت کا سامان بھی بہت ضروری ہے، ورنہ ذرا ذرا سی بات پر مشتعل ہوکر انسان اپنا وقار کھو بیٹھتا ہے۔ عجلت اور تیز رفتاری بھی نقصان دہ ہوتی ہے، ایک ایک قدم پھونک پھونک رکھنا ہوتا ہے ورنہ بعض اوقات ذرا سی غلطی کیئے کرائے پر پانی پھیر دیتی ہے، پلاننگ بہت سوچ سمجھ کر کرے۔ سطحیت بینی ایک بہت بڑی کمزوری ہے اس لیے داعی کی نظر دور رس نتائج پر ہو، دیر پا نتائج بڑی محنت سے حاصل ہوتے ہیں۔ صرف بیج پھینکنے پر اکتفا کر کے نگرانی کے بغیر مرادوں کی فصل نہیں کاٹی جا سکتی، داعی اور دعوت کا رشتہ درحقیقت کھیت اور کسان کا ہوتا ہے۔

اسلام کی آفاقیت و جامعیت کا تصور: داعیٔ اسلام اگر غیر مسلموں کو تبلیغ کرے تو یہ بات خاص طور پر بتائے اور ذہن نشین کرائے کہ اسلام صرف مسلمانوں کی میراث نہیں بلکہ پوری انسانیت کی متاع گراں مایہ ہے۔ اسلام دین فطرت ہے اور فطرت کے اصول وضوابط کسی انسان کے بنائے ہوئے نہیں۔ علوم کے ماہرین اور سائنسداں فطری اصول وضع نہیں کرتے بلکہ صرف ان کا انکشاف کرتے ہیں، پوری کائنات کا نظام خداے وحدہ لاشریک کے بنائے ہوئے انہیں فطری اصولوں پر چل رہا ہے۔ لہٰذا جب کائنات کی ہر چیز لاشعوری طور پر خالق کائنات کے سامنے سر تسلیم خم کیےء ہوئے ہو تو انسان کو تو بدرجہ اولی وبدرجہء اتم شعوری طور پر اس کے سامنے جھکنا چاہئے، اپنے ارادہ واختیار سے دستبردار ہونے کا نام ہی اسلام ہے اور یہی امن وآشتی کا واحد ذریعہ ہے۔ طبعی قوانین کی طرح اللہ نے اخلاقی وسماجی اور اجتماعی زندگی کے بھی کچھ ضابطے دیئے ہیں، جنہیں اللہ کے رسول ہم تک پہنچاتے ہیں، ان کی پابندی بھی اسی طرح ناگزیر ہے ورنہ دنیا کا نظام اسی طرح بگڑا رہے گا اور اس کی اصلاح نہیں ہو سکے گی۔ مسلمانوں کی صف میں آ کر حق کو قبول نہ کرنا کہاں کی عقلمندی ہے؟! حکمت ودانائی اور راہ نمائی جہاں سے میسر آئے لے لینی چاہئے یہ نہ دیکھا جائے کہ کون کہہ رہا ہے بلکہ توجہ اس امر کی جانب ہونی چاہیے کہ کیا کہہ رہا ہے۔ اور درحقیقت یہی فرمان رسول بھی ہے: الحكمة ضالة المؤمن أنى وجدها فهو أحق بها و عند من رأها طلبها۔ یعنی علم حکمت مومن کی متاع گمشدہ ہے جہاں بھی ملے اسے حاصل کرلے اور جس کسی کے پاس ہو اس سے طلب کرلے۔

نظم و ضبط و باہمی تعاون: یوں تو باہمی ربط اور تعاون ہر اہم کام کے لیے درکار ہے مگر دعوت وتبلیغ کے میدان میں باہمی تعاون کی بڑی اہمیت ہے، سب لوگ ایک جیسی صلاحیت اور قابلیت کے حامل نہیں ہوتے، کام اجتماعی سطح پر اور منظم طریقے سے کیا جائے تو بہتر نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ باہمی تعاون کے ذریعے ساتھیوں کی کمزوریاں دور کی جا سکتی ہیں، دوسروں کی مضبوطی اور ثابت قدمی دیکھ کر عزم وحوصلہ بلند ہوتا ہے، اس سے جدوجہد میں سرگرمی اور تیزی

پیدا ہوتی ہے، اجتماعی ماحول میں بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملتا ہے۔ جس سے علم وعمل کی کمی اور کوتاہی دور ہوتی ہے، اور کم ہمتی سے نجات حاصل کر کے آدمی جرأت مندی سے کام کرتا ہے، لہٰذا داعی کو تنہا کام کرنے کے بجائے دوسروں کے ساتھ مل کر تنظیم کی صورت میں کام کرنا چاہیے۔

مذہب کے وقار کا لحاظ: داعی کے لیے دین کے وقار کا لحاظ رکھنا بھی بہت ضروری ہے، دعوت کے ضمن میں ایسا انداز نہ اپنایا جائے جس سے اسلام کی توہین اور دعوت کی بے قدری ہو۔ اسلام کو بے توقیری اور اہانت سے بچانا داعی کا فرض اولیں ہے۔ مخالفت اور بے رخی کی صورت میں بھی داعی کی زبان سے ہرگز کلمۂ بد دعاء منھ سے نہیں نکلنا چاہیے بلکہ ہمیشہ رشد و ہدایت کی دعاء کرنی چاہیے۔ اور رسول کریم کا سفر طائف اس کے نگاہوں کے سامنے ہمہ وقت ہو۔

موقع کی مناسبت: بے جا اور بے موقع ومحل بات نہ صرف اپنا اثر کھودیتی ہے بلکہ الٹا منفی اثرات مرتب کرتی ہے، لھذا یہ بات داعی کے ملحوظ خاطر رہے کہ ایسی کیفیت پیدا ہی نہ ہونے دے کہ مخالف اپنے آپ کو گھیراؤ میں محسوس کرے اور بغاوت یا راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو جائے، ناراضگی اور غصہ کا عنصر پیدا ہو جانے پر نازیبا کلمات سننے پڑتے ہیں اندریں حالات بھی داعی کے ہاتھ سے صبر و تحمل کا دامن نہ چھوٹنے پائے اور مایوسی قریب نہ پھٹکے۔

ماحول کی تبدیلی: دعوت وتبلیغ کے ماہرین کا کہنا ہے کہ اگر داعی کو کہیں طے شدہ پروگرام کے بغیر اچانک دعوت دینے کا ماحول اور موقع میسر آجائے تو جس شخص کو متوجہ کرنا مقصود ہوا سے ظاہری اعتبار سے سابقہ حالت پر نہ رہنے دیں۔ بات کے آغاز سے پہلے مخاطب اگر بیٹھا ہو تو اسے پیار سے اٹھالیا جائے، کھڑا ہو تو ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ چند قدم چلا لیا جائے، اس طرح مخاطب کے اندر بات سننے اور سمجھنے پر آمادگی پیدا ہوتی ہے۔

نفرت کی بجائے محبت: داعی کو چاہیے کہ گنہگار سے گنہگار شخص کے ساتھ بھی نفرت نہ کرے، اس لیے کہ نفرت وکراہت مرض سے ہوتی ہے نہ مریض سے، لہٰذا داعی مخاطب کے سامنے چاہت اور محبت کا مظاہرہ کرے، ہمدردی، دردمندی اور خیر خواہی کے جذبات کا اظہار کرے، کسی صورت میں بھی اپنے مخاطب کی عزت نفس کو ٹھیس نہ پہنچنے دے۔

غیر متزلزل یقین: دعوت کی کامیابی کا دارومدار اپنے پیغام کی حقانیت پر غیر متزلزل یقین سے ہوتا ہے۔ لھذا اس ضمن میں داعی کے اندر کسی دنیادار کی وجاہت اور مرتبہ سے مرعوبیت پیدا نہ ہو، اور کسی بھی صورت میں اپنی وضع قطع اور تشخص کو دوسروں کی خاطر نہ چھوڑے۔ اسلامی آداب کا پورا خیال رکھے، داعی کا یقین اتنا پختہ ہو کہ کسی صورت میں بھی اصولوں پر سمجھوتا (Compromise) کرنے کے لیے تیار نہ ہو ورنہ دعوت ایک بے جان ڈھانچہ بن کر رہ جائے گی، ہاں موقع کی مناسبت سے انداز میں جدت، کشش اور رغبت پیدا کرنے کی کوشش کرے۔

صبر و تحمل: امت مسلمہ کی خصوصیات اور امتیازات میں سے اس کی داعیانہ حیثیت بہت نمایاں ہے، دعوت کے ذریعے بے یقینوں کو یقین دلانا۔ خواب غفلت میں محو لوگوں کو بیدار کرنا، غافلوں کو خبردار کرنا۔ بگڑے ہوؤں کو راہ راست پر لانا۔ اور بے خوفوں کو ڈرانا۔ یہ کام بڑا صبر آزما ہوتا ہے۔ اکتاہٹ، تھکاوٹ، بیزاری اور پریشانی کو داعی اپنے قریب نہ پھٹکنے دے۔ کبھی جارحانہ انداز نہ اختیار

کرے، اس لیے کہ مظلومیت میں بڑی قوت ہوتی ہے، ابتدائی دور میں اس سے بڑھکر کوئی اور حربہ کارگر نہیں ہوسکتا، حق کی خاطر ہر طرح کے ظلم و جور کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہوئے دیکھ کر انصاف پسند لوگوں کی ہمدردیاں حاصل ہوتی ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی حیات طیبہ اس طرح کے واقعات سے پر ہیں۔

لگن، شوق، اور دعا: یہ امر قابل توجہ ہے کہ لگن اور دھن کے بغیر کوئی معرکہ سر نہیں کیا جاسکتا۔ دعوت دین کا کام توفیق ایزدی کے بغیر ممکن نہیں لہٰذا داعی قدم قدم پر دعا کا سہارا لے، دعا اور دعوت میں درد و سوز، تڑپ اور خیر خواہی کا عنصر غالب ہونا چاہیے، جان و مال اور آرام و وقت کا ایثار درکار ہوتا ہے۔ اس لیے دل جیتنے کے لیے حسب موقع تحائف بھی دینے چاہئیں۔ داعی اعظم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: تهادوا تحابوا۔ یعنی آپس میں ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو اس لیے کہ اس سے الفت و محبت پیدا ہوتی ہے۔ دعوت بار بار دی جائے لیکن لگن کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہوسکتا کہ دوسروں کو تنگ کیا جائے، ان کے آرام اور مصروفیات کا خیال نہ رکھا جائے، حتی کہ تنگ آکر کوئی چڑھ جائے یا ضد پر اتر آئے، داعی کی غیر حکیمانہ حرکات کے باعث ایسی صورت حال میں مخاطب کے افکار و طغیان کا وبال بڑھنے کا خطرہ بھی ہوسکتا ہے۔

پاکیزہ ماحول میں دعوت: اگر مبلغ یا داعی اپنے مخاطب کو اس کے ماحول سے نکال کر اپنے ماحول میں لے آئے تو سمجھ لو کہ نصف معرکہ سر کرلیا، کیونکہ پاکیزہ ماحول کے اپنے خوشگوار اثرات ہوتے ہیں۔ فرشتوں کی موجودگی بھی اثر آفرینی میں اضافہ کرتی ہے، اس طرح سابقہ منفی اثرات زائل ہونے لگتے ہیں اور نیا رنگ چڑھنے لگتا ہے۔

اگر داعی اپنے اندر درج بالا اوصاف پیدا کرلے، معاشرے میں ایک آئیڈیل (Ideal) بن جائے، دعوت دیتے وقت حکمت و بصیرت کے دامن کو پکڑے رکھے، اور سب سے بڑھکر یہ کہ گفتار کی بجائے کردار کا غازی بن جائے تو اس کی زبان میں تاثیر پیدا ہوجائے گی، اور اس کی دعوت کو بھی مقبولیت کا درجہ حاصل ہوگا۔ واللہ تعالی اعلی واعلم۔

☆☆☆

(............بقیہ ص ۲۱ کا) ہوسکتا ہے، یہ کتاب کی غلطی ہو، دس سالہ کو دو سالہ بنادیا ہو۔ امام علم و فن حضرت خواجہ مظفر حسین صاحب مدظلہ جو ملک العلما کے قابل فخر تلمیذ ہیں اور بفضلہ تعالیٰ بقید حیات ہیں، وہ فرماتے ہیں: پانچ سال تو میں نے خدمت کی ہے اور یہ کوئی ۱۹۵۵ء کا زمانہ تھا، لہٰذا پانچ سالہ قیام تو میرا آنکھوں دیکھا ہے، حسن اتفاق سے ملک العلما کا ایک فتویٰ اس وقت سامنے ہے۔ جس پر ۷ نومبر ۱۹۵۴ء کی تاریخ درج ہے۔ اختتامیہ جملہ یہ ہے:۔ والسلام علی اہل الاسلام محمد ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ پرنسپل جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کٹیہار، ضلع پورنیہ، بقلم محمد عبد الرشید متعلم جامعہ لطیفیہ، اب یہ ابہام زیادہ بہتر انداز میں حضرت پروفیسر موصوف دور کر سکتے ہیں۔ ایک اور بات یہ بقلم محمد عبد الرشید متعلم جامعہ لطیفیہ، کون ہیں، یہ وہی متعلم ہیں جو بعد میں حضرت مولانا محمد عبد الرشید رشیدی ہو کر دار العلوم مصطفائیہ خانقاہ رشیدیہ جمخانہ بازار پورنیہ کے صدر مدرس اور ناظم اعلیٰ ہوئے۔ جس میں شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ ۱۹۶۲ء، ۱۹۶۳ء میں مدرس تھے۔

☆☆☆

قربانی کے فضائل و مسائل

از: مدیر

قال اللّٰہ تعالیٰ : ”فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ“ اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔

حدیث (۱) ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: کہ یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) میں ابن آدم کا کوئی عمل خدا کے نزدیک خون بہانے (قربانی کرنے) سے زیادہ پیارا نہیں اور وہ جانور قیامت کے دن اپنی سینگ اور بال اور کھروں کے ساتھ آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے قبل خدا کے نزدیک مقام قبول میں پہنچ جاتا ہے۔

لہٰذا اس کو خوش دلی سے کرو۔ رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ۔

حدیث (۲) زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ یہ قربانیاں کیا ہیں؟ فرمایا کہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ ہمارے لئے اس میں کیا ہے فرمایا ہر بال کے مقابل نیکی ہے عرض کی اون کا کیا حکم ہے فرمایا اون کے ہر بال کے بدلہ میں نیکی ہے۔ رواہ ابن ماجہ۔

حدیث (۳) ابوہریرہ سے مروی ہے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جس میں وسعت ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔ رواہ ابن ماجہ

قربانی کی تعریف: مخصوص جانور کو مخصوص دن میں بہ نیت تقرب ذبح کرنے کو قربانی کہتے ہیں۔ قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے جو اس امت کے لئے باقی رکھی گئی ہے۔

قربانی کا وجوب: کبھی منت ماننے سے کبھی بہ نیت قربانی جانور خریدنے سے ہوتا ہے اور کبھی احیائے سنت ابراہیمی وبقائے حیات کے شکریہ کے سبب ہوتا ہے۔ صورت اولیٰ میں قربانی غنی وفقیر دونوں پر واجب صورت ثانیہ میں صرف فقیر پر واجب اور صورت ثالثہ میں صرف غنی پر واجب ہوتی ہے۔

شرائط وجوب قربانی: مسلمان ہونا، مقیم ہونا، اس نصاب کا مالک ہونا جس سے صدقہ فطر واجب ہوتا ہے، آزاد ہونا اور بالغ ہونا اصح قول پر، شرائط کا پورے وقت میں پایا جانا ضروری نہیں ہے بلکہ ایام قربانی کے کسی حصہ میں شرائط مذکورہ کا پایا جانا وجوب کے لئے کافی ہے۔

قربانی کا سبب: وقت ہے، جب وہ وقت آئے اور شرائط پائے گئے قربانی واجب ہوگئی۔

قربانی کا رکن: مخصوص جانوروں کو قربانی کی نیت سے ذبح کرنا ہے۔

قربانی کا حکم: یہ ہے کہ اس کے ذمہ جو قربانی واجب ہے کر لینے سے بری الذمہ ہو جائے گا اور ریا وغیرہ کی مداخلت کے بغیر اچھی نیت سے کیا تو اللہ کے فضل سے امید ہے کہ آخرت میں اس کا ثواب ملے گا۔

قربانی کا وقت: دسویں ذی الحجہ کے طلوع صبح صادق سے بارہویں کے غروب آفتاب تک ہے یعنی تین دن دوراتیں۔ دسویں تاریخ افضل پھر گیارہویں اور بارہویں سب سے کمتر ہے۔ قربانی کے وقت میں قربانی کرنا ہی لازم ہے بکری یا اس کی قیمت کا صدقہ قربانی کے قائم

مقام نہیں ہوسکتا اور نہ ہی وجوب سے بری الذمہ ہوگا۔

دیہات میں طلوع فجر ہی سے قربانی ہوسکتی ہے۔ بہتر طلوع آفتاب ہے اور شہر میں قبل نماز عید قربانی نہیں ہوسکتی بعد نماز عید کرے۔ قربانی کے ایام گزر گئے اور قربانی نہیں کی تو اس کی قربانی فوت ہوگئی اب نہیں ہوسکتی۔ پھر جانور یا اس کی قیمت صدقہ کرے۔

قربانی کے جانور: تین قسم کے ہیں اونٹ، گائے، بکری، ہر قسم میں اس کی جتنی نوعیں ہیں سب داخل ہیں۔ بھینس گائے میں، اور بھیڑ اور دنبہ بکری میں داخل ہیں نر اور مادہ خصی سب کی قربانی ہوسکتی ہے۔ وحشی جانور کی قربانی جائز نہیں ہے۔

قربانی کے جانور کی عمریں: اونٹ پانچ سال کا، گائے دو سال کی، اور بکری ایک سال کی ہو۔ اس سے کم عمر ہو تو قربانی جائز نہیں زیادہ ہو تو جائز بلکہ افضل ہے۔ قربانی کے جانور کو عیب سے خالی ہونا چاہئے، تھوڑا سا عیب ہو تو قربانی ہوجائے گی، اور زیادہ عیب ہو تو نہیں ہوگی۔

جانور میں شرکت: اونٹ، گائے، بھینس میں سات لوگ شریک ہوسکتے ہیں۔ شرکاء میں سے ایک بھی کافر ہو یا کسی شخص کا مقصود قربانی نہیں بلکہ گوشت حاصل کرنا ہے، تو کسی کی قربانی نہ ہوگی۔ قربانی کے سب شرکاء کی نیت تقرب الی اللہ ہونا چاہئے، شرکاء میں مرتدین زمانہ وہابیہ و دیابنہ وغیرہما میں سے ایک بھی ہو تو کسی کی بھی قربانی نہ ہوگی۔

قربانی کا گوشت: قربانی کا گوشت خود بھی کھا سکتا ہے اور غنی و فقیر کو بھی دے سکتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ گوشت کے تین حصہ کرے ایک حصہ فقراء کے لئے ایک دوست واحباب کے لئے اور ایک حصہ اپنے گھر والوں کے لئے۔ کل صدقہ کرنا بھی جائز اور پورا گوشت گھر ہی رکھ لے یہ بھی جائز ہے۔ شرکت میں گائے وغیرہ کی قربانی ہو تو ضرور ہے کہ گوشت وزن کر کے تقسیم کیا جائے اندازے سے تقسیم کرنا جائز نہیں ہے۔

قربانی کا چمڑا: اس کو باقی رکھتے ہوئے اپنے کام میں لاسکتا ہے۔ نیز قربانی کا چمڑا ایسی چیز سے بدل سکتا ہے جس کو باقی رکھتے ہوئے نفع اٹھایا جائے۔ قربانی کا چمڑا بطور اجرت نہیں دیا جاسکتا ہے۔ قصاب یا ذبح کرنے والے کو بطور اجرت دینا ناجائز ہے۔ چرم قربانی گرچہ واجب التصدق نہیں پھر بھی اس کا بہترین مصرف مدارس دینیہ ہیں۔

آپ کا محبوب دینی ادارہ "جامعۃ الرضا" بھی انہیں مصارف میں سے ایک ہے جو مذہب اہل سنت کی ترویج واشاعت میں شب و روز مصروف ہے۔ لہٰذا اس خیر کے موقع سے و دیگر صدقات واجبہ و نافلہ وعطیات کے موقع سے اپنے جامعۃ الرضا کو ہرگز فراموش نہ کریں۔

قربانی کس طرح کریں: اپنے ہاتھ سے قربانی کرنا افضل ہے خود نہ کرسکے تو اس کی اجازت سے دوسرا کرسکتا ہے اور سنت ہے کہ اپنے سامنے قربانی کرائے جانور کو بھوکا پیاسا نہ رکھے۔ نہ جانور کے سامنے چھری تیز کرے۔ نہ ایک کو دوسرے کے سامنے ذبح کرے۔ جب تک سرد نہ ہو جائے کھال نہ اتارے اور ذبح کرنے سے پہلے یہ پڑھے: "اِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفاً وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۔ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ

الْمُسْلِمِیْنَ"۔ جانور کو قبلہ رو بائیں پہلو پر لٹائیں اور اپنا داہنا پاؤں اس کے شانے پر رکھیں اور تیز چھری سے: "اَللّٰھُمَّ لَکَ وَمِنْکَ بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کہہ کر جلد ذبح کریں نہ ایسا گہرا کہ چھری گردن کے مہرے تک پہنچ جائے، اگر کوئی جانور کو پکڑے ہو تو وہ بھی تکبیر کہے اور اگر اپنا ذبح کرے تو بعد ذبح پڑھے: "اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ خَلِیْلِکَ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَحَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ" دوسرے کا ہو تو مِنِّیْ کی جگہ مِنْ کہنے کے بعد اس کا نام لے۔

تکبیر تشریق کے مسائل: نویں ذی الحجہ کی فجر سے تیرہویں کی عصر تک ہر نماز فرض پنجگانہ کے بعد جو جماعت مستحبہ کے ساتھ ادا کی گئی ایک بار بلند آواز سے کہنا واجب ہے اور تین بار افضل تکبیر تشریق "اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ"۔ تکبیر تشریق سلام پھیرنے کے بعد فوراً واجب ہے یعنی جب تک ایسا فعل نہ کیا ہو کہ اس نماز پر بنا نہ کر سکے۔

نماز عید الاضحیٰ کا طریقہ و نیت: نیت کی میں نے دو رکعت نماز عید الاضحیٰ واجب چھ زائد تکبیروں کے ساتھ واسطے اللہ تعالیٰ کے پیچھے اس امام کے منہ میرا کعبہ شریف کی طرف اللہ اکبر نیت کے بعد کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہکر ہاتھ باندھ لے پھر ثنا پڑھے پھر کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ چھوڑ دے، پھر تیسری بار ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہکر ہاتھ چھوڑ دے پھر چوتھی بار کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہکر ہاتھ باندھ لے پھر اور نمازوں کی طرح امام کی اقتداء میں ایک رکعت مکمل کرے۔

دوسری رکعت میں امام قرأت کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے تین بار کان تک ہاتھ لے جا کر اللہ اکبر کہے اور ہاتھ باندھے اور چوتھی بار بغیر ہاتھ اٹھائے اللہ اکبر کہتا ہوا رکوع میں جائے پھر اور نمازوں کی طرح باقی نماز پوری کرے۔ بعد سلام خطبہ سنے اور بعد دعاء مصافحہ و معانقہ کرے۔

☆☆☆

(......بقیہ ص ۴۳ کا) آئے نیز بیرون ممالک سعودیہ عربیہ، دوبئی، انگلینڈ، امریکہ، لندن، پاکستان وغیرہا سے بھی کثرت سے فون آئے۔ بالخصوص بریلی شریف، بلگرام، مارہرہ، اجمیر شریف کے مشائخ کرام نے مبارکباد پیش کی اور دعاؤں سے نوازا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ اور جملہ بزرگان دین کے صدقہ و طفیل اس تقریب کو قبول فرمائے اور آپس میں ایسی محبت عطا فرمائے جیسی محبت حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا۔ حضور اکرم علیہ السلام اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درمیان تھی اور خوشگوار زندگی گزارنے کی توفیق بخشے۔ آمین

صاحبزادہ مبین ملت مولانا فیضان الہدیٰ کا نکاح ۲۲ر اکتوبر ۲۰۰۸ء کو حضرت علامہ مفتی محمد اعظم رضوی شیخ الحدیث مظہر اسلام بریلی شریف کی صاحبزادی حافظہ، عالمہ برکت فاطمہ سلمہا سے ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس رشتہ میں برکتیں عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

☆☆☆

النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی

از: مفتی عبد القدوس اویسی جامعہ شہید شیخ بھکاری، رانچی، جھارکھنڈ

نکاح سنت خیر الانام علیہ السلام اور تکمیل ایمان ہے، اس کے فوائد کثیر ہیں۔ اور جب دولہا، دلہن نیک اوصاف کے حامل ہوں تو بات ہی کچھ اور ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان مرد وعورت کو اسلام کی راہ پر چلنے اور نکاح کر کے خوش گوار زندگی گذارنے کی توفیق بخشے۔ آمین

مخدوم ملت ممتاز العلماء حضرت علامہ مفتی محمد یونس رضا اویسی رضوی مدظلہ العالی، قاضی القضاۃ تاج الشریعہ سلطان الفقہاء حضرت علامہ شاہ محمد اختر رضا قادری ازہری مدظلہ النورانی کے شاگرد رشید اور خلیفہ ارشد ہیں اور مرکز اہل سنت کی عظیم درس گاہ مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا بریلی شریف کے نائب صدر المدرسین اور اہل سنت کے بے باک ترجمان ماہنامہ ''سنی دنیا'' کے مدیر اعلیٰ ہیں، نیز مفتی موصوف کو دارالسلام بلگرام کی خانقاہ عالیہ قادریہ چشتیہ صغرویہ برکاتیہ رزاقیہ کے سجادہ نشین رئیس الاتقیاء حضرت علامہ سید شاہ اویس مصطفیٰ واسطی قادری مدظلہ سے بیعت اور اجازت وخلافت کا شرف حاصل ہے۔ اور صدر العلماء علامہ تحسین رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہٗ اور امین شریعت علامہ سبطین رضا مدظلہ اور رئیس المفتین قاضی ملت علامہ قاضی عبدالرحیم بستوی مدظلہ سے بھی اجازت وخلافت حاصل ہے۔

آپکا عقد مسنون سراج ملت سراج العلماء حضرت علامہ شاہ سراج الہدیٰ علیہ الرحمہ کی پوتی اور حضرت علامہ شاہ غلام آسی پیا علیہ الرحمہ (جن کی ذات علماء ومشائخ کی مرجع ہے۔ آپ صاحب سلسلہ شیخ طریقت تھے، ''بیت الانوار'' کے نام سے خانقاہ ضلع گیا بہار میں معروف ومشہور ہے) برادر اکبر حضرت علامہ ارشد القادری قدس سرہٗ کی نواسی خلیفہ حضور مفتی اعظم ہندوسراج ملت، حضرت مبین ملت پیر طریقت علامہ شاہ مبین الہدیٰ دامت فیوضہم کی دختر نیک اختر ''صبا فاطمہ نوری'' سے ہونا قرار پایا۔

ان کی والدہ ماجدہ ''شاہدہ آسی'' ہیں جو عالمہ اور کامیاب مبلغہ ہیں جنہوں نے اپنی تقریر وتبلیغ سے اہل سنت کے خواتین میں دینی بیداری پیدا کی ہے۔ جمشید پور اور اطراف کی خواتین اسلام کی مرجع ہیں، ہر ہفتہ پیر کو اپنے گھر میں محفل منعقد کرتی ہیں جس میں قرب وجوار کی کثرت سے خواتین اسلام شرکت فرما کر دینی معلومات سے اپنے آپ کو آراستہ وپیراستہ کرتی ہیں۔ صبا فاطمہ نوری بھی دینی ودنیاوی دونوں تعلیم سے آراستہ ہیں اور تقریر ونعت سے تبلیغ اسلام کرتی ہیں اللہ تعالیٰ ان کے حوصلہ کو بلند فرمائے اور ان سے دین اسلام کا کام لے۔

مفتی صاحب کے احباب، مریدین، متوسلین کے حلقہ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور بے صبری سے نکاح کی ساعت سعید کا انتظار کرنے لگے بالآخر وہ بھی طے ہو گیا یعنی ۲۵ر اکتوبر ۲۰۰۸ء کی تاریخ نکاح کے لئے مقرر کی گئی۔ ۲۳ر اکتوبر کو ''اویسی منزل'' کو چمکدار اسٹیکروں، اور بینروں اور قمقموں سے سجا کر دولہن بنا دیا گیا جو ہر دیکھنے والے کی نگاہوں کو خیرہ خیرہ کر رہی تھیں۔ اسی دن محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد ہوئی۔ ۲۴ر اکتوبر بروز جمعہ رضوی محلہ ریوڑیہہ،

یوپی، گریڈیہہ کے جملہ باشندگان اور احباب و رشتہ دار، قرابتدار کو دعوت طعام تھی یہ تقریب بھی بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوئی۔ ۲۵؍اکتوبر ۲۰۰۸ء کو نورانی باراتی لیکر ہم لوگ سواگت میرج ہال جمشید پور ٹاٹا نگر پہنچے جہاں حضرت مبین ملت کے مریدین، قرابتدار، علماء کرام، مشائخ عظام نے شاندار استقبال کیا۔

حضرت مفتی صاحب کے گھر اور حضرت مبین ملت مدظلہ کے گھر پر اس شادی کی تقریب میں کسی طرح کی خرافات نہ ہوئی جو فی زمانہ رائج ہے۔ بلکہ شادیوں میں گیتوں کا رواج تھا حضرت مفتی صاحب نے اسے بند کروایا اور اس کی جگہ نعتوں کی محفل کا آغاز کیا جس کی خوب خوب تعریف ہوئی۔ نیز آتش بازی، ناچ، گانے، بے پردگی وغیرہا کا منظر دیکھنے میں نہیں آیا۔ بہر حال واقعی یہ نوری اور شریعت اسلامیہ کے اصول کی پابند شادی تھی۔ ۲۵؍اکتوبر بروز ہفتہ شب اتوار تقریبا ساڑھے ۱۱؍بجے عقد نکاح ہوا تقریب نکاح میں مشائخ کرام اور علماء عظام کی کثرت تھی معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے کسی شرعی سیمینار یا اعراس کی تقریب ہے۔ مولانا شرف الدین شرف جونپوری اور ٹاٹا نگر کے ایک شاعر ابرار قیصر صاحب نے سہرا پڑھ کر محفل کو اور نورانی بنادیا۔ بروز اتوار ۲۶؍تاریخ کو صبح ۸؍بجے ہم لوگ جمشید پور سے واپس ہوئے۔ ۲۷؍اکتوبر ۲۰۰۸ء کو شاندار ولیمہ ہوا جس میں جھارکھنڈ کے مدارس کے بڑے بڑے علماء رؤسا اور سیاستداں، معززین مفتی صاحب کے مریدین، متوسلین نے شرکت کی اور مفتی صاحب اور دولہن کو دعاؤں سے نوازا۔ ایک سلسلہ مبارکبادی کا موبائل پر شروع ہوا جو تھمنے میں نہیں آرہا تھا۔ ہندوستان میں تقریباً ہر اسٹیٹ سے بڑے بڑے علماء، احباب کے فون (بقیہ ص ۱۴۱ پر......)

سہرا

بموقع : جشن شادی خانہ آبادی

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد یونس رضا اویسی رضوی
ہمراہ عزیزہ صبا فاطمہ نوری سلمہا

نتیجہ فکر: استاذ الشعرا حضرت علامہ مفتی **محمد فاروق** صاحب فارق رضوی
صدر مفتی دار العلوم منظر اسلام درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

خوشی سے کہہ رہے ہیں سب کہ ہے فضلِ خدا سہرا
محمد مصطفیٰ صلّٰی علیٰ کی ہے عطا سہرا

پسندِ چشمِ سرکارِ شہ غوثِ الوریٰ سہرا
ہُوا محبوبِ و مطلوبِ دلِ خواجہ پیا سہرا

بفیضِ حضرتِ سید محمد دعوتِ صغریٰ
دکھاتا ہے سبھی کواب بہارِ جاں فزا سہرا

حضورِ شاہِ مارہرہ شہ برکت کی برکت سے
کہا سب نے مکمل خیر و برکت ہو گیا سہرا

ہے مخدومِ بہارِ شاہ شرف الدیں منیری سے
سراپا مستنیر و پُر جمال و پُر ضیا سہرا

مجدد اعلیٰ حضرت سیدی احمد رضا خاں سے
جمالِ علم کی دولت یقیناً پا گیا سہرا

بفیضِ حضرتِ مفتیِ اعظم ہو گیا نوری
نظر میں اہل دل کی دیکھئے نوری فزا سہرا

شہِ آسی پیا- علامہ ارشد قادری کی بھی
ہوئی روحانی برکت-ہو گیا جلوہ نما سہرا

کرم سید اویس مصطفا ئے واسطی دیکھو
ہُوا ہے اب پسندِ رحمت کُل اولیا سہرا

وہ قاضی القضاۃ و سیدی اختر رضا نوری
ہُوا جن کی دعا سے اختر بُرجِ ہُدیٰ سہرا

دعائے قاضی ملت وسید بادشاہ کے فیض سے
ہے مظفر و منور دلرُبا و خوشنما سہرا

کریم ابنِ کریم اب حضرتِ عسجد رضا سے ہے
سُنہرا- روح پرور- خوبصورت- خوشنما سہرا

عنایت دیکھئے حضرت سراج دین وملت کی
رُخِ نوشاہ پر جلوہ نما ہے چاند سا سہرا

خوشی کا وقت ہے اللہ کی رحمت برستی ہے
سجا ہے بر جبینِ مفتی یونس رضا سہرا

اِرَم سے مرحبا جمن میاں نوشہ کے والد نے
دُعاؤں کا سجاکر آج بھیجا خوشنما سہرا

کثیرا بی بی جو ہیں والدہ دولہا کی کہتی ہیں
الٰہی میرے بیٹے کا رہے ہردم ہرا سہرا

الٰہی، یہ چچا قدرت میاں- یمن میاں بولے
بھتیجے کا ہمارے یا خدا ہو دلرُبا سہرا

اخی طیب رضا- یوسف رضا یوں مست وبے خود ہیں
کہ دیکھا اپنے بھائی کا سجا خوشیوں بھرا سہرا

یہ بھائی دولہا کے عمران اور رضوان رضا خوش ہیں
کہ جیسے آج اِن دونوں کے سر پر سج گیا سہرا

یہ رُخسانہ، حسینہ، شمع، شہناز آج سب بہنیں
خوشی سے کہتی ہیں ہے خوبصورت بھائی کا سہرا

یہ بہنوئی شہاب الدین، مختار اور شبراتی
بہت مسرور ہیں نظروں کو اِنکی بھا گیا سہرا

مگن جاوید، عارف اور ممتاز و نیاز اب ہیں
حقیقت یہ ہے گھر اِن سب کے دل میں کر گیا سہرا

یہ بھائی دولہا کے دیکھو شہادت، طاہر و یحیٰ
خوشی سے کہتے ہیں سہرا ہے دل کا آئینہ سہرا

حلیم اور یہ سلیم اور یہ علیم، عین الرضا بھی تو
پکار اٹھے بہت ہی دلربا ہے بھائی کا سہرا

یہ مولانا مبارک اور مولانا نیاز اب تو
خوشی میں بولے خوشیوں کا ہماری کھل گیا سہرا

بھتیجے دولہا کے علوان، ارمان اور کلام اب تو
بہت خوش ہیں چچا کا دیکھ کر راحت فزا سہرا

یہ مُسکان وارتج، عمرہ بھتیجی سب کی سب خوش ہیں
فدا سہرے پہ ہوتی ہیں کہ ہے کتنا بھلا سہرا

سکینہ اور زلیخا، بھابھیاں دولہا کی کہتی ہیں
خدا رکھے ہمیشہ پھولتا پھلتا ہوا سہرا

یہ یزدانی میاں، راشد میاں، ماموں بھی دولہا کے
دعائیں دیتے ہیں یارب رہے نوری فضا سہرا

مبینِ ملت علامہ مبین اب یوں دعا گو ہیں
بہاریں عیش و عشرت کی دکھائے یا خدا سہرا

ہُوئیں یوں شاہدہ آسی دعا گو ساس دولہا کی
تری رحمت کے سایہ میں رہے ربّ العلیٰ سہرا

یہ رضوان اور فیضان اور بُرہان اور ریحان نے
کہا بہنوئی کا ہے واقعی الفت بھرا سہرا

ضیاءِ شہ ضیاء المصطفیٰ سہرے نے یوں پائی
کہ ہر اہلِ نظر یوں کہہ اُٹھا- ہے پُر ضیا سہرا

دعائیں بے بہا، حضرت بہاء المصطفیٰ نے دیں
جبھی تو اہل دل کے دل کا مرکز بن گیا سہرا

یقیناً مفتیِ دیں مفتی شمس الدین کے صدقے
مثالِ شمس روشن ہو گیا ہے مرحبا سہرا

یہ فیضِ حضرتِ علامہ یوسف قادری دیکھو
حسیں تر ہے رُخِ نوشاہ پر اب دلرُبا سہرا

(بقیہ ص ۱۳ پر.............)

نتیجہ فکر: حضرت مولانا مفتی محمد معین الدین خاں صاحب برکاتی استاذ مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا بریلی شریف

سہرا

رب سلم گنگناؤ گاؤ سہرا نور کا — النکاح سنتی پیارا ہے تحفہ نور کا
غوث وخواجہ اور سید دعوت صغریٰ ہیں نور — نور والوں کے ہے سر نورانی سہرا نور کا
ہے منیری نور ہم پر شاہ برکت کا کرم — واسطی کے واسطے سارا ہے رشتہ نور کا
نائب غوث الوریٰ ہیں سیدی احمد رضا — اس صدی میں علم پر ان کا ہے پہرہ نور کا
اعلیٰ حضرت اور انکے جانشینوں کا بھی آج — بج رہا ہے چار سو عالم میں ڈنکا نور کا
حضرت علامہ ارشد بالیقیں باطل شکن — اس رضا کے شیر کا ہوتا ہے چرچا نور کا
ہیں سراج ملت و آسی پیا دادا خسر — انکے فیض نور سے نوشہ کا سہرا نور کا
آج وہ نوشہ بنا جو ہے خلیفہ و مرید — شہ اویس مصطفیٰ کا جو ہے سایہ نور کا
سیدی تاج شریعت کا ہے یہ فیض کرم — محفل شادی میں ہرسو ہے سویرا نور کا
یونس مونس کہا تاجِ شریعت نے جسے — اسکی شادی آج ہے یا کہ ہے میلہ نور کا
حضرت قاضی ملت اور علامہ حضور — جان محفل ہیں یہ بزرگ اور اجالا نور کا
شہ بہاء المصطفیٰ اور مفتی ناظم علی — جلوہ گر ہیں شیخ دونوں جن سے جلوہ نور کا
حضرت عسجد میاں ہیں برج اختر کے قمر — انکی تابش سے دلوں میں آیا لہرا نور کا
حضرت پیرانی امی بلگرام پاک سے — بھیجتی ہیں اپنے شہزادوں کا صدقہ نور کا
ہیں عطائیں ام عسجد شاہ کی نوشہ پہ جو — یہ دعائیں ہیں انہیں کی اور سہرا نور کا
گلشن حضرت مبین ملت بیضاء میں ہے — موسم فصل بہاری کا وہ نیساں نور کا
اے صبائے فاطمہ تم پر اثر ہو نام کا — فاطمہ زہرا کی سیرت کا ہو سایہ نور کا
مفتی یونس اویسی ہیں شگفتہ وہ کنول — جھیل میں تنہا جو اگتا رنگ لاتا نور کا
ماموں خسر راشد میاں ہیں اور یزدانی میاں — ان کی جلوت اور دعاؤں کا ہے ثمرہ نور کا
حضرتِ علامہ یوسف اور ہیں مفتی بشیر — جنکی آمد سے ہوا خوشیوں کا میلا نور کا

آمد حضرتِ شعیبؔ و مفتی اسلامؔ سے — مل گیا ہے آج خوشیوں کو ٹھکانہ نور کا
بندۂ قدوسؔ حضرت اور میاں رمضانؔ سے — ہے عزیزوں کے دلوں میں ایک جذبہ نور کا
یہ نیازؔ پاک ہو تم کو مبارکؔ اے اخی — بٹ رہا ہے نور والوں سے جو صدقہ نور کا
شاد ہیں جمّنؔ میاں مرحوم اپنی قبر میں — روح ہے سایہ کناں بیٹے کے سر پہ نور کا
حضرت مفتی شعیبؔ و حضرت سلمانؔ شاہ — گلبن رضوی کے ان پھولوں سے سہرا نور کا
مولوی آدمؔ کا اور مفتی مظفرؔ کا کرم — ہیں شریک بزم جس میں نور برسا نور کا
شادماں عبد الٰہیؔ اور چچا قدرتؔ میاں — جنکی فرحتؔ کا بھتیجے پر اجالا نور کا
ہیں مگن چاچا یتیمنؔ اور چچانی بھی سبھی — سب کے چہروں پر مسرت کا پھریرا نور کا
ہے عزیزوں کا یہ رضوانؔ بزرگوں کے فیضؔ سے — جس پہ یہ برہانؔ کہ ریحانؔی سہرا نور کا
ہیں برادر طیبؔ و یوسفؔ رضا فرحانؔ بہت — لائے ہیں بھائی کا وہ فردوسی سہرا نور کا
فرحت و بہجت میں ہیں عمرانؔ اور رضوانؔ بھی — لگتا ہے نوشہ کا گجرا جیسے ہالہ نور کا
والدہِ بی بی کثیرنؔ کی امیدوں کا چمن — صورت سہرا کھلا ہے آج کیسا نور کا
شاہدہؔ آسیؔ کی کتنی آرزوئیں ہیں لگی — ان گل و غنچوں سے جنکا عکس کھلتا نور کا
شمعؔ رخسانہؔ بنی ہیں تو حسینہؔ شاہِ نازؔ — گا رہی ہیں مل کے بہنیں اب ترانہ نور کا
ہیں مگن شبراتیؔ اور مختارؔ بہنوئی بہت — نور خوشیوں کا رخوں پر انکے چمکا نور کا
شادماں جاوید بہنوئی شہابؔ الدین بھی — بانٹتے پھرتے ہیں سنت کا اتارا نور کا
لائے ہیں عارفؔ نیازؔ نازؔ جو ممتازؔ ہے — اور لٹاتے ہیں اتارا جیسے تحفہ نور کا
اب سلیمؔ و طاہرؔ و بھائی کلیمؔ احمد علیمؔ — چاروں فرحت میں ہیں جیسے دیپ جلتا نور کا
یحیٰؔ و عین الرضاؔ ہیں اور شہادتؔ بھائی بھی — پڑھ رہے ہیں آج وہ خوشیوں کا خطبہ نور کا
اب کلامؔ، ارمانؔ اور علوانؔ شگفتہ وجد میں — جیسے کلیوں کے دہن میں رنگ آتا نور کا
گھر کی زینت ہیں سکینہؔ اور زلیخا بھاوجیں — جیسے گلدستے میں جو ہی چنپا مہکا نور کا
ہیں اریجؔ و عمرہؔ و مسکانؔ اس گل کی طرح — جو فقط ساون میں اگتا رنگ دیتا نور کا
رضوی میخانے کا عملہؔ اور مدرّسؔ خاص کر — دے رہے نوشاہ کو ہر پل میں مژدہ نور کا
گلشن صغریٰ و برکاتِ رضا کے باغ سے — میں نے برکاتیؔ سجایا خوب سہرا نور کا

مراسلات و جہاں نما

علامہ محمد حنیف کا استقبال

دین و سنیت کا عظیم الشان مرکزی ادارہ مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا بریلی شریف کے وسیع و عریض کانفرنس ہال کے اندر عقیدت و احترام کے پرکیف فضاؤں میں ۹؍ذی قعدہ مطابق ۹؍نومبر بروز اتوار کو ناشر مسلک اعلیٰ حضرت حضرت علامہ و مولانا محمد حنیف صاحب قبلہ مدظلہ کی جامعہ تشریف آوری پر ان کے استقبال میں ایک جلسۂ استقبالیہ کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں جملہ اساتذہ و طلبائے جامعہ نے شرکت فرما کر اپنے آنے والے اس عظیم المرتبت مہمان کو مرحبا کہا اور ان کا خیر مقدم کیا۔

پروگرام کا آغاز طلباء جامعہ میں محمد معراج علی خان کی تلاوت کلام مجید سے ہوا بعدہ جامعہ ہذا کے چند دیگر طلباء نے حمد و نعت اور منقبت کے اشعار سے سامعین کو محظوظ کیا۔ وقت کی قلت ان کے دامن گیر تھی جس کے پیش نظر کسی متعلم یا معلم کی تقریر نہ ہو سکی سید ھے جامعہ کے وائس پرنسپل حضرت علامہ و مولانا مفتی محمد یونس رضا مونس اویسی صاحب کھڑے ہوئے اور طلبائے جامعہ کو آنے والے اس رفیع الدرجہ ہستی کی شخصیت کا تعارف کرایا۔ کہ آنجناب ہندوستان کے صوبۂ گجرات کے باشندہ ہیں اور اس وقت یورپ میں دین و سنیت کو فروغ اور مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر و اشاعت میں جد و جہد کر رہے ہیں۔ الغرض وائس پرنسپل صاحب نے انہیں حاضرین کے سامنے مدعو فرمایا وہ آئے اور سب سے پہلے انہوں نے جامعہ کے معیاری تعلیم و تربیت کا مہذب نظم و نسق سے متاثر ہو کر اپنے تأثرات کا اظہار فرمایا پھر اپنے مخصوص خطاب نایاب اور پر مغز پند و نصائح کے ذریعہ طلبائے کرام کو عظمت علم دین اور اس کی رفعت و بلندی سے روشناش کرایا اور اسی علم دین کے ذریعے دین و سنیت کی عظیم ذمہ داریوں کو بخیر و خوبی انجام تک پہنچانے کی نصیحت فرما کر رخصت ہو گئے بعدہ صلاۃ و سلام ہوا اور جلسہ کا اختتام ہو گیا۔

از: مولانا محمد منتظر رضا، جامعۃ الرضا بریلی شریف

نوٹ: حضرت علامہ مولانا محمد حنیف صاحب رضوی زید مجدہٗ ایک کہنہ مشق مبلغ اور عالم دین ہیں جن کی صدائیں ملک و بیرون ملک میں دین و ملت کی ترویج و اشاعت کے لئے بلند ہوتی رہتی ہیں۔ مرکز اہل سنت بریلی شریف کے عظیم الشان ادارہ ''جامعۃ الرضا'' سے کافی متأثر ہوئے۔ ہم ان کے بریلی شریف آمد پر تہ دل سے مبارکباد پیش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل میں برکتیں عطا فرمائے کہ وہ اسی طرح دین و سنیت کا کام انجام دیتے رہیں۔

شیخ مذکور بولٹن سے تشریف لائے تھے۔ دین و سنیت کی تبلیغ کے لئے بولٹن میں موجود عالی مرتبت حضرت مولانا محمد محسن صاحب قبلہ، شیخ الحفاظ حضرت حافظ و قاری روشن سیٹھ صاحب قبلہ، عالی مرتبت حضرت مولانا محمد نظام الدین صاحب قبلہ، نے ہمیں ان کی انڈیا آمد کی اطلاع دی تھی ساتھ ہی ان کی روشن خدمات کو اجاگر کیا تھا، بالخصوص حضرت علامہ محمد محسن صاحب ہمیں فون سے برابر ان کے سلسلہ میں رہنمائی فرماتے رہے جامعۃ الرضا سے جب شیخ مذکور نے مولانا موصوف کو فون کیا تو اس میں انہوں نے جامعہ کے بارے میں جو تأثر دیا اس سے وہاں موجود عقیدت مندان اعلیٰ حضرت علم دوست حضرات کے دل باغ باغ ہو گئے۔ ہم ان تمام کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جو مرکز اہل سنت کا ہر دم خیال فرماتے ہیں۔ (ادارہ)

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے

رئیس الاتقیا، نازش اصفیا، صدر ارباب بصیرت، رہبر شریعت حضرت علامہ مولانا سرکار سید اویس مصطفیٰ صاحب صغروی، زیدی الواسطی (بلگرام شریف) کے برادر اکبر حضور ڈاکٹر سید بادشاہ حسین واسطی عرف اچھے میاں صاحب قبلہ اور والدہ ماجدہ اور بڑی امی جان ۴؍نومبر ۰۸ء بروز منگل زیارت حرمین شریفین کے لئے روانہ ہوئے۔ ویسے تو ہمیشہ ہی آپ کے در دولت پر مریدوں، معتقدوں، مریضوں اور حاجت مندوں کی بھیڑ لگی رہتی ہے۔ لیکن ایک ماہ سے آنے جانے والوں کا سلسلہ بہت ہی بڑھ گیا تھا، جوں جوں سفر حج کی روانگی کی تاریخ قریب آتی گئی آنے والوں کی تعداد میں اضافہ بھی ہوتا گیا۔ ۲؍نومبر ۰۸ء بروز اتوار اور ۳؍نومبر ۰۸ء بروز پیر تو عقیدت مندوں کا امنڈتا ہوا ایک سیلاب تھا۔

۲؍نومبر ۰۸ء بروز اتوار

رئیس الاتقیاء سرکار سید اویس مصطفیٰ صغروی زیدی الواسطی قبلہ نے اس مبارک موقعہ پر ۲؍نومبر ۰۸ء بروز اتوار بعد نماز عشاء جلسہ عید میلاد النبی ﷺ کا انعقاد کروایا۔ جلسہ کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے دار العلوم الدعوۃ الصغریٰ محلہ میدان پورہ بلگرام شریف کے درس نظامیہ کے مدرس حضرت مولانا نور الحسن مصباحی اویسی نے کیا۔ نظامت کے فرائض نقیب اہل سنت شہیر رضوی کھیروی نے بحسن خوبی انجام دیئے۔ حضرت مولانا مظفر رضا حشمتی مقرر نوجوان حافظ محمد احسن صاحب چھپرامؤی اور مولانا نور الحسن مصباحی اویسی نے حج کی فرضیت، ارکان اور ادائیگی پر تفصیلی گفتگو فرمائی۔ باعث تخلیق دوعالم، محسن انسانیت جناب مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کے احسانوں پر مدلل تقریر ہوئی۔ مدینہ شریف اور یہاں کی حاضری کی فضیلت بھی بتائی گئی۔

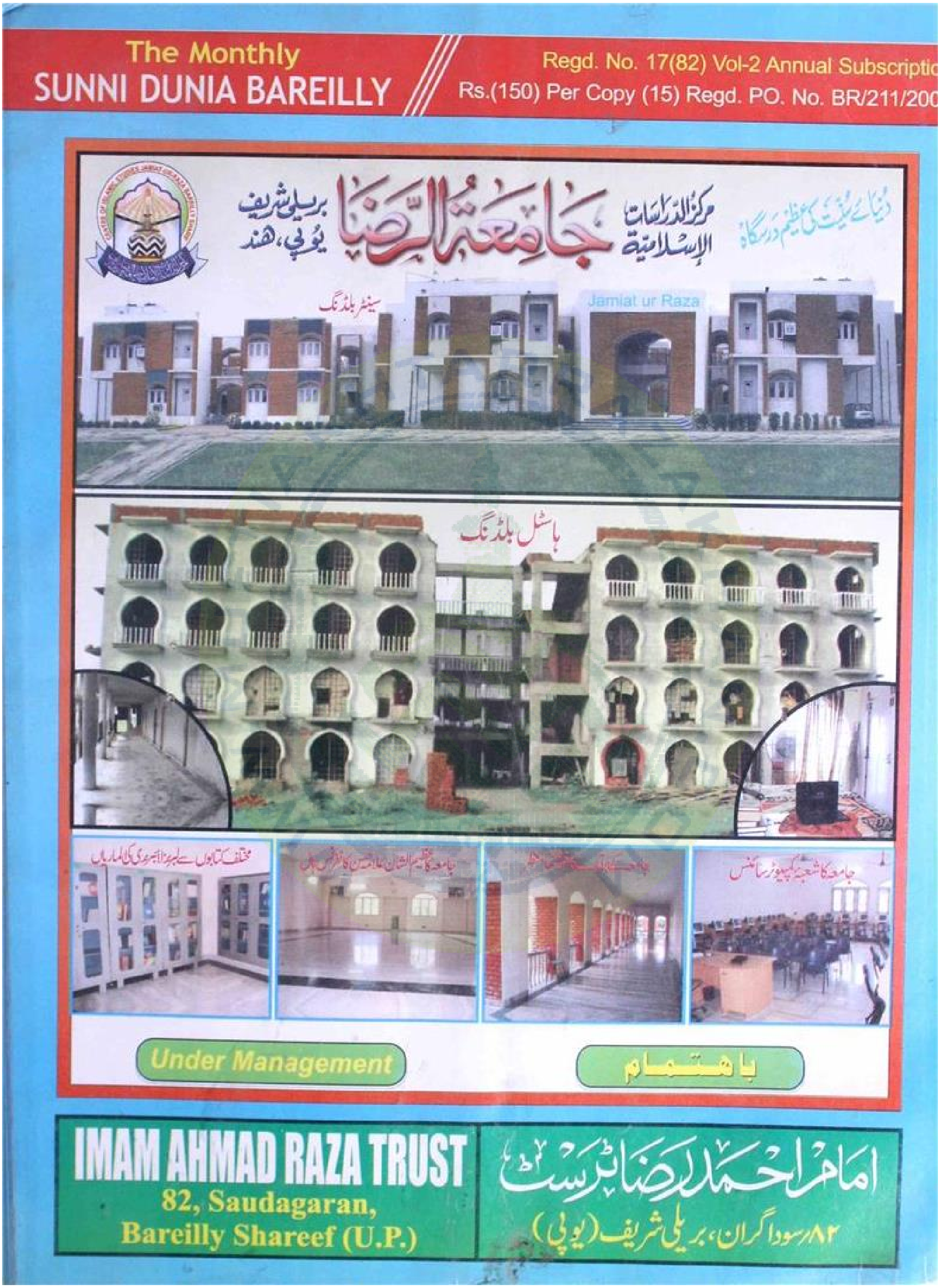
آقائے نعمت، مجدد دین وملت سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی نعت پاک حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو، اور شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے۔ کو موقعہ کے مناسبت پر خوب پڑھا گیا اور سامعین نے دل کھول کر داد وتحسین سے نوازا۔ شعراء حضرات میں دار العلوم الدعوۃ الصغریٰ کے شعبۂ حفظ کے استاذ حافظ محمد مظہر حسن اویسی، شاعر اسلام سطر بلگرامی، عبدالصبور اور نقیب اہل سنت شہیر رضوی کھیروی، وغیرہ نے نعتیہ کلام پیش کیا۔ آخر میں دنیا کا مشہور ومعروف سلام، مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام ﷺ پڑھا گیا، حضور رئیس الاتقیاء کی دعا کے ساتھ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ شیرینی تقسیم کی گئی زائر مدینہ سرکار بادشاہ حسین واسطی نے سب کو خوب خوب دعاؤں سے نوازا خصوصاً مدینہ شریف کی حاضری کی دعائیں دیں۔

۳؍نومبر ۲۰۰۸ء بروز پیر

آج تو صبح ہی سے عقیدت مندوں کا ہجوم اکٹھا ہونا شروع ہوگیا تھا نکہت ونور کی بارش ہورہی تھی۔ ہر آنے والا عقیدت مند سرکار بادشاہ حسین واسطی، رئیس الاتقیاء حضور سید اویس مصطفیٰ صاحب برادر اصغر جناب فیضان مصطفیٰ صاحب اور شہزادہ قطب بلگرام جناب سید جیلانی میاں صاحب سے سلام عرض کرتا، دست وقدم بوسی کا شرف حاصل کرتا ار دعائیں لیتا۔ گلشن واسطی کا بچہ بچہ اپنے غلاموں پر کرم کی بارش فرمارہا تھا۔ نوری گھرانے کی یہ شان کریمی دیکھ کر بے ساختہ زبان پر آرہا تھا۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

(بقیہ ص ۲۹ پر ....)


The Monthly
SUNNI DUNIA BAREILLY
Regd. No. 17(82) Vol-2 Annual Subscriptio
Rs.(150) Per Copy (15) Regd. PO. No. BR/211/200
دنیائے سنیت کی عظیم درسگاہ
مرکز الدراسات الإسلامية
جامعة الرضا
بریلی شریف یوپی، ھند
سینٹر بلڈنگ
Jamiat ur Raza
ہاسٹل بلڈنگ
مختلف کتابوں سے لبریز لائبریری کی الماریاں
جامعہ کا شعبہ کمپیوٹر سائنس
Under Management
باھتمام
IMAM AHMAD RAZA TRUST
82, Saudagaran,
Bareilly Shareef (U.P.)
امام احمد رضا ٹرسٹ
۸۲ سوداگران، بریلی شریف (یوپی)